مطلع القمرین
فی
ابانۃ سبقۃ العمرین
افضلیت ابوبکر و عمر
تصنیف لطیف
مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی
تخریج و تحشیہ
مولانا عاطف سلیم نقشبندی
راولپنڈی پاکستان
تقدیم و ترتیب جدید
محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
کتب خانہ امام احمد رضا

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مطلع القمرین

فی

ابانة سبقة العمرین

افضلیت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تصنیف لطیف

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

تخریج و تحشیہ

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

راولپنڈی پاکستان

تقدیم و ترتیب جدید

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

کتب خانہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	:	مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین
تصنیف	:	مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ
تخریج وتحشیہ	:	مولانا عاطف سلیم نقش بندی
تقدیم وترتیب جدید	:	محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
سنِ اشاعت	:	محرم ۱۴۳۴ھ/ دسمبر ۲۰۱۲ء
ناشر	:	کتب خانہ امام احمد رضا، دربار مارکیٹ، لاہور
قیمت	:	-/220 روپے

ملنے کے پتے

قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور	042-37213575
علامہ فضلِ حق پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور	0300-4798782
مکتبہ خلیلیہ سعیدیہ، دربار مارکیٹ، لاہور	0308-4504383
اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی	051-5536111
مکتبہ قادریہ، میلادِ مصطفیٰ چوک، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ، اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	0213-4910584
مکتبہ غوثیہ، کراچی	0213-4910584
مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی	021-32216464
نورانی ورائٹی ہاؤس، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ المجاہد، بھیرہ شریف	048-6691763
مکتبہ فیضانِ سنت، اندرون بوہڑ گیٹ ملتان	0306-7305026

یا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی افضل المرسلین والہ وصحبہ اجمعین

حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مقدمہ تحقیق معنی اقتضائیت مین

مشتمل دو تبصروں پر تبصرہ اولی حضرت حق سبحانہ وجل جلالہ نے جب انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو
آرامگاہ عالم ارواح سے ہدایت خلق کے لئے دار الہموم والاحزان میں بہیجا ہر وقت و ہر زمانہ میں
اخیار امم اونکی صحبت ومعیت وایتلاف ومؤانست کے لئے پیدا کئے تا زمانہ نبی میں اونکی خدمت
ونصرت واعانت سے بہرہ یاب ہوں اور اونکے سایۂ عاطفت میں دودہ پیکر جوان ہوں
اور پاک اونکی عادتیں سیکہیں اور متخلق باخلاق اللہ ہو جائیں پہر جب پیغمبر رحلت فرمائیں اونکی
نیابت اور خلق کو اونکی روش پر ہدایت اور اونکی شرع کی طرف ارشاد ودعوت کریں اور جو لوگ
مشرف بایمان ہوں اونکی اخلاق وعادت دیکہکر نبی کی عادات واخلاق سیکہیں اور ہمیشہ اونکی
بہی پوری نگہبانی کریں تا جامع بارزہ کریں بعدہ جب ان لوگوں کی تعلیم وارشاد وتخلق واعتیاد کا
اثر عالم سے [illegible] کم اور وہ سلسلہ متناہی ہو جائے اور خلق اونکے نور مرشد مشعل کی محتاج ہو اوسکی
بعد دوسرا پیغمبر بہیجا جاوے اور وہ سلسلہ طیبہ جیسے پہلے شروع ہوا تہا پہر نئے نام ہائی عرصہ بعید
ومدت مدید تک عالم اونکی ذہاب وایاب اور نجوم رسالت کے طلوع وغروب میں تہا کلما ہلک
نبی خلفہ نبی فترت عیسوی میں جو ظلمت وتاریکی عالم پر چہائی ہوئی تہی مذاہب فاسدہ وعقائد
کاسدہ میں ادیان مجتمع ہوئی فرق کفار کا انتشار بکثرت تہا اور امم سابقہ کی گمراہی ومہلکات
اور تازہ محدثات وایجاد علاوہ اب وقت وہ آیا کہ آفتاب خاتمیت طلوع فرمائے اور عالم میں
اوس بادشاہ عرش بارگاہ کا حکم اکمل جاری ہو جیسے جناب باری کی خلافت عظمی حاصل اور
اوسکی دعوت وہدایت سب سے قوی وکامل ہو شریعت اونکی اکمل وخاتم الشرائع ہو ایسی عمدہ تہذیب

عرض مرتب

سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے مسلک کی اشاعت اور ان کی تصانیف کو عصر حاضر کے جدید تقاضوں کے پیش نظر منظر عام پر لانا ہے، اس مقصد زریں میں اہل سنت کو کامیابی بھی ملی ہے اور ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف "مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کی کافی عرصہ سے تلاش جاری تھی۔ آخر کار پاکستان سے یہ کتاب دو مرتبہ شائع ہوئی۔ مگر یہ کتاب اس قدر اہم تھی کہ اس کو نئی تحقیق کے ساتھ منظر عام پر آنا چاہیئے تھا۔ لہذا اس مشکل کام کا بیڑا جناب عاطف سلیم نقشبندی صحاب نے اُٹھایا۔ موصوف کو کراچی سے حسنین بھائی نے ایک مخطوطہ ناشر مسلک امام احمد رضا حضرت مولانا سید وجاہت رسول صاحب قادری مدظلہ العالی کی لائبریری سے حاصل کر کے بھیجا۔

اعلی حضرت محدث بریلویؒ کی کتاب پر تحقیق کرنا کتنا مشکل ہے یہ وہی لوگ جانتے ہیں جو اس دشت کی سیاحی کرتے ہیں۔ تحقیق میں سب سے مشکل مرحلہ مصنف کے منہج کو سمجھنا ہوتا ہے۔ مخطوطہ کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ یہ تو کتاب اب بھی ناقص بلکہ اکثر حصہ اب بھی مفقود ہے اور اس ضخیم کتاب "مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین" کا عشر عشیر معلوم ہوتا ہے، یعنی مخطوطہ صرف ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ جناب عاطف سلیم صاحب نے اس مخطوطہ پر کام شروع کر دیا۔ پہلے مرحلہ میں مخطوطہ کی عبارت نقل کی۔ دوسرے مرحلے میں جدید انداز سے ترتیب اور پیرا بندی وغیرہ۔ تیسرے مرحلے میں عربی عبارات پر جدید اصول کتابت کی روشنی میں ہمزہ اور یائے ملفوظہ وغیرہ کے اشارات ونقاط اور کوماز کا التزام۔ چوتھے مرحلے میں تخریج وحاشیہ کی عبارات کو کتاب کے متعلقہ مقامات پر تلاش وجستجو اور بعض جگہ حذف واضافہ۔ یہ سارے امور اتنے محنت طلب تھے کہ تقریباً گیارہ ماہ سے زیادہ وقت شب وروز خرچ کرنا پڑا، جب کہیں جا کر منزل مقصود ہاتھ آئی۔

مگر جب کام مکمل ہوگیا تو کسی وجہ سے اس کام کو نہ شائع کیا جاسکا۔ میں نے عرض کی کہ فکر نہ کریں انشاء اللہ یہ کام منظر عام پر ضرور آئے گا۔ جناب عاطف سلیم نقشبندی صاحب کی اس تحقیق کا تذکرہ میں نے انڈیا کے عالم مولانا حنیف خاں رضوی بریلوی صاحب سے کیا تو انھوں نے اس کتاب کو ای میل کے ذریعے منگوالیا اور یک ماہ کے اندر کچھ عبارات کو حذف کر کے شائع کر دیا۔ لہذا مارچ 2012 میں یہ کتاب انڈیا میں شائع ہوئی۔ مگر عاطف سلیم نقشبندی صاحب کی تحقیق اس معیار کی تھی کی اس کو پاکستان سے بھی شائع ہونا چاہیئے تھا۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ تحقیق اس قابل ہے کہ اس کو عرب میں بھی

شائع کیا جاتا تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔

کچھ عرصہ قبل جناب محترم مولانا عبدالاحد قادری صاحب سے عاطف سلیم نقشبندی صاحب کی تحقیق کا ذکر ہوا تو انھوں نے اس کتاب کو شائع کرنے کا اظہار کیا اور پھر ایک دن بعد ہی انھوں نے کتب خانہ امام احمد رضا، گنج بخش روڈ، لاہور کے مالک جناب عبدالشکور صاحب کا اس کتاب کو شائع کرنے کا پیغام دیا۔ میں اس کاوش پر ان دونوں احباب کا شکر گذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے اوران کی کاوش کو قبول و منظور فرمائے۔ فجزاه الله تعالىٰ أحسن الجزاء

بعض احباب نے اعلیٰ حضرت کی اس کتاب پر اعتراض کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ اس میں چند ایک روایات موضوع ہیں۔ اس بارے میں اتنا عرض کردوں کہ جن کی تصانیف خود موضوع روایات سے بھری پڑی ہوں انھیں اعلیٰ حضرت کی کتاب میں موضوع روایات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ مزید یہ کہ اس بات کو ذہن نشین کرلیں کہ اعلیٰ حضرت اور اس دور کے علماء کرام احادیث کو جامع الاحادیث یا کنز العمال سے نقل کرتے تھے۔ اوران کتابوں میں حدیث کی سند موجود نہیں ہوتی۔ لہذا اعلیٰ حضرت پر اعتراض کیسا؟ اور محقق نے حاشیہ میں ایسی روایات کی نشاندہی کرکے اپنا حق ادا کردیا ہے۔

ابتداء میں جناب حنیف رضوی صاحب کا تحریر کردہ خلاصۂ کتاب اس لیے لکھا کہ کتاب کے مضامین کو سمجھنے کے لیے خلاصۂ اُن حضرات کے لیے ضروری ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے مطالعہ کی مشق نہیں رکھتے اور اکثر مقامات یونہی چھوڑ دیتے ہیں۔ خلاصہ پڑھنے کے بعد کتاب کھولیے اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے علم وعرفان کے موجیں لیتے سمندر ملاحظہ کیجئے۔

یہ غیر معمولی تفصیل اس لیے لکھ دی کہ عام طور پر قارئین سمجھتے ہیں کہ بس کتاب یونہی منظر عام پر آجاتی ہے، ناشرین کو کچھ کرنا تھوڑی پڑتا ہے، حالانکہ جو اس دشت کی سیاحی کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کیسے جاں کاہ اور صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہماری اس محنت کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین بجاه النبي الكريم عليه التحية والتسليم وعلىٰ آله وصحبه اجمعين۔

خادم اہلسنت فیصل خان

۱۵/مارچ ۲۰۱۲ء بروز جمعرات راولپنڈی، پاکستان

فہرست کتاب

مضمون **صفحہ**

خلاصۂ کتاب

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایک عظیم وجلیل کتاب شیخین کی افضلیت مطلقہ پر بنام "منتھی التفضیل لمبحث التفضیل" تحریر فرمائی تھی، جو نوے (۹۰) اجزا پر مشتمل تھی، ایک جزء فقط ۱۶ رصفحات کا مانا جائے تو ۱۴۴۰ رصفحات ہوئے، یعنی فتاویٰ رضویہ جدید کے انداز پر ایڈٹ ہو کر تقریبا ۳ رہزار صفحات پر پھیلی ہوئی۔ مگر افسوس کہ یہ قیمتی لعل وگہر کا بیش بہا خزانہ کہیں دفن ہو گیا اور آج تک اس کا سراغ نہ لگ سکا۔

اعلیٰ حضرت کو اس کی ضخامت کے پیش نظر یہ احساس تھا۔ کہ لوگ اس طویل کتاب کو پڑھنے سے اکتائیں گے، لہذا آپ نے اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی تلخیص دو جلدوں میں بنام "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" فرمائی،

سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس کتاب کا ذکر خود اپنی کتاب مسمی بہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" میں اس طرح فرمایا ہے:

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے مسئلہ تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں دلائل جلائل قرآن وحدیث سے جو اکثر بحمد اللہ استخراج فقیر ہیں، نوے جزء کے قریب ایک کتاب مسمی بہ "منتھی التفضیل لمبحث التفضیل" لکھی، جس کے طول کو ممل خواطر سمجھ کر "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں اس کی تلخیص کی۔ (تجلی الیقین: مقدمہ)

مگر افسوس بالائے افسوس کہ یہ کتاب بھی ناپید ہو گئی اور تلاش بسیار کے بعد چند اجزا پر مشتمل اس کے دو مخطوطے الگ الگ تحریر میں ملے۔ جیسا کہ آپ عرض مرتب میں ملاحظہ فرما چکے۔

کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ یہ کتاب ایک مقدمہ، دو ابواب، اور ایک خاتمہ پر

مشتمل تھی۔

پھر ہر باب کے تحت چند فصول تھیں جن میں باب اول کی فصول کا حال تو خود سیدنا اعلیٰ حضرت نے واضح کر دیا کہ اس میں سات فصلیں ہیں۔فرماتے ہیں: اس باب میں بعدد سموات سات فصول رفعت سمات ہیں۔ ص ۱۱۸

کل دستیاب شدہ چھ فصول کی فہرست اس طرح ہے:

باب اول میں تین فصول شامل اشاعت ہیں

۱۔ فصل اول — فی الاجماع

۲۔ فصل ثانی — فی الآیات

۳۔ فصل ثالث — فی الاحادیث

ان میں تیسری فصل ناقص ہے، اس لیے کہ احادیث کی تعداد صرف ۱۷ ر تک شمار ہوئی ہے، باقی حدیث ۱۸ ر ''حدیث ہیجدہم'' کے عنوان سے لکھ کر چھوڑ دی گئی ہے۔ اور آگے بیاض ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ اعلیٰ حضرت نے کتنی احادیث تحریر فرمائی تھیں۔

آگے چار فصول کا حال بھی نہیں کھلا کہ ان کے عنوانات کیا تھے۔

باب دوم میں بھی تین فصول ملی ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ فصل اول — جاں نثاری و پروانہ واری صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

۲۔ فصول ثانی — دربار نبوت میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جاہ وثروت میں

۳۔ فصل سادس — ابوبکر کی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہت میں

اس فصل میں کل چھ مشابہتوں کا ذکر ہے، چھٹی مشابہت میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اور خصال حمیدہ جو ام المؤمنین حضرت خدیجہ نے غار حرا سے سرکار کی واپسی پر عرض کیے تھے جب ہیبت کلام جلیل اور صدمہ فشار جبرئیل سے آپ کا دل ہلتا تھا، اس حدیث کی صرف دو لائن کی عبارت پر مخطوطہ ختم ہو گیا ہے اور آگے بیاض ہے۔

اس طرح اس باب میں کم از کم چھ فصول ضرور تھیں جن میں سے تین ملیں، یعنی اول، ثانی، سادس اور سادس یہاں بھی ناقص ہے۔ درمیان میں ثالث، رابع، اور خامس غائب، دو

کے نام ملتے ہیں: ان میں سے ایک شیخین کے علم کے بیان میں۔ اور ایک وزارت کے بیان میں۔ باقی کا نام بھی نہیں۔

خاتمہ کا بیان بھی ناپید ہے حالانکہ کتاب میں متعدد جگہ اس کا ذکر آیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں: کما نذکرہ فی الخاتمۃ ان شاء اللہ تعالیٰ، جیسا کہ ہم عنقریب خاتمہ میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مقدمہ کا خلاصہ

مقدمہ کے اندر افضلیت کے معنی کی تحقیق ہے، اور اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے متعدد وجوہ سے بیان فرماتے ہوئے دس تبصروں میں ذکر کیا ہے، گویا ''سمندر کو کوزے میں بھرنے'' کی مثال قائم فرمادی ہے۔

تبصرۂ اولیٰ: کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انبیاء و مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان افضلیت سے سرفراز فرمایا اسی طرح باقی مخلوق پر آپ کے صحابہ کرام کو بھی افضلیت عطا فرمائی، آیات واحادیث سے اس معنی کا ثبوت فراہم فرماتے ہوئے آخر میں فرمایا: کہ اگر موضوع سخن (افضلیت صحابہ خصوصا خلفائے اربعہ اور بالخصوص شیخین کی افضلیت مطلقہ) سے خروج کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو میں اپنے قلم کو رخصت جولاں دیتا جو اس وقت اپنے جوش پر ہے لیکن سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یاد آیا جس کی وجہ سے سکون قلب حاصل ہوا، وہ یہ کہ کسی نصرانی نے آپ سے پوچھا تھا کہ اے خالد! تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف وخصائل بیان کرو، تو آپ نے فرمایا: تفصیل تو میرے اختیار میں نہیں، بس اتنا سمجھ لے کہ جیسا بھیجنے والا خدا بے مثل، ایسا ہی انبیاء و مرسلین میں اس کا آخری رسول۔ یہ روایت بیان فرما کر سیدنا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اسی سے صحابہ کرام کے فضائل کا اندازہ کر لینا چاہیے۔

تبصرۂ ثانیہ: اس تبصرہ کے اندر خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت خواہ وہ نسبی وجسمانی ہو۔ یا دینی وروحانی، بہر حال دونوں شرف وعزت میں نہایت ارفع واعلیٰ ہیں، اور روحانی نسبت کو پہلی نسبت پر بدرجہا عزت وفوقیت حاصل، اور

قرآن وحدیث اس پر ناطق، پھر آپ نے دونوں کی وضاحت فرماتے ہوئے دینی وروحانی کو تقویٰ وطہارت اور قرب خدا اور رسول سے تعبیر فرمایا اور اسی کو افضلیت کا مدار ٹھہرایا۔

تبصرۂ ثالثہ: یہ تبصرہ اس معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بعض فضائل وہ ہیں جو بظاہر معمولی نظر آتے ہیں لیکن عند اللہ نہایت اہم اور ہزاروں پر غالب جیسے مسجد حرام میں ایک نیکی لاکھ کے برابر، مدینہ طیبہ کے روزے ہزار مہینوں سے افضل، اور شب قدر ہزار ماہ سے افضل ہے، صحابہ کرام کے فضائل بھی اسی قبیل سے ہیں۔

تبصرۂ رابعہ: اس تبصرہ میں سلوک وتصوف کے مراتب کی حقیقت پر اجمالی گفتگو فرمائی ہے اور سیر فی اللہ کو اعلیٰ درجات سے شمار فرماتے ہوئے قرب خداوند قدوس کا ایسا اعلیٰ واکمل ذریعہ بتایا ہے کہ اس کے لیے حد ونہایت نہیں۔

تبصرۂ خامسہ: اس مقام پر بتانا مقصود ہے کہ انتظام عالم کے لیے بندہ کے اندر شجاعت وسخاوت میں برتری، قضا وفصل مقدمات میں مہارت، فکر کی بلندی اور رائے کی درستگی، یہ ایسی صفات ہیں کہ افضلیت کا مدار نہیں ہوسکتیں، کہ یہ امور تو بہت سے ان سلاطین عالم میں بھی موجود تھے جو اہل اسلام ہی سے نہیں، پھر سادات مومنین کے درمیان ان کو کیا وجہ فضیلت شمار کیا جائے۔

تبصرۂ سادسہ: محاسن ذاتیہ اور امور خارجیہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، محض صرف خارجی امور کسی کی افضلیت کا مدار ہرگز نہیں ہوسکتے، اگر ایسا ہوتا تو عثمان ذوالنورین کو تمام صحابہ پر افضلیت مطلقہ حاصل ہوتی کہ ان کے نکاح میں حضور کی دو پیاری بیٹیاں تھیں حالانکہ آج تک کوئی اس کا قائل نہیں ہوا۔ بلکہ صدیق اکبر سے افضل ان کے والد ابوقحافہ ہوتے کہ صدیق اکبر کی تمام اولاد ابوقحافہ کے ایک بیٹے ابوبکر صدیق کے برابر نہیں۔ وجہ وہی ہے کہ یہ امور خارجیہ ہیں جو ذاتی محاسن کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

تبصرۂ سابعہ: اس مقام پر آکر سیدنا اعلیٰ حضرت بتانا چاہتے ہیں کہ ہم اہل سنت بحمدہ تعالیٰ ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہے اور ہمہ وقت افراط وتفریط کی آلودگیوں سے دامن کو پاک رکھا، لہذا نہ ہم تفضیلیہ کے خیالات باطلہ کی پیروی کریں جو کسی جزئی فضیلت کی بنیاد پر افضلیت مطلقہ ثابت کرتے ہیں۔ اور نہ ان لوگوں کی اتباع ہمارا شعار جو بداہت عقل اور شہادت نقل کو بالائے طاق رکھ کر شیخین یا صدیق اکبر کے لیے من جمیع الوجوہ تفضیل کے قائل۔ ورنہ صریح تناقض

لازم آئے گا کہ بہت سے صحابہ کرام کسی نہ کسی خاص فضیلت سے ممتاز تھے بلکہ بعض صحابہ کی فضیلت خلفائے اربعہ پر لازم آئے گی جو خلاف اجماع مسلمین ہے۔اوران چاروں میں بھی کسی کو دوسرے پر من جمیع الوجوہ افضل نہیں کہہ سکتے کہ اگر چہ بعض دوسرے بعض سے اپنے خصائص میں ممتاز ہیں۔اگر بعض خصائص پر افضلیت کا دارومدار ہوتو پھر خصوصیت کا معنی ہی فوت ہو جائے گا کما لا یخفی۔

تبصرۂ ثامنہ: یہ تبصرہ تمام گذشتہ تبصروں پر فوقیت رکھتا ہے۔اس میں افضلیت کے معنی کا تعین اوراس کی تنقیح مقصود ہے، لہذا آپ نے پہلے فضیلت کے لغوی معنی بیان کر کے اس معنی کے حامل کو دو خانوں میں تقسیم کیا:

(۱) افضل کا جس پر اطلاق ہوتا ہے وہ کسی حیثیت اور جہت سے مقید نہیں۔اس کو افضل مطلق کہتے ہیں۔

(۲) افضل کا جس پر اطلاق ہوتا ہے وہ کسی جہت وحیثیت سے مقید ہے، اس کو افضل مقید، یا افضل جزئی یعنی کسی خاص جہت سے مقید۔

دوسرے الفاظ میں پہلے کو فضیلت کلی کا مصداق دوسرے کو فضیلت جزئی کا حامل کہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ فضائل، اپنے درجات کے اعتبار سے مختلف ومتفادت ہیں، ایسا نہیں کہ سب برابر ہوں، لہذا جب دو مختلف فضیلتوں والے اشخاص کے بارے میں سوال کیا جائے تو افضل مطلق اسے کہیں گے جو اعلیٰ فضل وشرف کا مالک ہوگا۔اور جب دوسرے شخص کو افضل کہا جائے گا تو اس خاص صفت وفضیلت کی قید لگانا ضروری ہوگی۔

جیسے ایک شخص فنون سپہ گری میں مہارت تامہ رکھتا ہے اور دوسرا عالم وفاضل ہے۔ دونوں کے بارے میں پوچھا جائے کہ افضل کون؟ تو جواب ہوگا: عالم، یعنی بغیر کسی قید وخصوصیت کے اس کو علی الاطلاق افضل کہا جائے گا۔اوراس سپاہی کو افضل کہیں گے تو قید لگانا ضروری ہوگی۔یعنی یوں کہا جائے گا کہ یہ سپاہی فنون سپہ گری میں اس سے افضل اور فائق ہے۔

پہلے فضل کا نام فضل کلی ہے اور دوسرے کا نام فضل جزئی۔ پھر فرمایا: عربی زبان میں اس تعبیر کے لیے فضل کلی کو بلفظ معرفہ اور جزئی کو نکرہ کی شکل میں استعمال کیا جاتا ہے۔

جیسے کہا جائے کہ "للعالم الفضل علی العکسری ولهذا العکسری فضل ما علی العالم"

گذشتہ تمہید اور اس مثال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی ذات خلق خدا میں یا کوئی شخص اپنی قوم ۔ یا ملک ۔ یا شہر وغیرہ میں افضل مطلق اسی وقت کہلائے گا، جب اس میں کوئی ایسی صفت اور فضیلت ہو کہ دوسروں کی کوئی فضیلت اس کے مقابل نہ لائی جاسکے خواہ دوسروں میں کچھ ایسی خصوصیات ہوں جو اس افضل مطلق میں نہ ہوں، اس سے کوئی فرق فضل کلی پر ہرگز نہیں پڑے گا۔ کہ یہ خصائص ہیں ۔ اور خصائص مدار افضلیت نہیں ۔ کما مر۔

آگے چل کر اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آیا وہ کون سی چیز ہے جو مناط فضیلت ہے؟ اس کے جواب میں جامع لفظ یہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے مقاصد مختلف تو مناط فضیلت بھی مختلف، کفار کا مقصد حصول دنیا ۔ اور ہمارا طلب عقبیٰ، اور عقبیٰ میں مقصد اعلیٰ قرب خداوند تعالیٰ۔ لہذا افضل کلی ہمارے نزدیک اسی کو حاصل جو اپنے اصحاب کے درمیان عند اللہ عزوجاہ اور تقرب وکرامت میں فائق ہو۔

پھر فرماتے ہیں: زید میں اگر ہزار کمالات ہوں اور وہ فضیلتیں اسے خدا سے قریب نہ کریں فضائل نہیں رذائل ہیں ۔ اسی طرح یہ مرتبہ صرف ایک صفت خاصہ ۔ یا بہت سے اوصاف کے ذریعہ ہاتھ نہیں آتا ۔ مان لو زید کو ہزار برس کی عمر ملی اور پوری عمر عبادت میں گذری ۔ لیکن عمرو سے پوری عمر میں ایک ایسا کام ہوگیا کہ جس کی بدولت وہ قرب خدا کی اس اعلیٰ منزل پر پہونچ گیا جہاں تک زید نہ پہونچا تو فضل کلی عمرو کے حصہ میں آیا ۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے ۔ لہذا ہم جسے علی الاطلاق افضل کہیں گے، اس سے مراد یہی دینی عزت ووجاہت جو ذریعہ قرب بارگاہ رب العزت ہے ۔ اب واضح ہوگیا کہ افضل عند اللہ، اقرب الی اللہ، ارضیٰ للہ، اکرم علی اللہ، یہ سب الفاظ مترادفہ ہیں۔

بعض عوام نے محض کثرت ثواب یعنی جنت کے لذیذ کھانے، عمدہ لباس، ستھری بیویاں، حور وغلماں اور آراستہ محل کے ملنے کو فضل کلی کا مصداق قرار دیا تھا، سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس کو دلائل قاہرہ کی روشنی میں رد فرمادیا ہے اور ایک ایسی مثال بھی پیش کی ہے جس سے عامۃ الناس کے ذہن میں بھی اس کا بطلان بخوبی جاگزیں ہوجائے گا۔

فرماتے ہیں: دو درباریوں نے بادشاہ کو اپنی عمدہ کارگزاریوں سے راضی کیا، تاجدار نے ایک کو ہزار اشرفی دے کر پایہ تخت کے نیچے جگہ دی، دوسرے کو انعام تو ایک لاکھ

اشرفی ملا۔لیکن مقام اس پہلے کی کرسی منصب سے نیچے۔پھر فرماتے ہیں:اے انصاف والی نگاہ! اہل دربار میں افضل کسے کہا جائے گا۔

اس مثال سے ہر شخص جان لے گا کہ بلا شبہ جس کو بادشاہ سے زیادہ قرب ہے وہی سب سے زیادہ فضیلت والا، یہاں کثرت ثواب کو بنائے افضلیت ماننے والوں کے رد میں آپ نے دس دلیلیں ذکر فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

پہلی دلیل:ان چیزوں پر تو ناقصوں کی نظر رہتی ہے۔

دوسری دلیل:مفضول کو اجر میں زیادتی افضلیت کے منافی نہیں۔

تیسری دلیل:حدیث میں صراحت ہے کہ صحابہ کرام کے مقابلہ میں آئندہ زمانہ کے بعض عاملوں کو پچاس گنا تک ثواب ملے گا۔حالانکہ باجماع اہل سنت صحابہ افضل، کہ دوسری حدیث میں فرمایا: دوسروں کا پہاڑ برابر سونا خرچ کرنا تمہارے ایک آدھے صاع جو کے برابر نہیں سکتا۔مطلب وہی ہے کہ صحابہ کرام کا آدھا صاع جو جتنا خدا سے قریب کرنے والا ہے دوسروں کا پہاڑ برا سونا بھی وہ اہمیت نہیں رکھتا۔

چوتھی دلیل:وہی دو درباریوں کی بادشاہ کے دربار والی مثال۔

پانچویں دلیل:کثرت ثواب کا جو مطلب تم نے بتایا وہ ملائکہ کے حق میں کب متصور کہ ان کو حور و قصور و جناں کب میسر، حالانکہ ان میں ملائکہ کی ایک خاص جماعت بارگاہ قدس میں مقرب۔

چھٹی دلیل:آیت کریمہ (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) کا مطلب یہی ہے کہ اکرم عند اللہ سے اقرب الی اللہ مراد،

ساتویں دلیل:حدیث "فضلت علی الانبیاء بست" میں چھ چیزوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں اس کثرت ثواب کا ذکر ہو جس کو بعض لوگوں نے اپنی غلطی سے سمجھ لیا۔

آٹھویں دلیل:منطقی نہج پر قیاس مرکب کی صورت میں ہے، یعنی آیت (سیجنبها الاتقی) سے مفسرین کے نزدیک صدیق اکبر مراد ہیں، اب آیت (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کو ملا کر قیاس مرکب (جس میں درحقیقت دو قیاس ہوتے ہیں) کی تفصیل اس طرح ہوگی۔

صغری	کبری
صدیق اتقی	ہر اتقی اکرم عند اللہ

نتیجہ صدیق اکرم عند اللہ

یہاں صدیق اکبر کی اکرمیت ثابت ہوئی۔

مولیٰ علی اکرم عند اللہ ہر اکرم عند اللہ اجر میں زیادہ

نتیجہ مولیٰ علی اجر میں زیادہ

یہاں مولیٰ علی کے لیے اجر و ثواب میں زیادتی ثابت ہوئی۔

لیجئے جن کی کثرت ثواب کا اثبات منظور تھا ان کی اکرمیت ثابت ہو گئی، اور جن کی اکرمیت کا دعویٰ تھا ان کے لیے کثرت ثواب ظہور پا گیا۔ دلیل دونوں دعووں پر صاف لوٹ گئی۔

یہ تحریر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں: عقل سے ایسی بیگانگیاں خدا نہ کرے کہ سنیوں کے ادنیٰ نو آموز سے بھی ثابت ہوں۔ یہ ناموزونی تو روز ازل سے بدعتیوں کے حصہ میں آئی ہے۔

نویں دلیل: میں فرماتے ہیں: یہ مناط افضلیت تفضیلی حضرات کو بھی قابل قبول نہیں، ورنہ پھر تنازع اور جھگڑا ہی کیا رہ جاتا۔ صرف لفظی اختلاف ہوتا، وہ کثرت ثواب کو وجہ افضلیت بتاتے اور حضرات علی کے لیے ثابت مان کر اکرمیت کا قول شیخین کے لیے تسلیم کر لیتے تو نزاع ہی ختم ہو جاتا ہے۔

دسویں دلیل: یہاں اس بات کی صراحت ہے کہ ان بعض اہل بدعت کو کثرت ثواب کا مغالطہ کہاں سے ہوا۔

اس دلیل میں آپ نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ ہمارے بعض علما کے کلام میں جو کثرت ثواب کا ذکر ہے وہ اکرمیت کے ساتھ ہے نہ کہ محض کثرت ثواب جو اکرمیت سے جدا ہو۔ لہذا صرف لذات و شہوات، اور حور قصور پر ثواب کا محصور و مقصور رکھنا محض قصور۔ بلکہ یوں کہا جائے تو حق ہے کہ زیادت قرب کے برابر اور کوئی ثواب نہیں، یہ نعمت سب نعمتوں کی جان ہے۔

تبصرۂ تاسعہ: افضلیت کا اثبات دو طرح ہو سکتا ہے۔ پہلا طریقہ احسن و اسلم ہے کہ نص شارع سے ثابت ہو جائے کہ فلاں افضل ہے، پھر تو کسی دلیل کی حاجت نہیں اور نہ چون و چراں کی گنجائش، دوسرا طریقہ استدلال و استنباط کا ہے، اس کی توضیح یہ ہے کہ تفضیل کی عمارت جس بنیاد پر کھڑی ہے وہ دو چیزیں ہیں:

اول مافیہ التفاضل۔ دوم مابہ الافضلیت

اول: افضل ومفضول دونوں میں مشترک لیکن افضل میں زیادہ اور مفضول میں کم۔

دوم: صرف ذات افضل کے ساتھ قائم، مفضول میں نہیں۔

جیسے شمشیر تیز براں۔کو۔تیغ کندنا کارہ پر تفضیل۔

یہاں مافیہ التفاضل قطع وجرح ہے کہ وہ خوب کاٹتی ہے اور یہ قصور کرتی ہے۔اور مابہ الافضلیت خوش آبی وپاکیزہ جوہری۔کہ پہلی تیغ کے ساتھ خاص ہے۔

اس مثال کے بعد فرمایا کہ ہم جس موضوع پر ہیں اس میں مافیہ التفاضل کا ادراک تو آسان ہے کہ یہاں اقرب الی اللہ میں اختلاف ہے، ہم اہل سنت شیخین کے لیے اور تفضیلیہ مولا علی کے لیے مانتے ہیں۔لیکن مابہ الافضلیت کا ادراک اور اپنے مدعا کے لیے اس کا اثبات، یہ ایک مشکل بحث ہے۔ یہاں آکر دونوں نے الگ الگ راہیں نکالیں، اہل تفضیل تو قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال کر خیالی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگے۔کبھی بعض خصائص کو فضل کلی کا مدار ٹھہراتے ہیں۔کبھی کثرت فضائل کو۔کبھی شرف نسب وغیرہ کی بحث چھیڑ دیتے ہیں۔

ان سب کا مدعا کے خلاف ہونا ہم پہلے ثابت کر آئے۔ ہاں ہم اہل سنت کی نظر اولا قرآن وحدیث پر رہتی ہے۔ پھر تفسیر وشروح حدیث اور اکابر سلف کے اقوال پر۔لہذا ہم نے ان باغوں سے کچھ پھول چنے ہیں جو اس طرح ہیں۔ مابہ الافضلیت زیادت تقویٰ، سبقت الی الخیرات، زمانہ غربت اسلام میں دین کی اعانت، فضل صحبت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کثرت نفع فی الاسلام وغیرہ امور کثیرہ۔لیکن ان سب کا اصل مدار کمال قوت ایمان وعلم باللہ ہے کہ ایک مجہول الکیفیت صفت ہے جو قلب مومن پر عرش کے خزانہ سے فائض ہوتی ہے، ہم اس کو الفاظ میں نہیں بیان کر سکتے، اور یہ تمام مذکورہ چیزیں اسی کا ثمرہ ونتیجہ ہیں۔ جب بندہ اس شرف کو پالیتا ہے تو خوف ورجا، تسلیم ورضا، شرم وحیا، ورع وتقویٰ، صبر وشکر، اخلاص وتوکل، انقطاع وتبتل، تواضع وعفت، اور حلم ودیانت وغیرہ فضائل محمودہ (جن کو حدیث میں ستر سے زیادہ شاخیں فرمایا) خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ کر دیتے ہیں اور جو پھول ہم نے اس سے پہلے چنے تھے سب کا ظہور اس سے ہوتا ہے۔لہذا ثابت ہوا کہ قوت ایمان اور علم باللہ کے سوا یہاں دوسری چیز مابہ الافضلیت نہیں ہو سکتی۔

تبصرۂ عاشرہ: فرقہ سنفضیہ جنہوں نے تفضیل کے معنی کثرت نفع فی الاسلام

ٹھہرائے، اور کبھی من حیث الخلافۃ کی قید لگائی، ان کی تردید کے لیے سیدنا اعلیٰ حضرت نے پانچ تنبیہات۔ اور تنبیہ نمبر۲ کے تحت چار تنقیحات ذکر فرمائی ہیں۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بات فضل کلی میں ہے تو یہ جزئی فضائل کو موضوع سخن بنانا کب درست ہوا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک سلسلہ میں مافیہ التفاضل ایک ہی ہوگا۔ لہذا جب یہ کہتے ہیں کہ افضل العالمین حضور۔ پھر انبیائے سابقین۔ پھر ملائکہ مقربین، پھر شیخین۔ پھر ختنین۔ پھر بقیہ تمام صحابہ۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔ اب بتاؤ کہ حضور کی افضلیت جس معنی کے اعتبار سے ہے اسی کا اعتبار تو سلسلہ میں ہر منزل پر ہوگا۔ اور وہ اکرمیت کے سوا کوئی اور نہیں، تو یہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔ ورنہ سلسلہ بکھر جائے گا اور یہ کلام مجانین کہلائے گا۔

آخر میں سنفضیہ کی ایک مزید حماقت کا ذکر ہے، کہ ان کو جب ہر طرف سے گھیرا جاتا ہے تو کبھی یہ کہہ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، کہ خلفائے اربعہ سب اہل فضیلت، رہی ان کی تفضیل تو یہ ہمارا منصب نہیں، ایک سنی نے کہا: جناب! اکابر سلف تو فضل مراتب بیان فرماتے تھے، بولے: وہ بھی ان کے مراتب سے ناواقف تھے۔

یہ دیکھو! سب پر حکم لگا دیا کہ وہ جو کہتے تھے اپنی اٹکل سے کہتے تھے، بے جانے بوجھے حکم لگاتے تھے۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ حضرت مولیٰ علی سے تفضیل شیخین متواتر ہے۔ اور اس سے بڑھ کر حضور کا فرمان کہ ”یہ دونوں انبیائے کرام کے بعد خیر الاولین والآخرین ہیں“۔ اور آگے بڑھیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم﴾ ان عقل مندوں کو اتنا نہیں معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے انحراف ہے۔

بلکہ ہم تو یہ بھی پوچھیں گے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ حضور افضل الخلق ہیں یا نہیں؟ جواب میں بولے: ہاں ضرور ہیں۔ سبحان اللہ! جو شخص خلفائے اربعہ کے فضائل کا ادراک نہ کر سکا وہ ان کے سرداروں کے مراتب سے کیسے آگاہ ہو گیا۔

یہاں تک مقدمہ کا خلاصہ تھا۔

اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے منزل مقصود کی طرف عنان قلم کو پھیرا اور باب اول میں سات فصول کی اس طرح وضاحت فرمائی کہ یہ سات فصلیں سات آسمانوں کی تعداد کے مطابق ہیں، یعنی صرف تعداد ہی میں مماثلت نہیں بلکہ آسمانوں کی طرح رفعت و بلندی

کی حامل بھی ہیں اور آسمانوں کی طرح مستحکم بھی، کہ ان میں کوئی رخنہ نہیں ڈال سکتا۔

فصل اول فی الاجماع

اس فصل میں آپ نے ثابت فرمایا کہ صحابہ کرام جو دربا نبوت میں لوگوں کے قرب و وجاہت سے پورے طور پر آگاہ تھے، ان کا شیخین کی افضلیت پر اجماع ہے۔ اسی لیے اہل حق طائفہ ناجیہ جن کو اہل سنت و جماعت کہا جاتا ہے، آج تک اس پر متفق ہیں۔ پھر آپ نے درجنوں کتابوں سے اس کا ثبوت فراہم کیا ہے، اور کتب کثیرہ کی عبارات سے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جو حضرت مولا کی شیخین کریمین پر فضیلت ثابت کرے مبتدع اور بد مذہب ہے۔

لیکن سنفضیہ بے چارے، کم مائیگی کے مارے، کہیں سے ایک سنی سنائی عربی عبارت لے اڑے کہ ''ابوعمرو بن عبدالبر'' جو ایک محدث ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ چند صحابہ افضلیت شیخین کے قائل نہیں تھے۔ ان میں ابوسعید خدری اور حضرت جابر بھی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس روایت کی چار توجیہیں فرمائیں اور چوتھی توجیہ میں پانچ شواہد کے ذریعہ تحقیق کو آخری منزل تک پہونچا دیا۔

پہلی توجیہ یہ فرمائی کہ یہ روایت درحقیقت صحیح و معتبر نہیں،

دوسری توجیہ یہ کہ جن صحابہ سے خلاف اجماع صحابہ مروی ہوا وہ انعقاد اجماع سے پہلے کی بات ہے۔

تیسری توجیہ یہ کہ خلاف شاذ، نادر، مرجوح ہے جو اجماع میں مخل نہیں۔ اور ہو بھی تو کیا سواد اعظم کا اجماع ہونے میں بھی کوئی کلام ہے۔

چوتھی توجیہ یہ کہ مولیٰ علی کی تفضیل جن صحابہ سے مروی وہ معنی فضل کلی میں متعین نہیں، پھر مزاج اجماع کی مفسد کیسے ہوگئی۔

اس پر چند شواہد موجود ہیں:

پہلا شاہد یہ ہے کہ چھ سات صحابہ کے علاوہ تمام صحابہ کا اتفاق تو متیقن، پھر ان صحابہ کی طرف سواد اعظم کی مخالفت کی نسبت کس قدر شنیع ہے، یعنی یہ زبان زوری کے سوا کچھ نہیں۔

دوسرا شاہد یہ کہ اس روایت ابن عبدالبر میں خود موجود کہ ''حضرت علی پہلے اسلام

لائے''، تو یہ وہی جزئی فضیلت ہوئی۔

تیسرا شاہد یہ کہ خلافت صدیق فضیلت کی بنیاد پر تھی، اور بیعت کرنے والے وہ صحابہ بھی تھے جو اس روایت میں مذکور، تو پھر وہ فضل کلی کے کب مخالف ہوئے، لہذا اس روایت شاذہ سے صرف فضل جزئی ہی ثابت ہے۔

چوتھا شاہد خود ابن عبد البر کا کلام کہ انہوں نے جس طرح یہاں ایک روایت غریبہ لکھ دی یونہی تفضیل صحابہ کے باب میں بھی وہ جمہور کے خلاف جھکے اور الگ راہ چلے ہیں، کہتے ہیں: بعض صالحین غیر صحابہ، بھی بہت سے صحابہ سے افضل، پھر اپنے دعویٰ پر ایسی دلیلیں پیش کی ہیں جو محض فضیلت جزئی پر محمول۔

لہذا اتمام بحث کا حاصل صرف دو امر ہوئے۔ اول یہ کہ ابن عبد البر کا کلام فضل کلی سے محض جداگانہ۔ دوم یہ کہ محققین نے جو معنی فضل کلی کے بتائے ابن عبد البر اس سے غافل۔

پانچواں شاہد یہ کہ جن چھ صحابہ سے ابن عبد البر نے تفضیل مولا علی نقل کی ان میں سیدنا ابو سعید خدری اور جابر بن عبد اللہ انصاری بھی ہیں۔ اور یہ دونوں حضرات شیخین کی تفضیل کے خود راوی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ابن عبد البر کی حکایت غریبہ روایۃً معلول اور درایۃً غیر مقبول ہے۔ لہذا اجماع قطعی حاصل۔ ہمارے مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب۔ اگرچہ بعض ائمہ کو اس میں شک ہے۔ انشاء اللہ اس بحث کی تنقیح وتوضیح ہم خاتمہ کتاب میں کریں گے۔ اور اگر تفضیل ظنی بھی ہو تو کیا حاصل، ہم تفضیلہ اور سنفضیہ کو کافر تو نہیں کہتے، بدعتی بتاتے ہیں۔ لہذا یہ مسئلہ نہ ضروریات دین سے ہے۔ اور نہ اس کا قطعی ہونا ہی ضروری۔

آگے تنبیہ الختام میں بدعتیوں کی مذمت میں روایات اور پھر ان کا حکم بیان فرمایا جو ظاہر و باہر ہے۔

فصل ثانی آیات قرآنیہ میں

اس فصل میں دس آیات سے تفضیل شیخین ثابت فرمائی اور اس کی وضاحت میں کثیر روایات کتب تفاسیر واحادیث سے نقل فرمائیں، اور ہر مقام پر بحث وتمحیص کے ذریعہ اعتراضات

وشبہات کے جواب رقم فرمائے ہیں۔ مثلاً: تفضیلہ نے ایک شبہ پیش کیا کہ لفظ ''اتقی'' اسم تفضیل صدیق اکبر پر صادق نہیں، کیوں کہ یہ بات یقینی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدیق کا تقویٰ کم تھا، لہذا یہاں ''اتقی'' بمعنی ''تقی'' تو اب اس کے مصداق کا صدیق کی تفضیل ہے کوئی تعلق نہ رہا۔ جواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے عبارت پیش کی جس میں وضاحت ہے کہ اتقی سے تقی مراد لینا عربی زبان کے خلاف، دوسرے یہ کہ جب امتیوں کے اوصاف بیان ہورہے ہوں تو انبیائے کرام اس زمرہ میں شامل نہیں ہوتے، وہ عرف شرع میں اپنے اعلیٰ فضائل وکمالات کی بنا پر ممتاز ہوتے ہیں، اور اس طرح کے الفاظ امت کے لیے مخصوص قرار پاتے ہیں۔

لہذا پہلی آیت میں صدیق اکبر کی اکرمیت پر اتقی سے استدلال درست۔ دوسری آیت میں "سابق بالخیرات"۔ تیسری میں "اولو الفضل" چوتھی "تصدیق رسالت" جس کا ذکر بعثت واعلان رسالت کے پہلو بہ پہلو ہے۔ پانچویں میں فتح مکہ سے قبل انفرادی شان سے انفاق مال اور راہ خدا میں قتال۔ چھٹی میں "صراط مستقیم" سے مراد شیخین، ساتویں میں "صالح المومنین" کا ابوبکر وعمر مصداق۔ آٹھویں اور نویں میں علم وفضل سے استدلال۔ دسویں میں مہاجرین کے صدق وصفا اور ان کے شیخین کی فضیلت پر اجماع تام سے استدلال فرمایا، اور بتایا کہ یہ خدا کا فیصلہ ہے۔ تو کیا اب بھی کسی اور فیصل وحکم کی تلاش ہے۔ ﴿الیس اللہ با حکم الحاکمین﴾

فصل ثالث فی الاحادیث

اس فصل میں بے شمار احادیث سے دعوی کا اثبات ہے، لیکن مخطوطہ حدیث نمبر ۱۶/ تک بیان کر کے خاموش ہوگیا۔ اب آگے خداوند قدوس بہتر جانتا ہے کہ کتنی احادیث ہوں گی۔ اور درمیان میں ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ اور ۱۷ بھی غائب۔ نمبر ۱۸/ کا صرف عنوان ہے اور بس۔ یہاں پر آکر پہلا مخطوطہ خاموش ہوگیا ہے۔

جو احادیث موجود ہیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

حدیث اول میں بتایا کہ افضلیت شیخین کا صحابہ میں چرچا رہتا اور کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکار نہ فرماتے۔ یہ حدیث بہت کتابوں میں مذکور۔

حدیث دوم اور سوم میں صراحت ہے کہ انبیاء ومرسلین کے سوا کسی بھی زمانہ میں روئے زمین پر صدیق سے افضل سورج نے نہ دیکھا۔

حدیث چہارم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل کی زبانی صدیق اکبر کے خیر امت ہونے کی خبر دی۔

پانچویں حدیث میں بھی نبیوں کے علاوہ صدیق کے خیر البشر ہونے کی خبر ہے۔

چھٹی حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ کسی نبی ورسول کا کوئی صحابی صدیق سے افضل نہیں۔

ساتویں حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل کے حوالہ سے فرمایا: کہ ہجرت میں میرے ساتھ ابوبکر صدیق رہیں گے اور وہ امت میں سب سے افضل اور خلیفۂ اول ہیں۔

آٹھویں حدیث میں شیخین کے خیر امت اور انبیاء ومرسلین کے علاوہ اولین وآخرین اور اہل آسمان وزمین کے درمیان فضیلت کا اظہار ہے۔

گیارہویں حدیث میں مولیٰ علی کی روایت سے شیخین کی اہل جنت میں نبیوں کے بعد بوڑھوں اور جوانوں کی سرداری کا بیان ہے۔ یہ حدیث صحیح اور بہت کتابوں میں منقول۔

سولہویں حدیث میں بھی صدیق اکبر کی اہل زہن پر برتری کا ثبوت ہے۔

باب دوم

اس میں کم از کم چھ فصول تو ضرور تھیں آگے کا حال نہ کھلا۔ البتہ مخطوطہ صرف تین فصول پر مشتمل ملا۔ اور تیسری فصل ناقص۔

فصل اول: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری میں

اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ صحابہ کرام دین متین کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے تھے اور انھوں نے اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ انہیں خدمات میں اہم خدمت اور شریف ترین کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جاں نثاری ہے جس میں صدیق اکبر کو فوقیت حاصل۔ اس مضمون کو سیدنا اعلیٰ حضرت نے دس وجوہ سے ثابت فرمایا۔

وجہ اول میں مولیٰ علی سے وہ روایت جو آپ نے صدیق اکبر کے لیے ارشاد فرمائی کہ تم نے

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس وقت نصرت وحمایت کی جب سب نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

وجہ دوم میں کفار مکہ کے مقابلہ میں آپ کا سپر ہونا نقل فرمایا۔

وجہ سوم، چہارم اور پنجم میں صدیق کا علی الاعلان کفار مکہ کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت میں اس وقت سخت وسست کہنا جب کوئی حامی کار نہ تھا۔

وجہ ششم: میں مولیٰ علی نے کفار مکہ کی ایذا رسانی کا واقعہ نہایت رقت انگیز حال میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: صدیق اکبر کے سوا کوئی کفار سے بات نہ کر سکا۔

وجہ ہفتم: میں اس امر کا بیان ہے کہ صدیق اکبر حضور کی حمایت میں لہولہان ہو گئے۔ گھر والوں نے اٹھایا، کسی کو آپ کی موت میں شک نہ رہا۔ لیکن جب ہوش آیا تو اسی عالم میں قسم کھائی کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحیح سالم نہ دیکھ لوں کھانا پینا بند رہے گا۔ رات کو کسی طرح حضور کی بارگاہ تک پہونچے اور قدموں پر گر پڑے، حضور نے بھی ان کے لیے گریہ فرمایا۔

وجہ ہشتم: میں مولیٰ علی کا گواہی دینا کہ روز بدر سب نے دیکھا کہ صدیق اکبر نے جس طرح ننگی تلوار لے کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کمر بستہ رہے کوئی دوسرا نہ کر سکا حتی کہ فرشتوں نے صدیق اکبر کے اس فعل پر آپس میں مباہات کی۔

وجہ نہم: میں شب ہجرت کا بیان ہے جس میں صدیق نے حق رفاقت اس طرح ادا کیا کہ اپنی جان کی بھی ان حفاظت کی خاطر کوئی پرواہ نہ کی۔

وجہ دہم: میں ہجرت مدینہ کے سفر میں رونما واقعات اور جاں نثاری۔

آخر میں فرمایا: یہ سب مضامین احادیث معتبرہ سے ثابت، پھر ان روایات کا اصل متن پیش فرمایا۔ پھر نتیجہ کے طور پر ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کو اس اہم کام کے لیے اس لیے منتخب فرمایا کہ ان سے بڑھ کو رسول کا انیس ودم ساز، اور محرم راز و عاشق جاں باز علم الٰہی میں کوئی دوسرا نہ تھا۔

کیا اب بھی ایسے شخص کے بارے میں افضل امت، قرب الٰہی میں سب پر فائق اور جنات عدن میں سب کا سردار ہونے میں شک وشبہ ہے؟ کیا منکرین ایسے اوصاف کسی دوسرے کے لیے ثابت کر دکھائیں گے؟

فصل دوم میں شیخین کے جاہ وثروت کا بیان

اس فصل میں یہ بتانا کہ اللہ ورسول کے دربار کا معاملہ بالکل ایک ہے۔ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور جوان کا محبوب وہ خدا کا بندۂ مقبول۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو قرب ووجاہت دربار رسول میں شیخین کو حاصل تھی کیا کسی اور کو بھی وہ مقام حاصل تھا۔ اس مضمون کو امام احمد رضا نے انتیس (۲۹) وجوہ سے ثابت کیا۔

وجہ اول میں نظر بھر کے حضور کو دیکھنا شیخین کا حصہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھتے۔

وجہ ثانی میں انہیں دیکھ کر حضور کا تبسم فرمانا۔

وجہ ثالث میں نام کے بجائے صدیق کو کنیت ولقب سے پکارا جانا۔

وجہ رابع میں حضور کے دربار میں صدیق کی نشست گاہ کا ان کے لیے خاص ہونا۔

وجہ خامس صدیق کی مدح فرمائش کر کے حسان سے سننا اور صداقت کی گواہی کے ساتھ خندہ فرمانا۔

وجہ سادس میں صدیق کی شفاعت کو اپنی شفاعت کے مثل بتانا اور ان کی آمد پر پیشانی کو بوسہ دینا اور گلے لگانا۔

وجہ سابع میں صدیق کو اپنا خاص رفیق فرمانا۔

وجہ ثامن میں حضرت مولیٰ علی کی زبانی صدیق کی اکرمیت کا اظہار۔

وجہ تاسع میں امام زین العابدین کا فرمان کہ شیخین کا بارگاہ رسول میں وہی مقام تھا جو اس وقت ہے کہ ان کے جوار میں آرام فرما ہیں۔

وجہ عاشر میں کہ حضور صحابہ میں پہلے ان کا ذکر فرماتے۔

وجہ حادی عشر میں حضور کا فرمان کہ صدیق نے مجھے کبھی ملال نہ دیا۔

وجہ ثانی عشر میں صدیق کی خاطر ان کے بوڑھے باپ پر رحم کا اظہار۔

وجہ ثالث عشر میں ان کو حضور نے دو پیغمبروں اور دو مقرب فرشتوں سے تشبیہ دی اور ان کو اپنا یار فرمایا۔

وجہ رابع عشر میں حضور ہر دن دو مرتبہ صدیق اکبر کے یہاں جاتے۔

وجہ خامس عشر میں یہ کہ حضور کہ دربار میں ان کی مقبولیت اتنی مشہور تھی کہ کفار بھی جانتے تھے۔

وجہ سادس عشر میں حضور کا لوگوں کی موجودگی میں خاص طور پر صدیق اکبر کو اپنے خطاب سے مشرف فرمانا۔

وجہ سابع عشر میں حضور والا کا صحابہ کرام کو صدیق اکبر کا ادب سکھانا۔

وجہ ثامن عشر میں دونوں حضرات کا خاص حضور کے زمانہ اقدس میں مرجع ناس ہونا اور مسائل میں فتویٰ لینا۔

وجہ تاسع عشر میں جنگ بدر کے موقع پر میمنہ حضور صدیق کو ملنا اور حضرت جبرئیل کا ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی طرف نازل ہونا جبکہ میسرہ حضرت علی کو اور حضرت میکائیل کا ان کی طرف آنا، دونوں میں فرق ظاہر ہے۔

وجہ عشرون میں روز بدر صدیق کا بازو تھام کر رب کے حضور اللہ کے رسول نے دعا کی اور صدیق نے تسلی و تسکین کے کلمات عرض کیے۔

وجہ حادی وعشرون میں حضور کے غضب فرمانے کے وقت ان دونوں حضرات کے سوا کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوتی۔

وجہ ثانی وعشرون میں دربار رسالت میں بے اجازت رسول شیخین کے سوا کسی کو قضا وافتا کی مجال نہ تھی۔

وجہ ثالث وعشرون میں ان دونوں حضرات کی وجاہت کا ثمرہ یہ ہوگا کہ منادی پکارے گا کوئی اپنا نامہ ابوبکر وعمر سے پہلے نہ اٹھائے۔

وجہ رابع وعشرون میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے پہلے شخص صدیق ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے۔

وجہ خامس وعشرون میں ہے کہ سب سے حساب لیا جائے گا مگر صدیق سے حساب نہیں۔

وجہ سادس وعشرون میں یہ کہ ان دونوں پر کوئی حاکم نہ ہوگا۔

وجہ سابع وعشرون میں ہے کہ نماز میں صف اول کی داہنی جانب ان دونوں کو مقام ملنا

وجہ ثامن وعشرون میں فاروق اعظم کی موجودگی میں کسی کو بارگاہ رسول مین کچھ سنانے کی اجازت نہ تھی۔

وجہ تاسع وعشرون میں ہے کہ منازعت میں خواہ پہل صدیق کی طرف سے ہوتی لیکن عتاب مدمقابل پر ہوتا۔

ان وجوہ کے بعد تحریر فرمایا: اے عزیز! کیا ان وجوہ باہرہ کے بعد بھی شیخین کی وجاہت سب سے فائق وبرتر نہ جانے گا۔

فصل سوم صدیق اکبر کی حضور سے مشابہت

ہر مسلمان کو حکم ہے کہ حضور صلی الہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرے تا کہ اس مشابہت اور سیرت رسول کی پیروی کے سبب اس کو قرب الہی حاصل ہو۔ لیکن افعال اختیاریہ میں تو بندہ کو کوشش کرنا پڑتی ہے، رہے غیر اختیاریہ تو ان میں محض تقدیر ازلی اور تائید ایزدی ہی شامل حال ہوتی ہے جس کے سبب بندہ نبی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ دوسرے لوگ جب اس وجہ تخصیص کی فکر میں پڑتے ہیں تو جواب ملتا ہے۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔ یعنی اصل خلقت میں اس کے جوہر نفس کو نفس رسول سے نہایت مناسبت پر خلق فرمایا تو قابل اس تخصیص کے یہی تھا۔ اس وقت اس بندے کی قدر ومنزلت قلوب سلیمہ میں بڑھ جاتی ہے اور آسمان وزمین والے اسے عظیم کہہ کر پکارتے ہیں۔

چنانچہ نہایت مناسبت ومشابہت میں صدیق اکبر سب پر فائق تھے، اس سلسلہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا کہ جس قدر مشابہتیں صدیق اکبر ملیں کسی کو نہ ملیں اور ان کی مشابہتیں دوسروں کے مقابلہ میں قوی تر تھیں۔ تفصیل میں جانے سے پہلے حضرت مولیٰ علی کا ایک فرمان نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے۔ اے ابوبکر آپ سب سے زیادہ مشابہ تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چال ڈھال اور رحمت وفضل میں۔

پھر آپ نے چند مشابہتیں ذکر فرمائی ہیں:

مشابہت نمبر (۱): میں فرمایا کہ شوری کی مجالس میں جس طرف حضور کی رائے شریف

کا میلان ہوتا صدیق کا بھی اسی طرف رجحان ہوتا۔

مشابہت نمبر (۲): رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول روز سے کفر و کافرین کی مجالس سے دور و نفور رہے تو صدیق کو بھی کبھی حضور کی رفاقت کے سوا کسی کی صحبت پسند نہ آئی۔

مشابہت نمبر (۳): بتوں اور بت پرستوں سے نفرت تمام انبیائے کرام کی طینت میں خمیر ہوتی ہے، صدیق نے بھی کبھی بتوں کو نہ پوجا بلکہ بچپن میں سنت ابراہیمی پر عمل فرما کر بت خانہ میں اسی انداز سے بتوں کو توڑا۔

مشابہت نمبر (۴): حضور کے فرمان کے مطابق خیر کی تین سو خصلتیں ہیں اور صدیق ان سب کے جامع۔

مشابہت نمبر (۵): حضور کو جوامع الکلم عطا فرما گئے۔ صدیق کو بھی فصل خطاب اور حسن کلام سے نوازا گیا۔ اس کی گواہی فاروق اعظم نے دی۔

مشابہت نمبر (۶): حضور کی جو صفات ام المؤمنین حضرت خدیجہ نے حضور کے غار حرا سے واپسی میں عرض کی تھیں وہی صفات صدیق کے لیے بھی بیان ہوئیں۔

اب تمام پر تفصیل کے لیے کتاب ملاحظہ کیجئے۔

اس کتاب میں تقریباً ۶۹/ آیات۔ ۲۶۲/ احادیث۔ اور ۴۷/ کتب تفاسیر، احادیث، کتب ائمۂ فن اور اقوال علمائے حق کے حوالے ہیں۔
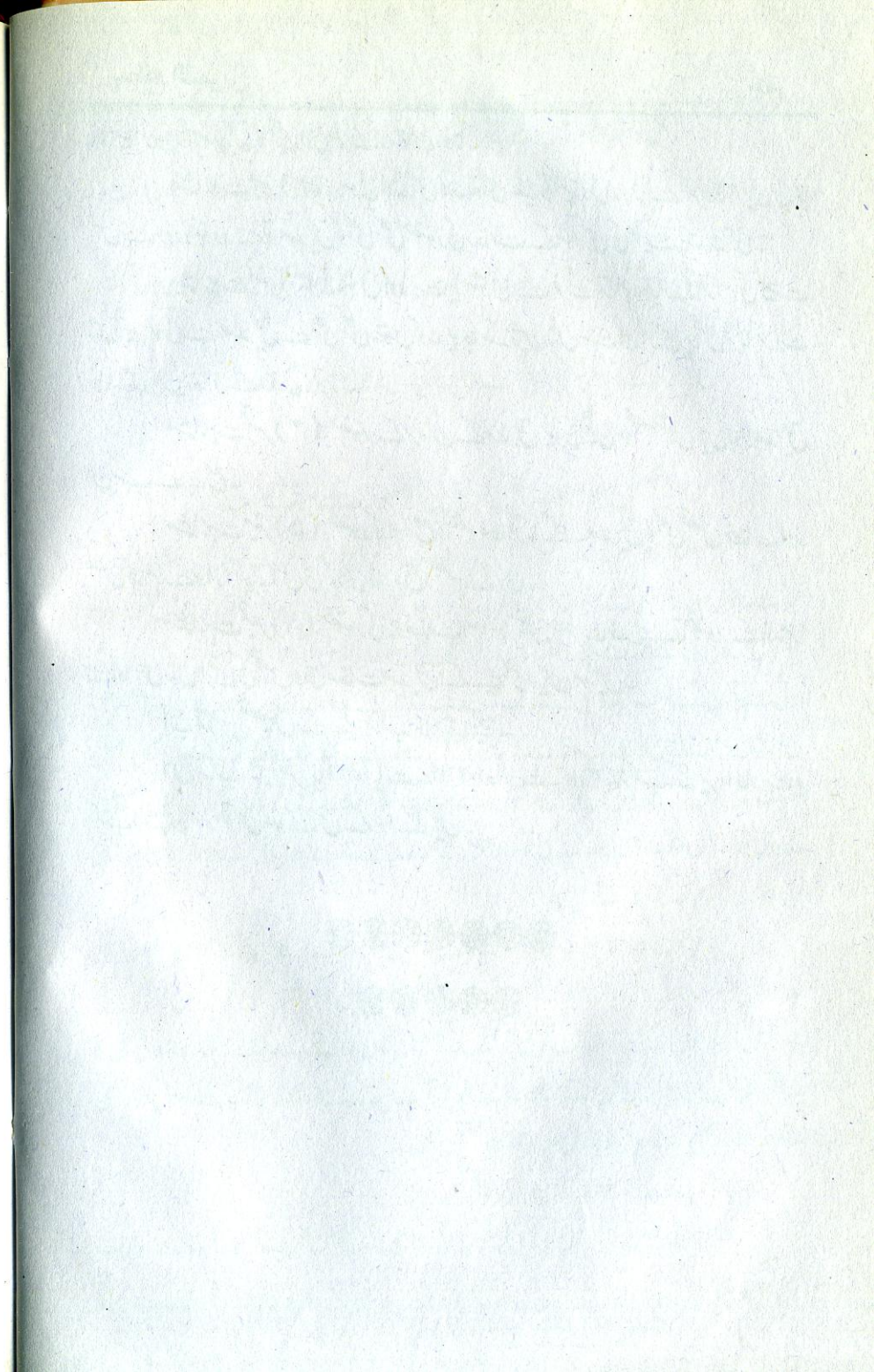
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدالله رب العالمین ، والصلوٰة والسلام علی افضل المرسلین
وآله وصحبه أجمعین، حسبنااللہ ونعم الوکیل، علی اللہ توکلنا
ولاحول ولاقوة إلا باللہ العلی العظیم

مقدمہ

تحقیق معنی افضلیت میں

مشتمل دس تبصروں پر

تبصرۂ اولیٰ: حضرت حق سبحانہ وجل جلالہ نے جب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آرام گاہِ عالم ارواح سے ہدایتِ خلق کے لئے دارالہموم والاحزان میں بھیجا، ہر وقت وہر زمانہ میں خیارِاُمم ان کی صحبت ومعیت وایتلاف وموانست کے لئے پیدا کئے، تا زمانۂ نبی میں اس کی خدمت ورفاقت ونصرت واعانت سے بہرہ یاب ہوں، اوراس کے سایہ عاطفت میں دودھ پیتے بچوں کی طرح پرورش پاکراسی کی عادتیں سیکھیں اور متخلق باخلاق اللہ ہو جائیں۔ پھر جب پیغمبر رحلت فرمائے، اس کی نیابت اور خلق کواس کی روش پر ہدایت اوراس کی شرح کی طرف ارشاد ودعوت کریں، اور جو لوگ مشرف بایمان ہوں ان کے اخلاق وعادات دیکھ کر نبی کی عادات واخلاق سیکھیں، اور ہم نشینانِ گل میں بوئے گل پاکر مشامِ جان تازہ کریں۔ بعدہ جب ان لوگوں کی تعلیم وارشاد وتخلیق واقتیاد کا اثر عالم سے زائل اور یہ سلسلہ متناہی ہو جائے اور خلق ازسرنو مرشد مستقل کی محتاج ہو، اس کے بعد دوسرا پیغمبر بھیجا جائے اور وہ سلسلہ طیبہ جیسے پہلے

شروع ہوا تھا یہاں پھر نظام پائے۔ عرصہ بعید و مدت مدید ایک عالم اسی ذہاب وایاب اور نجومِ رسالت کے طلوع وغروب میں تھا، كلما هلك نبي خلفه نبي[1] ۔

فترتِ عیسوی میں جو ظلمت و تاریکی عالم پر چھائی، کبھی نہ تھی، مذاہب فاسدہ وعقائد کاسدہ پیش از بیش مجتمع ہوئے۔ فرق کفار کا انشعاب بکثرت تھا، اور امم سابقہ کی گمراہی وضلالت اور تازہ احداث وابتداع علاوہ۔ اب وقت وہ آیا کہ آفتاب ختمیت طلوع فرمائے اور عالم میں اس بادشاہ عرش بارگاہ کا حکم احکم جاری ہو جسے جناب باری کی خلافت عظمیٰ حاصل اور اس کی دعوت وہدایت سب سے قوی وکامل ہو، شریعت اس کی کہ خاتم الشرائع ہے ایسی عمدہ تہذیب وغایت اعتدال میں واقع ہو جسے اختلاف امصار وتبدل اعصار نہ بدل سکے، اور اصحاب واحباب اس کے صفات فاضلہ میں ایسے کامل ومنتہی ہوں جس کے تخلق واعتیاد وہدایت وارشاد کا اثر تا قیام قیامت زائل نہ ہونے پائے، کہ یہ سلسلہ معدوم ہوکر عالم کو پھر ہادی بالاستقلال کی حاجت پڑے۔ گویا آیت کریمہ ﴿كنتم خير أُمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر﴾[2] ۔

میں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ پس حکمتِ الٰہیہ نے صحبت ونیابت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے وہ لوگ پسند فرمائے جو بہترین عالم تھے، اور نفوس قدسیہ ان کے فضائل محمودہ میں سب سے اعلیٰ واکرم، تربیت ربانی نے انہیں اس خوبی سے سنوارا کہ شریعت غرائے بیضائے سید الانبیا ﷺ کا بارگراں جسے قولِ ثقیل سے تعبیر فرماتے ہیں ﴿إنا سنلقى عليك قولًا ثقيلا﴾[3] اپنے دوش ہمت پر اٹھالیا، اور باحسن وجوہ اس کی ترویج وتبلیغ کو انجام دیا، اپنے

....

۱۔ جب ایک نبی وصال پاتا تو دوسرا نبی تشریف لے آتا۔

صحیح البخاری، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ج۳، ص ۲۷۱، رقم ۳۱۹۶

صحیح مسلم، باب وجوب الوفا، ج ۲، ص ۳۷۸، رقم الحدیث ۳۴۲۹

السنن الکبری، باب لا یصلح امامان فی عصر واحد، ج ۸، ص ۱۴۴، رقم ۱۶۹۸۹

۲۔ بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے۔

(سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ ۱۱۰)

۳۔ بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ (سورۃ المزمل، آیت نمبر ۵)

مولیٰ وآ قا ﷺ کی عادتیں اختیار کرنا اور ان کی چال چلنا ایسا سکھایا کہ سراپا ان کا آفتاب رسالت کے رنگ میں رنگ گیا، اور ہر رگ وریشہ گل اصطفا کی بو سے مہک اٹھا، اثر ان کے تخلق وتعلم عادات کا ہمیشہ باقی رہے گا اور نور اخلاق مصطفائی کا عالم سے کبھی محو نہ ہوگا،

اسی لئے سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں:

إن الله نظر في قلوب العباد فوجد قلب محمد ﷺ خير قلوب العباد فاصطفاه وبعثه برسالته، ثم نظر في قلوب العباد بعد قلب محمد ﷺ فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزراء نبيه ﷺ يقاتلون عن دينه[1]

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی تو محمد ﷺ کا دل تمام جہان کے دل سے بہتر پایا، پس انہیں چن لیا اور اپنا پیغمبر کر کے بھیجا، پھر قلبِ محمد ﷺ کے بعد قلوب بندگاں ملاحظہ فرمائے تو اصحابِ محمد ﷺ کے دل سب دلوں سے بہتر نظر آئے، پس انہیں اپنے نبی ﷺ کا وزیر کیا کہ اس کے دین کی طرف سے قتال کرتے ہیں۔

آفتاب نیم روز سے روشن تر کہ محبّ جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کی رفاقت وملازمت اور دربار داری وخدمت گزاری کے لئے نہایت سنجیدہ وپسندیدہ اور وفادار وکارگداز ونیک اطوار لوگ جنہیں اپنی نظر میں تمام دنیا سے بہتر اور ان کے ملکات نفسانیہ کو کل عادات حسنہ کا عطر سمجھتا ہے مقرر کرتا ہے۔ حق تبارک وتعالیٰ قادر مطلق اور رسول اللہ ﷺ اس کے محبوب سید المحبوبین، کیا عقل سلیم تجویز کرتی ہے کہ ایسے حکیم بلند قدرت نے ایسے عظیم ذی وجاہت جان محبوبی کان عزت کے لئے خیار خلق کو جلیس وانیس نہ فرمائے۔

ایک روز جناب طیبہ طاہرہ صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا پر خشیتِ الٰہی مستولی اور محاسبہ نفس میں کمال مشغولی تھی، سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضری چاہی، فرما بھیجا اس وقت میں ایک غم وکرب میں ہوں لوٹ جاؤ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: میں

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱، ص ۳۷۹، رقم ۳۶۰۰
اتحاف الخیرہ المھرہ للبوصیری، کتاب علامات النبوۃ، ج ۷، ص ۵۸، رقم ۶۳۷۲
الشریعہ للاجری، باب ذکر فضل جمیع الصحابۃ، ج ۱، ص ۶۱۳، رقم ۱۱۲۷

وہ نہیں کہ بے حاضر ہوئے لوٹ جاؤں۔ آخر اذن دیا اور فرمایا: مجھے اس وقت ایک غم اور بے چینی ہے اور بعض خوفناک باتوں سے ڈر رہی ہوں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ کو مژدہ ہو، خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: عائشہ میری بی بی ہے جنت میں، اور رسول اللہ ﷺ کا رتبہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ہے کہ جہنم کی چنگاریوں سے ایک چنگاری ان کے نکاح میں دے۔ جناب عفت مآب نے فرمایا: تم نے میرا غم دور کیا اللہ تمہارا غم دور کرے۔

فقدروى الإمام أبوحنيفة عن الهيثم عن عكرمة عن ابن عباس أنه استاذن على عائشة فأرسلت إليه أني أجد غماً وكرباًفانصرف، فقال للرسول: ماأنا الذي ينصرف حتى أدخل، فرجع الرسول فأخبرها بذلك، فأذنت له فقالت: إني أجد غماًوكرباًوإني مشفقة مماأخاف عليه، فقال لهاابن عباس: أبشري، فوالله! لقدسمعت رسول الله ﷺ يقول: عائشة زوجي في الجنة، وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أكرم على الله أن يزوجه جمرةً من جمر جهنم فقالت: فرّجت عنّي فرّج الله عنك۔[1]

بالجملہ جناب سید عالم ﷺ کی جلالت شان ان کے اصحاب کرام کی رفعت مکان کو مستلزم، جو کور باطن بے بصیرت ان میں سے کسی پر طعن سے اپنی زبان کو آلودۂ ہزار خباثت کرتا ہے[2] جناب الٰہی کی کمال قدرت و عظیم حکمت، یا رسول اللہ ﷺ کی غایت محبوبیت و نہایت کرامت و منزلت پر حرف رکھتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا:

....

۱۔ مسند امام ابوحنیفہ، صفحہ ۲۳۰، رقم الحدیث ۶۶۲، روایۃ امام ابی محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب ابن الحارث الحارثی۔

۲۔ فن اسماء الرجال کے جلیل القدر امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب تم کسی شخص کو اصحاب رسول علیہ ﷺ میں سے کسی کی تنقیص کرتے ہوئے پاؤ تو سمجھ لو کہ وہ شخص زندیق ہے اس لیے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے سب برحق ہے اور یہ سب صحابہ ہی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے پس صحابہ پر تنقید کرنا کتاب و سنت کو باطل قرار دینے کے مترادف ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس پر ضلالت، زندیقیت، کذب اور فساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور درست ہے۔"

ـ ت ـ الله الله في أصحابي، الله الله في أصحابي، الله الله في أصحابي، لاتتخذوهم غرضاً من بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن اذاهم فقداذاني، ومن اذاني فقداذى الله، ومن اذى الله فيوشك الله أن يأخذه[1]

یعنی اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں، اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں، اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں، انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد، جو ان سے دوستی رکھتا ہے میری محبت کے سبب ان سے دوستی رکھتا ہے، اور جو ان سے کینہ رکھتا ہے وہ میرے بغض کے سبب ان سے بیر رکھتا ہے، اور جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی سو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔

اللہ راضی ہو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت سے، وہ ایسے ہی امور پر لحاظ کر کے فرماتے ہیں: الصحابة كلهم خيار عدول لانتكلم فيهم إلا بخير[2]

....

(الکفایہ للخطیب، باب ماجاء فی تعدیل اللہ ورسولہ للصحابۃ، صفحہ ٤٩)

(تاریخ دمشق، من اسمہ عبداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ ابوزرعہ الرازی، جلد ۳۸، صفحہ ۳۲)

اسی لیے امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق لب کشائی سے رکنا واجب ہے۔ (الیواقیت والجواہر ص ۳۱۵)

۱۔ السنن للترمذی، باب فیمن سب اصحاب النبی، ج ٣، ص ٣٦٢، رقم ٣٧٩٧، صحیح ابن حبان، ذکر الزجر عن اتخاد المرء اصحاب رسول الله، ج٥، ص ٢٤٤، رقم ٧٢٥٦، الاعتقاد للبیهقی، صفحه ٣٢٧، رقم ٢٩٤

۲۔ اصول الدین عندالامام أبی حنیفه، لابن عبدالرحمن الخمیس
المبحث الاول، الامام ابوحنیفه یحب جمیع الصحابة، صفحه ٥٤١
العقیده الطحاویه، باب حب اصحاب النبی، صفحه ٥٧
امام المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ
اہل سنت کی روش یہ ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کا تذکرہ بجز خیر کے نہ کیا جائے۔ (تکمیل الایمان، صفحہ ۱۲۵)

اور اہل سنت کیا کہتے ہیں خود صاحب سنت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا:

-طب- عن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه إذا ذکر أصحابی فامسکوا[1]

جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو زبان روک لو۔

غرض اس میں شک نہیں کہ صحابۂ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعد انبیائے ومرسلین کے خیر الخلق وافضل الناس تھے، مگر جبکہ منظور الٰہی تھا کہ شریعت محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ قوم دون قوم، یا یوم غیر یوم سے خاص اور بعثت والا کسی زمان ومکان پر مقتصر نہ ہو، اور پر ظاہر کے قلوب ناس قبول نصح واستفادہ واسترشاد میں مختلف ہوتے ہیں، بعض پر نرمی سریع الاثر ہوتی ہے، اور بعض بشدت وسختی مانتے ہیں۔ لہٰذا حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ حاملان شریعت ونائبان رسالت ایک رنگ پر نہ ہوں، کسی کے سر پر أرحم امتی بامتی[2] کا تاج رکھا جائے، اور کوئی أشدهم في أمر الله[3] کا خطاب پائے۔ علاوہ بریں جب رحمت الٰہی ان کی طرف بے حدو پایاں متوجہ ہے اور سب تشریف شریف ﴿رضي الله عنهم ورضوا عنه﴾ سے بہرہ مند، عزت ووجاہت ان کی خواستگار ہوئی کہ ان میں سے اکثر کو خلعت ہائے خاصہ کرامت فرمائیں، تاباعث ان کی زیادتِ اعزاز ووفورِ امتیاز کا ہو، بنا برآں بہت اصحاب کرم الطاف وعنایات خاصہ سے ممتاز ہوئے کہ ان کے غیر میں نہ پائی جائیں گو ان سے اعلیٰ وافضل دوسروں میں موجود ہوں۔

مثلاً:- خ- م- س- اول تیر، کہ راہِ خدا میں پھینکا گیا سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا[4]

اور- خ- م- سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو تشریف فداك أبي وأمي سے مشرف فرمایا۔[5]

۱۔ المعجم الکبیر، رقم الحدیث، ۱۰۴۴۸

۲۔ الجامع للترمذی، باب مناقب معاذ بن جبل و زید بن ثابت، رقم الحدیث ۳۸۳۳

۳۔ ان میں سے اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت۔

۴۔ الصحیح لمسلم، کتاب الزهد والرقاق، ۲۹۶۶

۵۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب زبیر، رقم الحدیث ۳۷۲۰

اور۔خ۔م۔س۔ حواری حضور کے حضرت زبیر ہیں۔[1]
اور۔ت۔عبداللہ بن عباس دو بار رؤیت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ممتاز۔[2]
اور۔ت۔سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ کی نسبت ارشاد ہوا: مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے پھر علی۔[3]
اور۔ت۔ابوذر سا راست گفتار زیر آسمان نہیں۔[4]
اور۔حب۔مس۔حسن قرأت میں ابی بن کعب کو سب پر سبقت۔[5]
زید بن ثابت فرائض دانی۔[6]
معاذ بن جبل علم حلال وحرام میں فائق۔[7]
ابوعبیدہ اس اُمت کے امین۔[8]
اور۔خ۔م۔سعد بن معاذ کے انتقال سے عرشِ خدا ہل گیا۔[9]
اور۔خ۔م۔اللہ تعالیٰ نے ام المومنین خدیجہ کو سلام کہلا بھیجا۔[10]
اور۔خ۔م۔سیدنا ابوموسیٰ کو مزمار آلِ داؤد عطا ہوا۔[11]

....

۱۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب ،باب مناقب زبیر، رقم الحدیث ۳۷۲۰
۲۔ الجامع للترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب عبد الله، رقم الحدیث ۳۸٤۱
۳۔ الجامع للترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب اسامه بن زید،رقم الحدیث ۳۸٤٥
٤۔ الجامع للترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب ابی بن کعب ،رقم الحدیث ۳۸۲۷
٥۔ الجامع للترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب ابی بن کعب ،رقم الحدیث ۳۸۰۹
٦۔ الجامع للترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب معاذ بن جبل ،رقم الحدیث ۳۷۹۷
۷۔ الجامع للترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب معاذ بن جبل،رقم الحدیث ۳۸٤٥
۸۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب ،باب مناقب أبي عبیدة، رقم الحدیث ۳۷٤٤
۹۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب ،باب مناقب سعد بی معاذ، رقم الحدیث ۳۸۰۳
۱۰۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب ،باب مناقب تزویج النبی ، رقم الحدیث ۳۸۲۰
۱۱۔ صحیح البخاری، کتاب الفضائل ،باب مناقب زبیر، رقم الحدیث ٥۰٤۸

اور۔خ۔م۔حذیفہ صاحب اسرار ہوئے۔[1]

اور۔خ۔م۔تمیم داری سے رسول اللہ ﷺ نے قصہ جساسہ بلفظ حدثنا تمیم الداري حکایت فرمایا۔[2]

اور۔عس۔صدیق کا سباق بالخیر ہونا فاروق سے بکلمہ حدثني عمر نقل کیا۔[3]

اور۔م۔ت۔واللفظ لہ۔ت۔ حضرت جلیبیب جب شہید ہوئے حضور ان کی نعش اپنے دستِ اقدس پر اٹھا کر لے چلے اور ارشاد فرماتے تھے:

جلیبیب منی وأنا من جلیبیب، جلیبیب منی وأنا من جلیبیب، جلیبیب منی وأنا من جلیبیب،

یعنی جلیبیب میرا اور میں جلیبیب کا، جلیبیب میرا اور میں جلیبیب کا، جلیبیب میرا اور میں جلیبیب کا[4] رضی اللہ تعالیٰ عنهم أجمعین وحشرنا في زمرة محبیهم یوم الدین آمین۔(۵)

یہ تو عموم صحابہ کے بحارِ فضائل سے ایک خفیف قطرہ تھا اور صحرائے فواضل کا ادنیٰ ذرہ، پھر اے اشتیاق بھرے دل اور انتظار والے کان کیا پوچھتا ہے۔حال ان چار سروران ابرار وسیدانِ اخیار کا جو اس بارگاہ عرش اشتباہ کے پہلے صدر نشینان بزم عز وجاہ ہیں۔جن کی کرسی عزت خاص پایۂ تخت سلطانی سے پہلو بہ پہلو بچھائی جاتی ہے اور اس خسرو کون ومکان کے بعد چترِ شہریاری ان کے پاک مبارک سروں پر قربان ہوتا ہے۔

ع: قیاس کن زگلستان من بہارِ مرا

۱۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، جلد ۱۰، صفحه ۳۳۲ (رقم الحدیث ۷۸۳۸)
الاحکام الشرعیة الکبری، جلد ٤، صفحه ۵۷۷

۲۔ مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحه ۳۸، رقم الحدیث ۲۶۵

۳۔ الصحیح لمسلم، رقم الحدیث ٤۵۱۹،

٤۔ الصحیح لمسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل جلیبیب، رقم الحدیث ٤۵۱۹

۵۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارا حشر ان کے محبین میں فرمائے۔آمین۔

روئے زمین کے ریگ دانے ایک ایک کر کے گن لیجیے۔ آسمان کے تارے فرداً فرداً شمار کر دیجیے مگر حاشا کہ ان کے فضائل خاصہ ومناقب مختصر پابندِ زنجیر حصر وشمار ہوں۔

عزیزا! اگر درخت قلمیں اور دریا سیاہی اور طباقِ آسمان اوراق ہو جائیں اور تمام جن وانس تا قیامِ قیامت لکھنے پر کمر باندھیں، عجب کیا کہ ہنوز روزِ اول ہو۔

وعلى تفنن واصفيه بحسنه　　　يفنى الزمان وفيه ما لم يوصف

یہی سبب ہے کہ ان چار ارکان قصر ملت وچار انہار باغ شریعت کے خصائص وفضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کے مناقب پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں اور ان سے بڑھ کر کون ہوگا؟

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم
بہار دامن دل می کشد کہ جا ایں جا

علی الخصوص شمع شبستانِ ولایت، بہار چمنستان معرفت، خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، طاہر مطہر، قاسم کوثر، إمام الواصلین، سید العارفین، مولى المسلمين، امير المومنين، أبو الائمة الطاهرين، مطلوب كل طالب، اسد الله الغالب، مظهر العجائب والغرائب، سيدنا ومولينا علي بن أبى طالب كرم الله تعالىٰ وجهه الكريم، وحشرنا في زمرته في يوم عقيم، آمين۔ کہ اس جناب گردوں قباب کی محامد جلیلہ ومناقب جمیلہ جس کثرت وشہرت کے ساتھ ہیں، دوسرے کے لئے وارد نہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

-م - س - ماجاء لأحد من أصحاب رسول الله عليه وسلم من الفضائل ماجاء لعلى بن أبى طالب۔

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کے لئے اس قدر فضائل وارد نہ ہوئے جس قدر علی ابن ابی طالب کے۔ (۱)

....

۱۔ المستدرك للحاكم، جلد ۳، صفحه ۱۱۶، رقم ۴۵۷۲

تفسير الكشف والبيان، جلد ۱، صفحه ۴۲۱، تفسير سورة المائده، آيت ۵۵

ہمارے ائمہ وعلماء نے ان میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادت کونین وشرافت دارین حاصل کی، والحق غیر متناہی کا شمار کس کا اختیار۔ واللہ العظیم! اگر ہزار دفتر اس جناب کے شرح فضائل میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے ان سے مواخات کی (۲)

علوِنسب وشرافتِ صہر میں سب پر برتری ملی۔ (۳)

جہاد ستانی ولشکر شکنی تھی کہ قوت الٰہی کا نمونہ۔ روئے انور کی تاب وتجلی تھی کہ عارض ایمان کا گلگونہ۔ تلوار تھی یا چہرۂ اسلام کی ڈھال۔ اور بازو تھے کہ زورِ نبوی کی تمثال۔ انہیں

....

۱۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"مانزل فی احد من کتاب اللہ تعالیٰ مانزل فی علی"

کہ قرآن پاک کی جتنی آیات حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی ہیں کسی اور کے حق میں نازل نہیں ہوئیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، جلد ۴۲، صفحہ ۳۶۳)

(تاریخ الخلفاء، للسیوطی، صفحہ ۱۳۲)

۲۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

"انت اخی فی الدنیا والآخرہ"

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

(جامع ترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، رقم الحدیث، ۳۷۲۰)

۳۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

"ان اللہ امرنی اَن ازوج فاطمۃ من علی"

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کروں۔

(الطبرانی فی المعجم الکبیر، جلد ۱۰، صفحہ ۱۵۶، رقم ۱۰۳۰۵)

(اخرجہ ابن سعد فی الطبقات الکبری، جلد ۸، صفحہ ۲۴)

بازوؤں نے درِ خیبر اکھیڑ کر سپر بنایا اور اسد اللہ الغالب لقب پایا۔ خود اس جناب عرفان مآب نے اپنے خصائص میں چند اشعار انشاء وارشاد فرمائے۔

علماء فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب کہ انہیں حفظ کر لے تا فضائل مرتضوی پر وقوف واطلاع رہے، وھی ھذہ:

محمد النبي أخي وصهري	وحمزة سيدالشهداء عمي
وجعفر الذي يضحى ويمسي	يطير مع الملئكة ابن أمي
وبنت محمد سكني وعرسي	مشوب لحمها بد مي ولحمي
وسبطا أحمد ابناى منها	فأيكم له سهم كسهمي
سبقتكم الى الاسلام طرًا	غلاما مابلغت أوان حلمي (۱)

فقیر غفر الله تعالیٰ له نے کہ اللہ اسے اس سرکار کی مداحی مقبول دارین میں عطا فرمائے، ان پانچ اشعار کریمہ کا پانچ شعر میں ترجمہ کر کے شاہد سرمایہ ناز عرب کو لباس تنگ وچست فارس پہنایا، اور دیگر فضائل کی اضافت سے گلدستۂ باغ ایمان بنایا۔

....

۱۔ ترجمہ: نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ میرے چچازاد بھائی اور سُسر ہیں اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں اور حضرت جعفر جو صبح وشام ملائکہ کے ساتھ اُڑتے ہیں وہ میری ماں کے بیٹے ہیں اور محمد مصطفیٰ کریم ﷺ کی صاحبزادی میرے گھر میں رہائش پذیر اور میری دلہن ہیں۔ ان کا گوشت میرے بدن اور میرے گوشت سے ملا ہوا ہے اور احمد مصطفیٰ ﷺ کے دونوں نواسے ان سے میرے بیٹے ہیں۔ تم میں سے کس کے لیے میرے حصے (فضائل) کی طرح حصہ ہے میں تم پر اسلام کی طرح سبقت لے گیا بچپن کی حالت میں جبکہ میں ابھی جوانی کے لمحات کو نہیں پہنچا تھا۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۸، صفحہ ۱۰)

(تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد ۴۲، صفحہ ۵۲۱)

(جامع الاحادیث للسیوطی، مسند علی بن ابی طالب، رقم ۳۴۴۱۷)

منقبت

السلام ای احمدت صہر و برادر آمدہ

حمزہ سردار شہیدان عم اکبر آمدہ

جعفری کومی پرد صبح و مسا با قدسیان

با تو ہم مسکن بہ بطن پاک مادر آمدہ

بنت احمد رونق کاشانہ و بانوئی تو

گوشت و خونت بہ لحم اش شیر و شکر آمدہ

ہر دو ریحان نبی گلہائے تو زان گلزمین

بہرہ گل چینت زین باغ برتر آمدہ

می چمیدی گلبنا در باغ اسلام و ہنوز

غنچہ ات نشگفت و نی نخلے دگر بر آمدہ

ہر نبی را ذریت در صلب او نہادہ اند

نسل پاک مصطفیٰ از پشت تو بر آمدہ

نرم نرم از بزم دامن چیدہ رفتہ بادتند (۱)

....

۱۔ ترجمہ: اے اپنی تعریف کرنے والے نبی کریم ﷺ کے داماد آپ پر سلام ہو۔ شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ آپ کے بڑے چچا ہیں اور حضرت جعفر طیار جو صبح و شام ملائکہ کے ساتھ اڑتے ہیں اے علی وہ اور آپ ایک ہی ماں کے پاکیزہ بطن سے پیدا ہوئے۔ آقائے کائنات رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر آپ کے کاشانہ اقدس کی رونق آپ کی زوجہ ہیں۔ آپ اور سیدۃ النساء ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے دونوں پھول آپ ہی کے گلستان کے پھول ہیں۔ آپ کے باغ کی رونق انہی سے ہے۔ باغ اسلام کی طرف آپ کا جھکاؤ اس وقت بھی تھا جبکہ ابھی آپ کی کلی نہیں کھلی تھی اور نہ ہی اس وقت کوئی دوسرا پودا تھا۔ ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں رکھی گئی لیکن سردار الانبیاء کی نسل پاک آپ سے چلی۔ بزمِ دامن کے چُنے ہوئے نرم و نازک پھول مرجھا رہے ہیں تیز ہوا......

صدیق اکبر کے خصائص سے اس قدر بس کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی شان گرامی کو تمام شانوں سے الگ کر دیا، اور انہیں خاص اپنی ذات پاک کے لئے چن لیا کہ صحابہ سے ارشاد ہوتا ہے:

۔خ۔ هل أنتم تار كولي صاحبي؟ هل أنتم تار كولي صاحبي؟[۱]

کیوں تم سے ہوسکتا ہے کہ میرے یار کو میرے لئے چھوڑ دو، کیوں تم سے ہوسکتا ہے کہ میرے یار کو میرے لئے چھوڑ دو۔ حق جل وعلا نے انہیں ثاني اثنين خطاب دیا[۲]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۔ا۔خ۔م۔ت ۔ ماظنك يا أبابكر باثنين الله ثالثهما[۳]

اے ابوبکر! تیرا کیا گمان ہے ان دو کے ساتھ جن کا تیسرا خدا ہے۔

سبحان اللہ کن دو کے تیسرے؟ ایک رب العلمين جل جلاله، دوسرے افضل المرسلین ﷺ۔

ان تین کا چوتھا نظر آتا نہیں کوئی
واللہ کہ صدیق کا ہمتا نہیں کوئی

فاروقِ اعظم امیر المومنین امام العادلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوہرِ نفس کو خدا جانے صبغۃ اللہ نے کس رنگ پر رنگا تھا کہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

۔ا۔ت۔مس۔طب۔عس۔ لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب[٤]

اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

....

۱۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، رقم الحدیث، ۳۴٦۱
الطبرانی فی المسند الشامیین، جلد ۲، صفحہ ۲۰۸، رقم ۱۱۹۹

۲۔ سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ ٤۰

۳۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، رقم الحدیث، ۳۳۸۰
اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، جلد ٦، صفحہ ۸۰، رقم ۷۷۹۳

٤۔ الجامع للترمذی، باب فی مناقب عمر بن الخطاب، رقم الحدیث، ۳٦۸٦

شیطان اس جناب کے سایہ سے بھاگتا اور جب چہرۂ اقدس پر نظر پڑتی تازیانہ جلال فاروقی کی تاب نہ لاکر منہ کے بل گر پڑتا۔ (۱) سب نے اسلام کی طرف رغبت کی اور انہیں اس سے عزت ملی بخلاف عمر بن الخطاب کہ اسلام نے ان کی طرف رغبت کی اور اسے ان سے عزت ملی۔ (۲) نہ آئے جب تک نہ بلایا اور نہ اٹھے جب تک نہ اٹھایا۔

یہاں چند کلمات شاہ ولی اللہ صاحب کے فقیر کو کس قدر پسند آئے کہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں:

تدبیر غیب اورا خواہی نخواہی باسلام آورد

مصرعہ گر نیاید بخوشی موئی کشانش آرند

مراد بود نہ مرید، مخلص بود نہ مخلِص شتان بین المرتبتین دریں راہ نیامد تا آنکہ از در و دیوار ندایش نکردند و برخوان نعمت نرسید تا آنکہ فکر بہر زبانش نخواندند رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۳)

....

۱۔ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارکہ ہے کہ: "ان الشیطان لیخاف منك یاعمر" اے عمر بے شک آپ سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔

(الجامع للترمذی، باب فی مناقب عمر بن الخطاب، رقم ۳۶۹۰)

(فتح الباری للعسقلانی، جلد ۱۱، صفحہ ۵۸۸)

۲۔ احمد بن حنبل فی المسند، جلد ۲، صفحہ ۹۵، رقم ۵۶۹۶

صحیح ابن حبان، جلد ۱۵، صفحہ ۳۰۵، رقم ۶۸۸۱

مسند البزار، جلد ۶، صفحہ ۵۷، رقم الحدیث ۲۱۱۹

۳۔ خواہی نخواہی تدبیر غیب اسے اسلام کی طرف لائی۔ اگر وہ بخوشی نہ آتے تو انہیں بالوں سے کھینچ کر لے آتے۔ ایسی صورت میں وہ مراد کہلائے گا مرید نہیں مخلَص ہوگا مخلِص نہیں اور دونوں مراتب میں بہت فرق ہے اور وہ اس وقت تک اسے راستے پر نہ آیا جب تک در و دیوار نے اسے نہ پکارا نیز اس وقت تک وہ خوان نعمت تک نہ پہنچے جب تک کہ ہر زبان نے انہیں بار بار دعوت نہ دی۔

(ازالۃ الخفا، مقصد دوم، صفحہ ۴۲، مطبوعہ لاہور)

ذوالنورین غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوانفاق مال میں وہ رتبہ بخشا جس کے سبب:

-ت- ماعلی عثمان مافعل بعد هذه، ماعلی عثمان مافعل بعد هذه،(۱) کاخلعت ملا، یعنی اس کے بعد عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔ اس کے بعد عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔ تجہیز جیش العسرۃ ووقف بیر رومہ وزیادت مسجد نبوی ﷺ روزِ ازل سے اس غنی الدارین کا بہرۂ خاص تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے دوجگر پارے نکاح میں آئے اور ان دوچاند سورج کے سبب ذی النورین لقب پایا، اور فضیلت پر فضیلت یہ کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

- عس - اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں ایک کے بعد ایک سب عثمان کے نکاح میں دیتا۔(۲) کتابت قرآن عظیم سے پہلے مشرف اور لوط علیہ السلام کے بعد اول مہاجر خدا کی طرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) بالجملہ اصل بات وہی ہے کہ

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم
بہار دامن دل می کشد کہ جا اینجاست (۴)

اگر کلام کو اس کے نظام سے خارج کرنا اور سوق بیان کی غرض وغایت سے دور جاپڑنا مخل مرام نہ ہوتا تو سمند خامہ کو کہ اشتیاق جولان میں لگامیں چابتا اور باگیں توڑاتا ہے، چندے رخصت خرام دی جاتی مگر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جواب یاد آیا، اس نے تسکین کردی۔ کسی سردار نصرانی نے آپ سے حضور سید المرسلین ﷺ کی صفت دریافت کی۔ فرمایا:

....

۱۔ اُسد الغابہ، جلد ششم، صفحہ ۵۱۷ تا ۵۱۸، رقم ۳۵۸۳

۲۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۴۹۰
السنن الکبری للبیهقی، رقم الحدیث، ۱۳۲۰۵

۳۔ الشیبانی فی الاحاد والمثانی رقم الحدیث ۱۲۳
الطبرانی فی المعجم الکبیر رقم الحدیث، ۱۴۳

۴۔ جب میں ان چار باغوں میں سے کسی ایک کے گل رعنا کی خوبصورتی کی طرف دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے۔

تفصیل تو میری قدرت میں نہیں، اور اجمال یہ ہے کہ جیسا مرسل ویسا رسول۔ اسی طرح شرف مصطفیٰ ﷺ سے ان حضرات کے فضائل کو اندازہ کیا چاہئے، والسلام۔

تبصرۂ ثانیہ: سید المرسلین ﷺ کی ذات بابرکات سے ادنیٰ انتساب دوجہان کی عزت اور کیسی عمدہ شرافت ہے۔

ـــ صو ـــ اولادِ انصار سے ایک مرد کو کسی نے بعد ان کے انتقال کے خواب میں دیکھا، پوچھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ کہا بخش دیا، کہا: کس سبب سے؟ کہا: بسبب اس مشابہت کے جو مجھے رسول اللہ ﷺ سے تھی۔ کہا: کیا تم سید ہو۔ کہا: نہیں۔ کہا: پھر مشابہت کیسی؟ کہا: ایسی جیسے کتے کو راعی سے ہوتی ہے۔ ابنِ عدیم کہتے ہیں: میں نے اس مشابہت کی یہ تعبیر دی کہ وہ مرد انصاری النسب تھا۔

بعض علماء فرماتے ہیں: میں نے اسے انتساب علم خصوصاً علم حدیث کے ساتھ تاویل کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: سب سے زیادہ قریب مجھ سے وہ لوگ ہیں جو مجھ پر درود بہت بھیجتے ہیں، اور اہل حدیث کی (۱) درود سب سے زیادہ ہے۔ (۲)

۱۔ المسند الشاشی، جلد ۱، صفحہ ۴۶۷، رقم الحدیث ۳۹۲

الطبرانی فی المعجم الکبیر رقم الحدیث ۲۸۰۰

۲۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"فیہ بشارۃ عظیمہ لاصحاب الحدیث لانھم یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولا و فعلا نھارا ولیلاً"

یعنی اس حدیث مبارکہ میں اصحاب الحدیث کے لیے ایک عظیم بشارت ہے کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر اپنے قول وفعل اور صبح وشام درود کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

(المقاصد الحسنة تحت حدیث ۲۶۸، صفحہ ۱۴۱)

(القول البدیع للسخاوی، ۱۴۵)

فقیر کہتا ہے: غفر اللہ لہ، قولِ ثانی اظہر ہے کہ وجہ شبہ سگ وشبان میں محافظت گوسپند ہے، اور علماء بھی رسول اللہ ﷺ کی امت کے اس گرگ خونخوار یعنی شیطان ستمگار سے نگہبان ہیں۔ جب مجرد انتساب پر یہ حال ہے تو ان کا تو کیا کہنا جو رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اقدس کے ٹکڑے، گوشت و پوست ان کا رسول اللہ ﷺ کے خون سے بنا اور سراپا ان کا اس جوہر شریف میں خمیر کیا گیا۔ اللہ اللہ وہ رخشندہ موتی جو بحر اصطفا سے نکلے اور وہ زیبندہ پھول جو شاخِ نبوت میں پھولے، علی الخصوص حضرت بتول جگر پارۂ رسول، خاتونِ جہاں، بانوے جناں، سیدۃ النساء فاطمہ زہراء اور اس دو جہان کی آقازادی کے دونوں شاہزادے، عرش کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخ سیادت کے مہ پارے، باغ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العینین رسول، امامین کریمین، سعیدین، شہیدین، تقیین، نقیین، نیرین، زاہرین، ابو محمد حسن وابو عبداللہ حسین رضی اللہ عنہم وارضی ورحمنا بھم یوم تعرض الاعمال عرضاً آمین۔ (۱)

پھر ان سے جو آگے نسل چلی وہ بھی وہ پاک نونہال ہیں جنہیں آبشار یطھرکم تطھیراً (۲) سے پانی ملا، اور نسیم أخرج منکما کثیراً طیباً (۳) نے نشو ونما دیا، سبحان اللہ۔ وہ برکت والی نسل جس کے منتہی حضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء، اور وہ شجرۂ طیبہ جس کی توقیع مدح أصلھا ثابت وفرعھا فی السماء (۴)

۱۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوب راضی اور اللہ تعالیٰ ان کے صدقے اعمال پیش ہونے کے دن ہم پر رحم فرمائے۔

۲۔ تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کردے۔ (سورۃ الاحزاب، آیت ۳۲)

۳۔ تم دونوں سے بہت سی طیب اولاد پیدا کرے۔

(الصواعق المحرقہ، الباب الحادی عشر فی فضائل اھل البیت النبوی، جلد ۲، صفحہ ۴۱۹)

(مرقات، باب مناقب علی بن ابی طالب، جلد ۱۲، ص ۴۵۳)

(الریاض النضرہ، ذکر أن تزویج فاطمۃ من علی کان بامر اللہ، جلد ۱، صفحہ ۲۵۹)

۴۔ جس کی اصل ثابت ہے اور شاخیں آسمان پر ہیں۔ (سورۃ ابراھیم، آیت نمبر ۲۴)

۔قط۔حب ایک غلام قرشی نے سید العالمین ﷺ کا خون حجامت پی لیا، حضور نے ارشاد فرمایا: احترزت من النار ۔ ویروی: قال: اذهب فقداحرزت نفسك من النار (۱)
یعنی تو دوزخ سے بچ گیا، یا فرمایا: جا کہ تو نے اپنے تئیں دوزخ سے بچالیا۔

عزیزا! جب حضور کے خون پاک کی برکت سے آتش دوزخ حرام ہوگئی تو جو اسی خون سے بنے ہیں اور وہ ان کی رگ و پے میں ساری ہے ان کے غلاموں کو دوزخ کی آنچ کیونکر پہنچ سکتی ہے۔اسی لئے ارشاد ہوتا ہے:

۔طب ۔ رتم۔إن فاطمة أحصنت فرجها فحرمهاالله وذريتها على النار (۲)
بے شک فاطمہ نے اپنی عفت نگاہ رکھی پس خدا نے اسے اور اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام کردیا۔

اور حدیث صحیح (كذاذكرابن حجرنقله المناوی) میں آیا:

۔د۔مس۔ وعدني ربي في أهل بيتي من أقرمنهم بالتوحيد ولي بالبلاغ أن لايعذبهم (۳)

میرے رب نے مجھ سے میرے اہلِ بیت کے حق میں وعدہ کیا: جو ان میں سے خدا کی وحدانیت اور میری تبلیغ رسالت کا اقرار کرے گا اس پر عذاب نہ فرمائے گا۔

اور بروایت ثقات وارد ہوا:۔صو۔حضور نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: إن الله غير معذبك ولاولدك (٤)

....

۱۔ تلخيص الحبير للعسقلانی، جلد ۱، صفحه ۱٦۸، رقم الحديث ۱۷
البدر المنير لابن الملقن الشافعي المصری، جلد ۱، ص ٤٦٤

۲۔ معرفة الصحابه لابی نعيم الاصبهانی، رقم الحديث، ٦۷۰۳
الطبرانی فی المعجم الكبير، رقم الحديث ۲٦۲٥

۳۔ المستدرك للحاكم رقم الحديث، ٤۷۱۸

٤۔ الطبرانی فی المعجم الكبير، جلد ۱۱، صفحه ۲٦۳، رقم الحديث ۱۱٦۸٥
مجمع الزوائد للهيثمی، جلد ۹ صفحه ۲۰۲، رقم ۱٥۱۹۸ (وقال رجاله ثقات)

اللہ نہ تجھے عذاب کرے گا نہ تیرے بچوں کو۔

اور وارد ہوا:

۔ مح ۔ فر ۔ وكذا اخرجه ابوالقاسم بن بشران في أماليه سألت ربي أن لايدخل النار أحداً من أهل بيتي فأعطاني ذلك [۱]

یعنی میں نے اپنے رب سے سوال کیا میرے اہلِ بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ لے جائے، پس اس نے مجھے یہ عطا کیا۔

اور فرماتے ہیں:

۔ طب ۔ قط ۔ أول من أشفع له من أمتي أهل بيتي، الأقرب فالأقرب الحديث [۲]

یعنی میں اپنی امت میں پہلے شفاعت اپنی اہلِ بیت کی کروں گا جو نزدیک تر ہیں پھر جو نزدیک تر ہیں۔

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

۔ مح ۔ سمعت رسول الله ﷺ يقول: اللّٰهم إنهم عترة رسولك فهب مسيئهم لمحسنهم، وهبهم لي ففعل، قلت: مافعل؟ قال: فعله ربكم بكم ويفعله بمن بعدكم [۳]

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کرتے سنا، الٰہی وہ تیرے رسول کی آل ہیں پس ان کے بدکار کو، ان کے نیکوکار کو بخش دے اور ان سب کو مجھے دے ڈال، پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا، میں نے عرض کیا: کیا کیا؟ فرمایا تمہارے رب نے یہ تمہارے ساتھ کیا اور جو تمہارے بعد آئیں گے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔

....

۱۔ أمالی ابن بشران، جلد ۱، صفحه ۳۵۱، رقم الحدیث، ۳۳۲

۲۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۳۵۵۰

۳۔ ذخائر العقبی، صفحه نمبر ۲۰

الصواعق المحرقه، صفحه نمبر ۶۷۲

احادیث کہ اس نسل مکرم کے فضل میں وارد دائرۂ احصاء وشمار سے خارج ہیں۔ اے عزیز! روزِ قیامت سب نسب اور رشتے منقطع ہیں، کوئی نہ پوچھے گا کس کا بیٹا کس کا پوتا۔

ع   کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست (۱)

خود حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

فإذانفخ في الصور فلاأنساب بينهم (۲)

یعنی پھر جس وقت پھونک ماری صور میں تو نہ ذاتیں ہیں ان میں۔

مگر نسب پاک صاحبِ لولاک علیہ وسلم کا اور حضور علیہ وسلم سے رشتہ وعلاقہ کہ یہ وہ عروۂ وثقی ہے جسے کبھی انقطاع نہیں۔ قصہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے:

۔ ر۔ حضور سرورِ عالم علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا: لوگوں کو نماز کے لئے ندا کریں پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

مابال أقوام يزعمون أن قرابتي لاتنفع، كل سبب ونسب تنقطع يوم القيمة إلانسبي وسببي؛ فإنها موصولة في الدنيا والاخرة(۳)

یعنی کیا حال ہے ان لوگوں کا جو گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، روزِ قیامت ہر رشتہ ونسب منقطع ہوگا سوا میرے نسب وعلاقہ کے کہ وہ دنیا وآخرت میں جوڑا ہوا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بطریقِ عدیدہ حضور سے مروی کہ ان میں بعض کے رجال اہلِ توثیق ہیں اور اسے بیہقی وحاکم ودار قطنی وبزار وطبرانی نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم وحضرت عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن زبیر ومنذر ومسور وغیرہم صحابہ سے روایت کیا رضوان اللہ تعالیٰ علیهم أجمعين۔

۱۔ ترجمہ: کہ اس معاملہ میں فلاں ابن فلاں کوئی شے نہیں۔

۲۔ سورة المومنون آيت نمبر ۱۰۱

۳۔ مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۰۹۱۸

البعث والنشور للبيهقى رقم الحديث، ۸

مجمع الزوائد رقم الحديث ۱۳۸۲۷، جلد ۸، صفحه ۳۹۸

ذہبی کہتے ہیں: اسناد اس کی صالح ہے، اور ابنِ حجر نے صواعق میں بعض طرق کو صحیح کہا، اور:

ـــ طب ـــ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے قصہ امِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تزعمون أن شفاعتي لاتنال أهل بيتي وأن شفاعتي تنال صداء وحكما(۱)

تم گمان کرتے ہو میری شفاعت میرے اہلِ بیت کو نہ پہنچے گی حالانکہ میری شفاعت تو صداء وحکم کو پہنچے گی، کہ دو قبیلے ہیں اہلِ عرب کے یمن میں۔

یعنی جب دور والے محروم نہیں تو پھر گھر والے تو گھر والے ہیں، مگر بایں ہمہ قرآن وحدیث نے ہمیں کان کھول کر سنا دیا کہ نسب وجزئیت عند اللہ مدار افضلیت نہیں بلکہ اس کا مدار مزیت دین وتقویٰ ہے۔

قال ربنا تبارك وتعالىٰ: ﴿يٰأيها الناس إنا خلقنكم من ذكروأنثى وجعلنكم شعوباوقبائل لتعارفوا، إن أكرمكم عندالله أتقكم﴾(۲)

....

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ راقم کو صرف دو کتب میں مل سکی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

الصواعق المحرقه، باب الحث علی حبهم، جلد ۲، صفحه ٦٦١

کنز العمال، جلد ۱۳، صفحه ٦٤٤، رقم الحدیث ۳۷٦۲۷

جب کہ یہی حدیث مبارکہ تبدیلی متن، یعنی اس متن کے ساتھ درج ذیل کتب میں موجود ہے:

"فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مابال اقوام یزعمون اَن شفاعتی لا تنال اهل بیتی وان شفاعتی تنال جاء وحکم" الطبرانی فی المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۲۱۰۸۰

مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحه ٤١٥، رقم ١٥٤٠١

ابن عاصم فی الاحاد والمثانی، جلد ۵، ص ٤٧٠، رقم ٣١٦٥

۲۔ سوره الحجرات، آیت نمبر ۱۳

یعنی اے لوگو ہم نے تمہیں پیدا کیا ایک نر اور ایک مادہ سے اور کیا تم کو شاخیں اور قبیلے تا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک بزرگ تر تمہارا خدا کے نزدیک تمہارا بڑا پرہیز گار ہے۔

یعنی اصل تم سب کی ایک مرد و عورت سے ہے، نسب کی شاخیں اور قبیلوں کی جدائیاں تو اس غرض سے ہیں کہ اپنے اقربا کو پہچان کر صلہ رحم کرو، ہماری بارگاہ میں زیادت عز و وجاہت اسی سے ہے کہ پرہیز گاری زیادہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

-خ-م- عن ابی هريرة أكرم الناس أتقهم (۱)

یعنی زیادہ بزرگ لوگوں میں وہ ہے جو زیادہ تقوے والا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

-ا- انظر فإنك لست بخير من أحمر ولا أسود إلاأن تفضله بتقوى الله (۲)

یعنی دیکھ کہ تو کسی سرخ و سیاہ سے بہتر نہیں مگر یہ کہ تو اس سے تقویٰ خدا میں زیادہ ہو۔

اور فرماتے ہیں:

-طب- المسلمون إخوة لافضل لأحد على أحد إلا بالتقوى (۳)

یعنی مسلمان آپس میں بھائی ہیں کسی کو کسی پر بڑائی نہیں مگر بسبب تقویٰ کے۔

اور فرماتے ہیں:

-ت- إن الله قد أذهب عنكم عيبة الجاهلية، إنما هو مومن تقي وفاجر وشقي، الناس كلهم بنو آدم وآدم خلق من تراب (۴)

....

۱- صحیح البخاری، رقم الحدیث، ۳۱۰۴ الصحيح لمسلم، رقم الحديث، ۴۳۸۳

۲- غاية المقصد، رقم الحديث، ۵۲۵ ابن كثير، تفسير سورة الحجرات، ۱۳

۳- الطبراني فى المعجم الكبير، رقم الحديث، ۳۵۴۷

مجمع الزوائد للهيثمي، رقم الحديث، ۱۳۰۸۰

۴- الجامع للترمذی، رقم الحدیث، ۳۱۹۳

یعنی بے شک خدا نے تم سے دور کیا نخوتِ جاہلیت کو، لوگ دو ہی قسم کے ہیں: مسلمان پرہیز گار اور بد بخت تباہ کار، آدمی سب اولادِ آدم ہیں اور آدم کی پیدائش مٹی سے۔

اور فرماتے ہیں:

۔م۔ق۔ إن الله لا ینظر إلی صورکم وأموالکم، ولکن ینظر إلی قلوبکم وأعمالکم (۱)

یعنی بے شک خدا تمہاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

۔ا۔ إن أنسابکم هذه لیست بمسبة علی أحد، کلکم بنو آدم، لیس لاحد علی أحد فضل إلا بدین أو تقوی (۲)

یعنی تمہارے نسب کسی کو عار دلانے کے لئے نہیں، تم سب اولادِ آدم ہو کسی کو کسی پر بڑائی نہیں مگر دین یا تقویٰ سے۔

اور فرماتے ہیں:

۔ا۔ یاأیها الناس إن ربکم واحد، وإن أباکم واحد، ألا لا فضل لعربي علی عجمي ولا لأسود علی أحمر إلا بالتقوی خیرکم عندالله أتقکم الله (۳)

یعنی اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک۔ سن لو نہ کسی عربی کو بزرگی عجمی

....

۱۔ معجم ابن عساکر، جلد ۲، صفحه ۱۳۷، رقم ۱۳۴۷

الصحیح لمسلم، رقم الحدیث، ۴۶۵۱

۲۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، جلد ۲۰، صفحه ۱۲۱، رقم ۱۶۹۹۸

السنة لابن عاصم، جلد ۱، صفحه ۲۰۷، رقم ۱۶۹

مجمع الزوائد للهیثمی، جلد ۱۰، صفحه ۴۰۰ رقم، ۱۷۷۱۸

۳۔ المستدرك للحاکم، رقم الحدیث، ۴۷۷۹

الطبرانی فی المعجم الکبیر، جلد ۳، صفحه ۳۸، رقم ۲۶۰۸

پر، نہ کسی سیاہ کو سرخ پر، مگر بسبب تقویٰ کے۔ بہتر تمہارا خدا کے نزدیک وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈرتا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

۔ جر ۔عک ۔ الناس لآدم وحواء، إن الله لايسألكم عن أحسابكم ولا عن أنسابكم يوم القيمة إلا عن أعمالكم ﴿إن أكرمكم عندالله أتقكم﴾ (۱)

یعنی خدا روزِ قیامت تمہارے حسب پوچھے گا نہ نسب سوا اعمال کے۔ بے شک تم میں زیادہ بڑائی خدا کے یہاں اسے ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

اور فرماتے ہیں:

۔م ۔من أبطابه عمله لم يسرع به نسبه (۲)

جس کے ساتھ اس کا عمل درنگ کرے گا اس کا نسب جلدی نہ کرے گا یعنی جو اپنے اعمال میں گھٹ رہا نسب سے نہ بڑھ جائے گا۔

اور فرماتے ہیں:

۔ طب ۔ إن أهل بيتي يرون أنهم أولى الناس بي وليس كذلك ،إن أولى الناس بي منكم المتقون، من كانوا وحيث كانوا (۳)

یعنی میرے اہل بیت کو خیال ہے کہ وہ سب میں زیادہ مجھ سے قریب ہیں اور ایسا نہیں۔ بے شک سب میں زیادہ نزدیک مجھ سے تمہارے پرہیز گار ہیں، کوئی ہوں اور کہیں ہوں۔

اے عزیز! اگر نسبتِ جزئیت مدارِ افضلیت ہوتی تو سراپردہائے عفت آسمان رفعت، کنیزان درگاہ تقدس پناہ حضرات بتول زہرا و زینب و رقیہ و ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خدام

۱۔ الطبرانی فی المعجم الاوسط رقم الحدیث ۷۶۷۵

۲۔ مسند الحمیدی، جلد ۲، ص ۴۳۴ رقم، ۹۸۸

السنن للنسائی، جلد ۱، ص ۲۹، رقم ۴۰

۳۔ الطبرانی في المعجم الكبير، رقم الحديث ۲۴۱۔۲۰/۱۲۰

بارگاہ والا جاہ مرتضوی پر تفضیل ہوتی بلکہ جناب سبطین کریمین بھی حضرت مولیٰ سے افضل ہوتے کہ ان کی قرابت کو ان جگر پاروں سے جو درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے اجزائے بدن ہیں کیا مناسبت حالانکہ یہ امر باجماع فریقین باطل، خود رسول اللہ ﷺ نے جناب ابنین مکرمین رضی اللہ عنہما کو اپنا بیٹا اور جوانانِ اہل جنت کا سردار کہہ کے ان کے والد ماجد کو ان پر تفضیل دی۔

فقد أخرج ۔ق۔ عن ابن عمر.و ۔مس۔ عنه وعن ابن مسعود ۔و۔طب ۔عن قرة ومالك بن الحويرث. و۔عس۔عن علی وابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین "أن النبی ﷺ قال: ابنای هذان: الحسن والحسین سیداشاب أهل الجنة وأبوهما خیر منهما"(۱)

_ولفظ ۔طب ۔أفضل منهما ،صححة الحاکم وإسناد الطب حسن:(۲)

یعنی حضور نے ارشاد فرمایا میرے یہ دونوں بیٹے حسن وحسین سب جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر وافضل ہے۔

البتہ محبت طبعی اپنے عزیزوں قریبوں سے زیادہ ہوتی ہے۔اس میں ہمارا کلام نہیں، جاہ وکرامت دینی کا مدار وہی مزیت تقوی ہے کمامر۔

....

۲۔ تفسیر ابن ابی حاتم، جلد ۸، صفحه ۲۲۷، رقم الحدیث ۱۱۹۲۲

ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، جلد ۵، صفحه ۳۲۰

۳۔ الطبرانی فی المعجم الاوسط رقم الحدیث، ۳۳۳۲

(بحر الفوائد المسمیٰ بمعانی الاخیار للکلاباذی، رقم الحدیث ۲۵۴)

مجمع الزوائد، جلد ۱۰، صفحه ۴۷۵، رقم الحدیث ۱۷۹۴۶ (وقال فیه نوح بن ابی مریم، وهو ضعیف)

المقاصد الحسنه للسخاوی، حرف الهمزه، صفحه ۴۰، رقم الحدیث ۳

اسی لئے ارشاد ہوتا ہے:

- طس -: عن أبی هريرة رجاله رجال الصحيح "فاطمة أحب إلیّ منك وأنت أعز علیّ منها(۱)

یعنی اے علی فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور تیری عزت میری نگاہ میں اس سے بیش تر ہے۔

تنبیہ نبیہ

سید المرسلین ﷺ کی ابوت صرف ابوت جسمانی پر مقتصر نہیں بلکہ اس کی دوسری قسم روحانی ہے، اور یہ قسم قسمِ اول سے اعلیٰ واکمل۔ تمام مسلمان حضور کے مثل اولاد ہیں کہ زیر سایہ رحمت تربیت و پرورش پاتے ہیں۔

اس لئے ارشاد ہوتا ہے:

- ا - د - س - ق - حب - إنما أنا لكم بمنزلة الوالد أعلّمكم (۲)

یعنی میں تمہارے لئے بجائے باپ کے ہوں تمہیں تعلیم کرتا ہوں۔

اور قرأت شاذہ میں وارد: ﴿النبي أولى بالمومنين من أنفسهم وأزواجه أمهاتهم وهو أبوهم﴾ (۳)

یعنی نبی زیادہ والی ہے مسلمانوں کا ان کی جانوں سے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور وہ ان کا باپ۔

علماء فرماتے ہیں: حضور کی کنیتوں سے ایک کنیت ابوالمومنین ہے، یعنی سب مسلمانوں کے باپ، پھر جو شخص مشیمۂ نفس وتکدرات ہوا کی ظلمات سے باہر آ کر فضائے وسیع اتقا میں قدم رکھتا، اور اس ولادت ثانیہ کے بعد ذکر خدا سے استہلال کرتا اور خون ناپاک جب دنیا کا تغذیہ چھوڑ شیر خوشگوار شریعت سے نشوونما پاتا ہے اس کا نسب معنوی نہایت مستحکم ہو کر تربیت محمدیہ کا سچا

....

(۱) المعجم الاوسط، حدیث ۶۷۵ ۵/۵، ۳۸۰

(۲) السنن لأبی داؤد، کتاب الطهارة حدیث ۸، ص ۳۷

(۳) الدر المنثور، ۶/ ۵۰۰

بیٹا پیارا فرزند گنا جاتا ہے، اور یہ نسب نسبِ ظاہری سے بغایت اعلیٰ واغلی ہوتا ہے، اس لئے شرافت عالم کو شرف سید پر ترجیح وتفوق ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

۔طس ۔طص ۔آل محمد کل تقي (۱)

محمد ﷺ کی آل ہر پرہیز گار ہے۔

امام الفریقین عارف اجل حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز رسالہ اعلام الہدیٰ وعقیدہ ارباب التقیٰ میں فرماتے ہیں:

كونك تنسب عليّا إلى النبي ﷺ بالصحبة أكمل في وصفه من نسبة القرابة ؛إذهي نسبة صورية والكل عال؛ لأن نسبة القرابةنسبة صورية ونسبة الصحبة نسبة معنىً (۲)

تیرا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی طرف سے صحبت کے لحاظ سے منسوب کرنا زیادہ کامل ہے نسبتِ قرابت کے وصف سے، جبکہ یہ نسبت صوری ہے، ویسے دونوں نسبتیں بڑی بلند ہیں، اس لئے کہ نسبتِ قرابت نسبتِ صوری ہے اور نسبتِ صحبت نسبتِ معنوی ہے۔

''عوارف'' کے باب اول فی التمسک بالعقیدۃ الصحیحۃ میں ہے:

شک نیست کہ محبت ہر محبوبے اقتضای محبت کند باہر کہ نسبتے بسبب قرب وقرابت با او دارد و صحابہ واہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم بعضے ہم نسبت صورت ومعنی داشتند وبعض مجرد معنی ونسبت معنوی از نسبت صوری کامل ترست۔

پس خوب ملحوظ ومحفوظ رہے کہ صحابہ کرام میں کسی کو شرف جزئیت سے محرومی نہیں بلکہ وہ سب حضور سرور عالم ﷺ کے اہل وعیال واجزا واطفال ہیں اور حضور سے اعلیٰ درجہ کا قرب وقرابت رکھنے والے۔

---

(۱) المعجم الاوسط، باب من اسمہ جعفر، حدیث ۳۳۳۲، ج ۲ ص ۲۹۵

(۲) رسالہ اعلام الہدیٰ وعقیدہ ارباب التقی

اسی جگہ سے فقیر عرض کرتا ہے۔(۱)

مثنوی

بحر ذاخر شرع پاک مصطفے
واں صدف عرش خلافت ای فتے

قطرہا آن چار بزم آرائے او
زانکہ اوکل بودو شاں اجزائے او

برگہائے آں گل زیبا بدند
رنگ و بوئے احمدی می داشتند

قصد کارے کرد آن شاہ جواد
ہر یکے انی لہ گویاں ستاد

جنبش ابرو نہ تکلیف کلام
خود بود این کار اجزا اوالسلام

آن عتیق اللہ امام المتقین
بود قلب خاشع سلطان دیں

واں عمر حق گو زبان آنجناب
ينطق الحق عليه والصواب

بود عثماں شرمگیں چشم نبی
تیغ زن دست جواد او علی

نیست گر دست نبی شیر خدا
چون ید اللہ نام آمد مرورا

دستِ احمد عین دست ذوالجلال
آمد اندر بیعت واندر قتال

سنگریزہ می زند دستِ جناب

ما رمیت اذ رمیت آید خطاب

وصف اہل بیعت آمد اے رشید

فوق أیدیھم یداللہ المجید(۱)

تبصرۂ ثالثہ: بعض فضیلتیں اس درجہ قبول ورضا میں واقع ہوتی ہیں کہ وہ ایک عنداللہ ہزار پر غالب آتی ہیں، جس کا ناصیہ دل آستانہ شرع پر جبیں سائی سے منور اس پر یہ امر شمس وامس سے اظہر، احادیث صحیحہ نصوص معتبرہ سے ثابت کہ:

۔ ت۔ ق۔ ایک ساعت صف جہاد میں کھڑا ہونا ہزار دن کی عبادت اور ایک رات راہ خدا میں پاسبانی ہزار رات کے صیام وقیام (۲)

....

۱۔ ترجمہ: شریعت مصطفیٰ بہت بڑا سمندر ہے اے نوجوان عرش خلافت کے یہ چار تابناک موتی شریعت مصطفیٰ ﷺ کے سمندر کی زینت ہیں اس لیے کہ وہ کل ہے اور جز کی شان کل کی شان ہوتی ہے اور جو کوئی اس کا گل زیبا ہو تو وہ رنگ وبو حضور والی رکھتا ہے اور جو کوئی کسی کام کے لیے اس شہنشاہ سخاوت کی طرف رُخ کرتا ہے تو آپ اس حاجت مند کے لیے فرماتے ہیں (یعنی میں اس کے لیے ہوں) نہ ابرو کو حرکت دیتے ہیں نہ کلام کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ اس کا کام خود بخود ہو جاتا ہے اور وہ (یعنی حضرت ابو بکر صدیق) اللہ کے دوست اور امام المتقین ہیں ان کا دل خاشع اور وہ سلطان دین ہیں اور حضرت عمر راست گو ہیں آپ کے متعلق ہی یہ ارشاد ہے کہ (آپ کی زبان اقدس سے حق اور درست بات نکلتی ہے) اور حضرت عثمان شرم وحیا والے چشم نبی ان کے لیے زبردست ڈھال اور سخاوت میں بے مثال ہیں اور حضرت علی شیر خدا نبی کریم کے دست وبازو ہیں جیسا کہ آپ کے مبارک ہاتھوں کے لیے ''یداللہ'' کا لقب آیا اور حضور کا ہاتھ رب ذوالجلال کا دست قدرت ہے جیسا کہ بیعت رضوان اور جنگ میں آیا ہے جب آپ نے اپنے دست مبارک سے پتھر پھینکے تو اس پر ''مارمیت اذ رمیت'' کا خطاب آیا۔ اے ہدایت پانے والے اہل بیعت کا وصف یوں آیا کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ بزرگ وبرتر کا ہاتھ ہے۔

(۲) کنز العمال، کتاب الجہاد، حدیث: ۱۰۵۰۶۔ ج ٤ ص ۱۲۲

الجهاد لابن أبی عاصم، جلد ۲، صفحه ٦٩٩، رقم ۳۰۸

اور: ۔ن ۔فر ۔عالم کی خدمت میں گھڑی بھر کی حاضری ہزار دن کی ریاضت (۱)

اور: عالم کی ایک ساعت کہ اپنے بچھونے پر تکیہ لگائے علم دین کا مطالعہ کرے عابد کی ستر برس کی عبادت (۲)

اور: رمضان کا ایک روزہ ماہ حرام اور ماہ حرام کا اور دنوں کے تیس روزوں (۳)

سے افضل ہے۔

اور: عشرۂ اول ذی الحجہ میں ایک روزہ صیام یک سالہ، اور اشہر حرم میں پنج شنبہ جمعہ شنبہ کا اکیس سو برس کی عبادت اور ماہِ رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا لا اقل ستر گونہ (۴)

اور: ۔ ق ۔ مسجد القدس میں ایک رکعت پانچ ہزار اور مسجد اقدس مدینہ میں پچاس ہزار اور مسجد الحرام میں ایک لاکھ اور کعبہ میں بیس لاکھ رکعت کا ثواب رکھتی ہے۔ (۵)

اور: ۔ قی ۔ مدینہ طیبہ میں رمضان کے روزے غیر مدینہ میں ہزار مہینوں کے صیام اور ایک جمعہ اور جگہ کے ہزار جمعہ کی مثل ہے۔ (۶)

اور: ۔ا۔ مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستر نمازوں سے افضل۔

اور: ۔ا ۔خ ۔م ۔د ۔ت ۔ق ۔مس ۔ ہمارا کوہ احد برابر سونا صحابہ کے تین پاؤ غلہ برابر نہیں۔ (۷)

اور: ۔ خ ۔ م ۔ ایک شخص اسی وقت مسلمان ہوا اور جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور

....

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الامارة۔ حدیث: ۱۹۱۳، ص ۱۰۵۹

۲۔ جامع الاحادیث، حرف السین، جلد ۷، صفحہ ۲۰۷، رقم ۱۲۹۴۷

۳۔ لم اجد

٤۔ کنز العمال، کتاب العلم، حدیث ۲۸۷۸۵

٥۔ اخبار اصفهان، جلد ۱۰، صفحه ۷۸، رقم ۱۹۹۵

٦۔ سنن ابن ماجه، جلد ۱، ص ٤٥٣، رقم ۱٤۱۳

۷۔ السنن الکبری للبیهقي، باب تاکید السواك، جلد ۱، ص ۳۸، رقم ۱٦۳

نے ارشاد فرمایا: عمل هذا قليل فاجره كثير (١) اس کا عمل قلیل اور اجر کثیر:

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۔ر۔ واللہ ابو بکر کا ایک دن رات عمر کی تمام عمر سے بہتر ہے۔ (٢)

۔یع۔ عن عمار بن ياسر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله ﷺ أتاني جبريل انفا فقلت: ياجبريل! حدثني بفضائل عمر بن الخطاب فقال: لو حدثتك بفضائل عمر منذ مالبث نوح في قومه مانفدت فضائل عمر، وإن عمر حسنة من حسنات أبي بكر (٣)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس جبریل آیا، میں نے کہا: اے جبریل میرے سامنے عمر بن الخطاب کی فضیلتیں بیان کرو۔ جبریل نے عرض کیا: اگر میں عمر کے فضائل اس قدر مدت تک حضور سے کہوں جب تک نوح اپنی قوم میں رہے فضائل عمر ختم نہ ہوں، اور بے شک عمر ایک نیکی ہے ابو بکر کی نیکیوں سے۔

قلت والحديث فيه شيء ولكنه في الفضائل مغتفر۔ (٤)

تبصرۂ رابعہ: جب توفیقِ الٰہی ہدایت اور عنایت ازلی تربیت فرماتی ہے بندہ دامن شریعت کو مضبوط تھام کر مناہج سلوک میں گرم جولاں ہوتا ہے، اور از آنجا کہ یہاں کا راہم غیر حق سے انقطاع وتبتل ہے، لہٰذا پہلی منزل تصحیح خیال وتصفیہ تصور کی پڑتی ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ لطیف تدبیروں اور پیاری تصویروں سے جی بہلا کر پریشان نظری کی عادت چھٹاتے اور کشاکش این وآں سے نجات دے کر نقش احدیت لوح دل میں جماتے ہیں۔ رزقنا الله بجاه مشائخنا

....

١۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابى سعيد الخدرى، جلد ٢٢، صفحه ٢٠٢، رقم ١٠٦٥٧

٢۔ مسند ابو عوانة، باب ثواب الشهيد الذى يقتل فى سبيل الله، جلد ٤، ص ٤٥٩، رقم ٧٣٣٤

٣۔ جامع الاصول فى احاديث الرسول لابن الاثير، ج ٨، ص ٦٣٢، رقم الحديث ٦٤٦٦

٤۔ میں کہتا ہوں حدیث میں کلام ہے مگر فضائل میں چشم پوشی کی جاتی ہے۔

الکرام قدست أسرارھم، آمین۔ (۱)

اس سفر کو سیر الی اللہ اور اس کے منتہی کو مقام فنافی اللہ کہتے ہیں، اس مرحلہ کے طے میں سب اولیاء برابر ہوتے ہیں، اور وہاں ﴿لا نفرق بین احد من رسلہ﴾ کی طرح لانفرق بین أحد من أولیاء ہ کہا جاتا ہے۔ جب ماسوا اللہ آنکھوں سے گر گیا اور مرتبہ فنا تک پہنچ کر قدم آگے بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے، اس کے لئے انتہا نہیں، اور یہیں تفاوتِ قرب جلوہ گر ہوتے ہیں۔ جس کی سیر فی اللہ زائد وہی خدا سے زیادہ نزدیک، پھر بعض بڑھتے چلے جاتے ہیں، اور بعض کو دعوت خلق کے لئے تنزل ناسوتی عطا فرماتے ہیں۔ اس کا نام سیر من اللہ ہے۔ ان سے طریقہ خرقہ و بیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلہ طریقت جنبش میں آتا ہے۔ یہ معنی اسے مستلزم نہیں کہ ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے اور نزدیکی و بالا روی میں تفوق ہاتھ آئے اگرچہ یہ ایک فضل جداگانہ تھا جو انہیں ملا، اور دوسروں کو عطا نہ ہوا۔ آخر نہ دیکھا کہ حضرت مولا رضی اللہ عنہ کے خلفائے کرام میں حضرت سبطِ اصغر و جناب خواجہ حسن بصری کو تنزلِ ناسوتی و مرتبہ ارشاد و تکمیل ملا، اور حضرت سبطِ اکبر سے کوئی سلسلہ جاری و مشتہر نہ ہوا حالانکہ قرب و ولایت امام مجتبیٰ ولایت و قرب خواجہ سے بالیقین اتم و اعلیٰ، اور ظاہر احادیث سے سبطِ اصغر شہزادۂ گلگون قبا پر بھی ان کا فضل ثابت۔ رضی اللہ عنھم أجمعین، ھذا حاصل ماأفادہ سیدي ومولاي سلالۃ الأکابر العارف الفاضل کابرًاعن کابر سیدنا أبوالحسین الأحمدي النوري مدظلہ العالي۔ (ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ)

تبصرۂ خامسہ: طبیعت کو معاملہ فہمی سے مناسبت، فصل قضا میں افکار کی متانت، حسن روی ثقوبِ رائے و شجاعت و سخاوت زور و طاقت و امثال ذلک۔ ملکاتِ نفسانیہ و کمالاتِ خلقیہ میں مزیت مدار افضلیت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرما چکے: اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک، آدمی سب آدم و حوا کی اولاد، اور آدم کی اصل مٹی، خدا روزِ قیامت حسب و نسب نہ پوچھے گا (۲) اگر ایسے ہی امور پر مدارِ کار ہوتا تو جزئیت سید المرسلین ﷺ اس کے ساتھ احق و الیق.................................

۱۔ اللہ عزوجل ہمارے مشائخ کرام قدست اسرارہم کی وجاہت کے طفیل ہمیں عطا فرمائے۔ آمین

۲۔ الطبقات الکبری لابن سعد، جلد ۱، صفحہ ۳۴

عزیزا! انصاف کر کہ ان خصائص میں تو کفار بھی اہلِ اسلام کے شریک ہیں، حکومت کسرے، وحسن پدم، وذہن فلاطون، وشجاعت رستم، وطاقت اسفندیار، وسخاوت حاتم یادگارِ زمانہ ہیں، پھر ایسے فضائل پر سادات مؤمنین صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے تفاضل باہمی کو بنا کران کی شان رفیع میں گستاخی ہے، عیاذاًباللہ.

تبصرۂ سادسہ: اس میں شک نہیں کہ نکوئی زن وخوبی اولاد سعاداتِ مطلوبہ سے ہے، اور اہل فضل سے مصاہرت ترقی بخش وجاہت، علی الخصوص انبیاء لاسیما سید الوری علیہ وعلیہم التحیۃ الثناء سے یہ علاقہ، کہ اس عظیم شرف سے ممتاز، اگر ہنگامِ فخر وناز آسمان پر قدم نہ رکھیں تو بجا، مگر تاہم یہ باتیں امورِ خارجیہ ہیں نہ محاسن ذاتیہ۔ لہٰذا اہل وعیال کی برائی سے نہ ذات مرد میں کوئی نقص پیدا ہو، اور نہ ان کی خوبی وبہتری سے نفس شخص میں کچھ فضیلت زیادہ ہو۔ غیر کا فضل اپنا کمال ٹھہرتا تو باپ دادا سے اکتساب فضیلت زیادہ سزاوار تھا، حالانکہ پہلے ثابت ہو چکا کہ شرف نسب یہاں مطمحِ نظر نہیں؛ اسی لئے آج تک کسی نے عثمان ذوالنورین کو حضرات شیخین سے افضل نہ بتایا، باوجودیکہ اِن کی بیبیاں خاندانِ نبوت سے تھیں اور اِن کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کے دوجگر پارہ والاتمکین، نہ کسی نے ابوقحافہ والدِ صدیق کو صدیقِ عتیق سے بہتر ٹھہرایا حالانکہ صدیق کی تمام اولاد مل کر ابوقحافہ کے ایک بیٹے صدیق کو نہیں پہنچتی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین.

پس نساء واطفال میں باہم موازنہ کر کے تفضیل پر دلیل چاہنا ابر تصویر سے بہار، یا شیر قالین سے شکار مانگنا ہے۔ ہاں جہاں فضل فی نفسہ دلائل اُخر سے ثابت ہو اس کی مؤیدات وملایمات میں ایسے امور کی تذکیر، یا جس جگہ ایسی قسم کے مفاخر میں کلام ہو، وہاں باقتضاے مقام ان باتوں پر بنائے تقریر بجا وزیبا ہے، جیسا حضرت مولا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے جواب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ میں واقع ہوا، ورنہ ان زوائد کو افضلیتِ متنازع فیہا کی دلیل ابتدائی مستقل ٹھہرانا مجمع عقلاء میں زعفران زار کشمیر یاد دلانا ہے۔

نوح علیہ السلام کی زوجہ اور ان کا بیٹا کنعان کفار بددین تھے، اس سے فضلِ نوح میں عیاذاباللہ کیا بٹا لگا، اور یعقوب علیہ السلام کی بیبیاں بیٹے سب صلحائے مومنین تھے اس سے ان کا مرتبہ نوح علیہ السلام پر کب بڑھ گیا۔

واأسفاه! یہ بدیہی مقدمات بھی ایسے تھے جن کے لئے یہ اہتمام کرنا پڑتا، جدا تبصرہ ان کی غرض سے وضع کیا جاتا، مگر کیا کیجیے رشتہ سخن دست مخاطب میں ہے، جب اہل عصر ایسی کھلی کھلی باتوں میں الجھیں تو ہمیں ازاحت شکوک سے کیا چارا۔ واللہ المستعان وإلیہ الشکوی. (۱)

تبصرۂ سابعہ: سنیت اس صراطِ مستقیم کا نام ہے جس میں ﴿لم یجعل لہ عوجا﴾ (۲) طرفین افراط وتفریط کی طرف میلان بحمد اللہ حرام ہے، لہٰذا ہم جس طرح ان تبصرات میں اپنے مخالف اول یعنی فرقہ تفضیلیہ کے خیالاتِ باطلہ واوہام عاطلہ کی بیخ کنی کرتے آئے ہیں واجب کہ کچھ دیر اوپر سے باگ پھیر کر دو چار باتیں ان حضرات سے بھی کرلی جائیں جنہوں نے بعض متأخرین ہند کے بعض کلمات زور آزمائی دیکھ کر بداہتِ عقل وشہادت نقل کو بالائے طاق رکھا اور حضرات شیخین یا جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفضیل من جمیع الوجوہ کا دعویٰ کردیا کہ جس طرح وہ فرقہ متفرقہ ہمارے طریق مراد میں سنگ راہ ہے، ان لوگوں کی خلش بھی چشمِ انصاف میں خار دامانِ نگاہ ہے۔ جب طرفین کے شبہات کا علاج ہو جائے گا تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے نزدیک جو معنی تفضیل ہیں ان کے چہرہ تحقیق سے نقاب اٹھائیں گے کہ مقصود اعظم ان مباحث سے وہی ہے، وباللہ التوفیق.

اب ذرا تبصرۂ اولیٰ کی تقریر پر دوبارہ نظر ڈالیے کہ جس طرح اس سے یہ امر منصۂ وضوح پر جلوہ گر ہو چکا کہ مجرد کسی فضیلت سے اختصاص مناط افضلیت واکرمیت نہیں ورنہ تناقض بین لازم آئے کہ صحابہ میں اکثر حضرات فضائل خاصہ سے ممتاز تھے جو ان کی غیر میں نہ پائے جاتے، اور بہ ہمیں وجہ بعض آحاد صحابہ خلفاء اربعہ سے افضل قرار پائیں اور وہ خلاف اجماع ہے۔ اسی طرح یہ مقدمہ بھی انجلائے تام پا چکا کہ ان حضرات میں ایک کو دوسرے سے بجمیع وجوہ افضل اور تمام افراد محامد میں اعلیٰ واکمل نہیں کہہ سکتے، ورنہ خصائص خصائص نہ رہیں، کما لا یخفی۔

فقیر حیران ہے یہ حضرات مفضولیت مطلقہ واختصاص بخصائص میں منافات نہ مانیں گے، یا مولا علی کے مناقب خاصہ ہی سے انکار کر جائیں گے، خدارا ذرا آنکھ کھول کر کتب حدیث

....

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی کی بارگاہ میں معاملہ عرض کیا جاتا ہے۔

۲۔ اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی۔ (سورۃ الکھف، آیت نمبر ۱)

دیکھیں۔ جس قدر خصائص وافرہ حضرت مولا کے مالک ومولا نے انہیں عطا فرمائے دوسرے کو تو ملے بھی نہیں، پھر صریح آفتاب کا انکار کیونکر بن پڑے گا۔ بحمد اللہ ہمارے آقائے نامدار پر ﴿ورفعنا لك ذكرك﴾ (۱) کا ایسا پرتو جلیہ ہے کہ ان کے فضائل ہماری نشر وتذکیر کے محتاج نہیں، نہ ہماری قدرت اس کی وسعت رکھے مگر حبیب کا ذکر حبیب اور رحمتِ الٰہی کا نزول قریب۔ لہٰذا شوق دلی جوش زن ہے کہ شیخین کی تفضیل من جمیع الوجوہ ماننے والے ذرا سنبھل کر ہمیں بتائیں کہ وہ کون تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۔ طب ۔ عن جابر لوگ مختلف پیڑوں میں سے ہیں اور میں اور وہ ایک درخت سے (۲) ہاں وہ علی مرتضی ہے مصطفےٰ کی شاخ اور آل مصطفیٰ کی جڑ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہاں وہ کون تھا؟

۔ ت ۔ عن ام عطية جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا جب وہ پیارا محبوب روانہ ہوا محبتِ مصطفیٰ نے جوش فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند فرما کر دعا کی اللھم !لا تمتني حتى تريني عليا (۳) الٰہی مجھے دنیا سے نہ اٹھانا جب تک علی کو نہ دیکھ لوں۔

ہاں وہ علی ہے محبوبِ خدا و مطلوبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہاں وہ کون ہے؟ جس کی نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

۔ طب ۔ عن جابر و ۔ خط ۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہم، اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کے صلب میں رکھی اور میری ذریت اس کی پشت میں۔ (۴)

ہاں وہ علی ہے ابو الائمۃ الطاہرین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں وہ کون ہے جسے بشارت دیتے ہیں:

....

۱۔ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (سورۃ الم نشرح، آیت نمبر ۴)

۲۔ الطبرانی فی المعجم الاوسط، باب من اسمه علی، ج ٤، صفحه ٢٦٣، رقم ٤١٥٠

۳۔ السنن ترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، رقم الحدیث ٣٦٧٠

٤۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، باب من اسمه حسن بن علی، ج ٣، ص ٤٣، رقم ٢٦٣١

-قط - عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو روزِ قیامت قسیم نار و جنان ہے۔ (۱)
ہاں وہ علی ہے سید الابرار و قاتل الکفار رضی اللہ عنہ۔
ہاں وہ کون ہے؟
-ا-س- عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے معراج کے جانے والے، عرش پر قدم رکھنے والے نے حکم دیا، میرے کندھوں پر چڑھ کر سقف کعبہ سے بت گرادو، اور جب وہ بلند اختر چڑھا اپنے کو ایسے مقامِ رفیع پر پایا کہ فرماتا ہے کہ: إنہ لیخیل إلیّ أنی لو شئت لنلت أفق السماء (۲) مجھے خیال آتا تھا اگر چاہوں آسمان کا کنارہ چھولوں۔
ہاں وہ علی ہے بالا منزلت والا مرتبت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔
ہاں وہ کون ہے؟
- خ - م - عن سعد ابن ابی وقاص -ا-ر عن أبی سعید الخدری -طب- عن أسماء بنت عمیس و ام سلمۃ وحبیش بن جنادۃ و ابن عمروابن عباد وجابر بن سمرۃ وعلی والبراء بن عازب وزید بن أرقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (۳)
جسے رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک میں ساتھ نہ لے گئے۔ عرض کیا: حضور مجھے عورتوں بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ ارشاد ہوا: کیا تو راضی نہیں کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے مگر میرے بعد نبی نہیں۔
یعنی جس طرح موسی علیہ الصلاۃ والسلام تیس راتوں کے وعدے پر حق سبحانہ وتعالیٰ سے کلام کرنے گئے تو ہارون علیہ الصلاۃ والسلام سے فرما گئے تھے کہ (اخلفنی فی قومی) میری قوم میں میرے بعد نیابت کرنا۔ یونہی ہم بھی جہاد کو تشریف لے جاتے ہیں اور تمہیں پس ماندوں پر اپنا خلیفہ اور نائب چھوڑتے ہیں، تو تمہاری ہماری نسبت اس وقت بالکل ایسی ہوئی جیسی اس

....

۱۔ العلل للدارقطنی، ج۶ ص ۲۳۷ رقم ۱۱۳۲

۲۔ السنن الکبری للنسائی، جلد ۵، صفحہ ۱۴۲، رقم الحدیث ۸۵۰۷،

۳۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسما بنت عمیس، رقم الحدیث ۲۵۸۳۴

وقت موسیٰ وہارون کی، فرق اس قدر ہے کہ ہارون صرف نائب ہی نہ تھے بلکہ امام مستقل بھی تھے ، کہ خود بھی نبوت رکھتے تھے ، تم فقط نائب ہو، امامت بالاستقلال نہیں رکھتے کہ ہمارے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں جو بذات خود والی ہو،

یہ ہیں معنیٔ حدیث، اور اس کے سوا جو معنیٰ اوہام تراشیں، وہ ان پر مردود ہیں، واللہ اعلم
ہاں وہ علی ہے برادر احمد خلیفہ امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
ہاں وہ کون ہے؟ جو تمام مسلمانوں کا مولا بنا اور بتاکید ارشاد ہوا:

۔ا۔ت۔س۔ق ۔ضم ۔جس کا میں مولا اس کا یہ مولا، الٰہی دوست رکھ اسے جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو اس سے دشمنی کرے، حدیث صحیح ہے اور اس میں بعض علمائے شان نے جو کلام کیا مقبول نہیں مگر تفضیلیہ یا رافضیہ کا مطلب اس سے کچھ نہیں نکلتا۔ ہم ان شاء اللہ خاتمۂ کتاب میں اس کی بحث تحریر کریں گے۔ (۱)

ہاں وہ علی ہے امیر المومنین مولیٰ المسلمین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔
ہاں وہ کون ہے؟

۔خ۔م۔ عن سهل بن سعد ۔طب۔د۔...... روزِ خیبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل یہ نشان اسے دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ خدا اور رسول اسے پیارے اور وہ خدا اور رسول کا پیارا۔ رات بھر لوگوں میں چرچا رہا دیکھئے کسے عطا ہو۔ صبح حضور نے اس فتحِ نصیب کو بلا کر نشان عطا کیا (۲)

ہاں وہ علی ہے حرز اسلام وشیر ضرغام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

....

۱۔ سنن النسائی الکبری، باب ذکر منزلة عن بن أبی طالبا، جلد ٥، صفحه ١٠٨، رقم الحدیث ٨٣٩٩

۲۔ السنن الکبری، جلد ٧، صفحه ٤١٢، رقم الحدیث ٧٣٤٢
دلائل النبوة للبیهقی، جلد ٤، صفحه ٢٠٩
السیرة النبویة لابن کثیر، جلد ٣، صفحه ٣٣٩
تاریخ دمشق لابن عساکر جلد ٤، صفحه ٩٣

ہاں وہ کون ہے؟

- س - مس - عن عمر بن میمون وعن ابن عباس فی حدیث طویل....

- ت - عن ابی سعید - ر - عن سعد: مصطفیٰ ﷺ نے اپنی مسجدِ اقدس میں بحالتِ جنابت گزرنا اپنے لیے جائز رکھا یا اس کے لیے (۱)

ہاں وہ علی ہے طاہر اطہر اعطر کرم اللہ وجہہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

- ت - عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام میں مواخات کی وہ مصطفیٰ کا پیارا روتا آیا کہ مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: أنت أخي في الدنيا والآخرة (۲) تو تو میرا بھائی ہے دنیا و آخرت میں۔

ہاں وہ علی ہے آفتابِ مکارم ماہتابِ بنی ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

- طس - عس - عق - یع - عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے فصل قضا و رفع خصومات میں تمام صحابہ پر ترجیح بین ہے۔ (۳) یہاں تک کہ

- عم - سع - عن سعیدبن المسیب فاروق جیسا خلیفہ بلند رتبہ پناہ مانگے اس قضیہِ دشوار سے جس میں وہ حاضر نہ ہو۔

....

۱۔ السنن الکبری، باب دخول المسجد جنبا، جلد ۷، صفحہ ٦٦، رقم ١٣٧٨٥
السنن للترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، جلد ۲، صفحہ ٦٣٩، رقم ٣٧٢٧
مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، جلد ۱، صفحہ ٢١٢، رقم ١١٧٩

۲۔ المستدرك للحاكم، كتاب الهجرة، جلد ۳، صفحہ ١٥، رقم الحديث ٤٢٨٨

۳۔ الجواهر النقی لابن الترکمانی، جلد ٦، صفحہ ٢١١
اعلام النبوة للماوردی، الباب الحادی عشر، صفحہ ١٤٢
تاریخ مدینه دمشق، ذکر من اسم ابیه ادریس، جلد ٥١، صفحہ ٣٠٠
الوافی بالوفیات للصفدی، من اسمه علی بن عبدالملك، جلد ٦، صفحہ ٤٤٥

اور۔عم۔عن سعيد وهو حديث وا حد عند هم بار ہا کہے اگر وہ نہ ہوتا عمر ہلاک ہوجاتا۔(۱)

ہاں وہ علی ہے صاحبِ رائے ثاقب وفکر صائب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔(۲)

ہاں وہ کون ہے؟

۔سق۔عن أبي رافع مولى رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم۔عن جابر بن عبد الله، کس شیر شرزہ نے غضبناک ہوکر سپر ہاتھ سے گرائی ہے تو خیبر جیسے قلعہ کا دروازہ اوکھیڑ کر سپر بنایا ہے(۳) جس کے زورِ بازو کا ملاءِ اعلیٰ میں شور پڑ گیا ہے۔

....

۱۔ الاستيعاب فی معرفة الاصحاب، ذکر علی بن أبی طالب، جلد ،، ص ۳۳۹

الرياض النضره، ذکر اختصاصه بان اکبر الامة علما و اعظمهم حلما، جلد ۱، ص ۲۶۵

مذکورہ بالا کتب میں حدیث مبارکہ ان الفاظ کے ساتھ کہ "**لولا علی لهک عمر**" بلا سند مذکور ہے جبکہ امام محمد بن اسحاق بن مندہ الاصبہانی نے اس حدیث مبارکہ کو کچھ متن میں تبدیلی کے ساتھ نقل فرمایا ہے لیکن وہاں بھی بلا سند مذکور ہے الفاظ (متن) کچھ یوں ہے۔

"لولا ابا الحسن لهلك عمر"

"اگر (ابوالحسن) مولاعلی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔"

(فتح الباب فی الکنی، صفحه ۲۲۰، رقم ۱۸۲۰)

۲۔ البحر الزخار مسند البزار، مما روی ابوالبختری عن علی، ج ۳، ص ۱۱۱، رقم ۸۲۰

السنن لابی داؤد، باب کهف القضاء، جلد ۲، صفحه ۴۷۶، رقم الحدیث ۳۱۱۱

مسند عبد بن حمید، من مسند أبی الحسن علی بن ابی طالب، ص ۶۱، رقم ۹۴

المقاصد الحسنه للسخاوی، صفحه ۱۳۴، تحت رقم الحدیث ۱۴۲

۳۔ مصنف ابن ابی شیبة، باب فضائل علی بن ابی طالب، ج ۱۲، ص ۸۵، رقم ۳۲۸۰۲

تاریخ الاسلام للذهبی، ذکر غزوه خیبر، جلد ۲، صفحه ۴۱۲

البدایة والنهایة لابن کثیر، جلد ٤، صفحه ۲۱۶

ہاں وہ علی ہے اسد حیدر ضیغم غضنفر رضی اللہ عنہ۔

ہاں آج میدانِ احد میں کس صف شکن شمشیر زن شیر افگن نے تیغ شرر بار کی وہ بجلیاں چمکائی ہیں؟

۔ شمر ۔یعنی ابن هشام بلفظة حدثنی أهل العلم ان ابن ابی نجیح قال : نا دی منا د یو م احد لا سیف الخ کہ لشکر ظفر پیکر مصطفیٰ ﷺ میں منادی پکار رہا ہے: لا سیف إلا ذوالفقار ولافتی إلاعليّ الكرار (۱)

ہاں وہ علی ہے شیر خدا بازوئے مصطفیٰ ﷺ۔

ہاں وہ کون ہے؟

جسے روزِ قیامت ساقی کوثر بنائیں گے اور اس کے ہاتھ سے تشنگانِ اُمت کو سیراب فرمائیں گے (۲)

ہاں وہ علی ہے ابر سخاوت بحر کرامت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

....

۱۔ الروض الانف، جلد ۳، صفحه ۲۸۸

السیرة النبویة لابن کثیر، جلد ٤، صفحه ۷۰۷

تاریخ الطبری، جلد ۲، صفحه ٦٥

۲۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولا علی رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا کہ

"علی بن أبی طالب صاحب حوضی یوم القیامة"

علی روز محشر حوضِ کوثر کے مالک ہوں گے۔

(الطبرانی فی المعجم الاوسط، جلد ۱، صفحه ٦٧، رقم ۱۸۸)

(مجمع الزوائد، باب ماجاء فی حوض النبی ﷺ، جلد ۱۰، صفحه ٦٦٧، رقم الحدیث ۱۸٤۸٥)

(سبل الهدی والرشاد، الباب العاشر فی بعض فضائل امیر المومنین، أبی الحسن علی ابن ابی طالب، جلد ۱۱، صفحه ۲۹۰)

۔ مک ۔یعنی ابن السماک عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ معرکۂ محشر میں صراط کا بندوبست اس کے ہاتھ ہوگا جب تک وہ پروانۂ اجازت نہ لکھ دے گا گزر نہ ملے گا۔ (۱)

ہاں وہ علی ہے ہادیِ کریم وصراط مستقیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اے رضائے دل افگار! ہماری تو جان زار اس ماہروے گل عذار وگل روئے ماہ رخسار کی ہر ادائے شیریں پر نثار جو فاطمہ جیسی دولہن کا دولہا بنا۔ (۲)

۔ س ۔ انت منی و انا منک (۳) کا سہرا بندھا۔

۔س ۔فی الحلیۃ .... عن عبد اللہ بن بریدۃ عن أبیہ صدیق وفاروق نے درخواست کی، صغرِ سن کے عذر سے قبول نہ ہوئی۔

۔س ۔جب علی نے عرض کیا: مرحبا واھلاً جواب ملا ' ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

۱۔ حدیث مبارکہ کا متن کچھ یوں ہے کہ " جہنم کا پل اُس وقت کوئی پار نہیں کر سکے گا جب تک مولا علی کرم اللہ وجہہ کی ولایت کی سند نہ ملے۔"

(لسان المیزان، سن اسمہ ابراھیم بن حمید، جلد ۱، ص ۵۱، رقم، ۱۱۸)

(میزان الاعتدال، من اسمہ ابراھیم بن حمید، جلد ۱، صفحہ ۲۸، رقم ۷۵)

(الریاض النضرہ، ذکر اختصامہ، بأنہ من النبی وانہ ولی کل مومن بعدہ، جلد ۱، صفحہ ۲۵۲)

امام حجر ابن عسقلانی، امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو موضوع (من گھڑت) فرمایا ہے۔ (اللہ و رسولہ اعلم بالصواب)

(کتاب اللطیف لابن شاھین، باب فضیلۃ لعلی بن أبی طالب صفحہ ۱٤۲، رقم ۹۲)

۲۔ (المستدرك للحاکم، ج ۳، ص ۱۳۰، رقم الحدیث ٤٦١٤ (وقال الذھبی صحیح)

۳۔ صحیح ابن حبان، ذکر اخبار عماقال المصطفی ابی بکر و عمر، جلد ۱۵، صفحہ ۳۹۹، رقم ٦٩٤٨

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

-طب -كانت لعلي ثمانية عشر منقبة ما كانت لأحد من هذه الأمه(۱)

علی کے لیے اٹھارہ منقبتیں ایسی تھیں کہ اس امت میں دوسرے کے لیے نہیں۔

اصول میں مبرہن ہو چکا کہ عدد کے لیے مفہوم نہیں، اور ایک عدد کا ذکر زیادت کا منافی یا زائد کا نافی نہیں، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

-م -فضلت على الأنبياء بست-(۲) میں انبیاء پر چھ بات میں تفضیل دیا گیا ہوں، حالانکہ حضور کی وجوہ تفضیل حد احصا سے خارج ہیں۔

ہم نے یہاں بہ تبعیت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اٹھارہ خصائص پر اقتصار کیا اور جو چھوڑ دیا اس سے بدرجہا زائد ہے جو قیدِ تحریر میں آیا۔ واللہ تعالیٰ علم،

امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

-لع -عن أبى هريرة لقد أعطى عليّ ثلث خصال لأن تكون لي خصلة منها أحب إليّ من حمر النعم-

علی تین خصلتیں ایسی دیے گئے کہ اگر میرے لیے ان میں سے ایک ہوتی تو سرخ اونٹوں سے زیادہ مجھے پیاری ہوتی۔

اور یہ ایک مثل ہے عرب میں نہایت محبوب چیز کے لیے،

فسئل وماهي؟ دریافت کیا گیا وہ خصلتیں کیا ہیں؟

قال: تزويجه ابنته، فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی انہیں دینا،

وسكناه في المسجد لايحل لى فيه ما يحل له،

اور ان کا مسجد میں رہنا کہ میرے لیے اس میں حلال نہیں جو انہیں حلال ہے۔

والراية يوم خيبر، اور روزِ خیبر کا نشان (۳)

....

(۱) المعجم الاوسط ،باب من اسمه محمود ،رقم الحديث: ۸۴۳۰۲ ۶/۱۸۰

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، رقم الحديث ۵۲۳

(۳) المصنف لابن ابى شيبة، فضائل على بن ابى طالب، رقم: ۳۶، ۷/۵۰۰

اے عزیز! صوفیہ کے دل سے پوچھ جو احسانات ان پر اس جناب آسمان قباب کے ہیں۔ خدا تک وصول بے انکا دامن پکڑے محال، اور راہِ سلوک میں قدم رکھنا بے ان کی عنایت و اعانت کے خام خیال، تکمیل وارشاد باطنی کا سہرا اسی نوشاہ بزمِ عرفان کے سر ٹھہرا۔ غوث وقطب و ابدال واوتاد اسی سرکار کے محتاج، اور طالبان وصل الٰہی کو اسی بارگاہ کی جبیں سائی معراج۔

سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے
علی ہے ہاں علی ہے ہاں علی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نیابت عامہ وخلافت تامہ حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو حاصل، عالم علوی وسفلی میں ان کا حکم جاری، فرمان روائے کن کوان کی زبان کی پاسداری، تدابیر وتصرف کی باگیں ان کے ہاتھ میں دی گئیں، اور کاروبارِ عالم کی کنجیاں ان کے قبضہ اقتدار میں رکھی گئیں، منشور خلافت مطلقہ وتفویض تام کا ان کے نام نامی پر پڑھا گیا، اور سکہ وخطبہ ان کا ملاء ادنیٰ سے عالم بالا تک جاری ہوا، دنیا ودین میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔

حضور ارشاد فرماتے ہیں:

۔ا۔ أعطيت مفاتيح الأرض (۱) مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں۔

اور فرماتے ہیں:

۔ طب ۔ أوتيت مفاتيح كل شيء (۲) مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم خزانہ راز ہیں اور انہیں کے توسط سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں، ان کے غیر سے نہ کوئی حکم نافذ ہو نہ ان کے سوا دوسرے سرکار سے کوئی نعمت خلق پر فائض ہو، جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے، عالم میں کوئی ان کے ارادہ ومشیت کا پھیرنے والا نہیں۔

امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری شریف مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ

....

(۱) الصحيح للبخاری، کتاب الجنائز، رقم ۱۳۴۴

(۲) المعجم الکبير، عبد الله بن عمر، ۱۲/۲۷۶

میں فرماتے ہیں:

فهو ﷺ وإن تأخرت طينته فقد عرفت قيمته فهو خزانة السرو موضع نفوذ الأمر فلاينفذ أمر إلامنه ولاينقل خيرإلاعنه (إلى أن قال:) إذا رام أمرا لايكون خلافه وليس لذاك الأمرفي الكون صارف۔ (۱)

پھر حضور کی بارگاہ میں یہ کارِ خطیر و منصب جلیل حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو مرحمت ہوا، تمام اقطابِ عالم اس جناب کے زیرِ حکم مدبرات الامر میں، سروروں پر سروری، افسروں پر افسری، جملہ احکام عزل ونصب وعطاومنع وکن ومکن انہیں کی سرکار والا اقتدار سے شرف امضا پاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حاجت مندانِ عالم اپنے مطالب ومقاصد میں ان سے استمداد کرتے اور آستان فیض نشان پر سر ارادت دھرتے ہیں، یہاں تک کہ عرف مسلماناں میں مولا مشکل کشا اس جناب کا نام ٹھہرا، اور'' نادِ علیا مظهر العجائب'' کا غلغلہ سمک سے سماک تک پہنچا۔ (۲)

پھر بہ نیابت مرتضوی حضرت محبوب ذی الجلال، قطب الارشاد والابدال، تفسیر باطن قرآن، راحت روحِ ایمان، قبلہ جان ودل، بے لوث آب وگل، سر السر، نور النور، سید الکونین، غوث الثقلین، قطبِ ربانی، محبوب سبحانی، سیدنا ومولانا محی الدین ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی قدسنا الله بسره الكريم ورحمنا به يوم لاولیّ ولا حمیم آمین وسادہ خسروی ومسندِ حاجت روائی پر جلوہ افروز ہوئے۔

فاضل علی قاری'' نزہۃ الخاطر'' اور شطنوفی ''بہجۃ الاسرار'' اور امام یافعی اپنی'' بعض

---

(۱) ترجمہ: پس اگرچہ نبی کریم سب سے آخر میں تشریف لائے مگر آپ کی قیمت بتلادی گئی آپ خزانہ راز ہیں انہیں کے توسط سے عالم کے تمام کام نفاذ پاتے ہیں پس سب امور انہیں سے نافذ ہوتے ہیں اور سب بھلائیاں انہیں سے منتقل ہوتی ہیں جب آپ کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے خلاف نہیں ہوتا اور عالم میں کوئی اس کا پھیرنے والا نہیں۔

(المواهب اللدنیہ، المقصد السابع، الفصل ثالث فی ذکر صحبۃ اصحابہ، جلد۲، صفحہ ۵۴۵)

امام یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ سے جواہر البحار میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اسم مبارک ''قثم'' کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"القائم بامور الخلق و مدبر العالم فی جمیع امورهم"

امور خلق کے منتظم اور جمیع امور عالم کی تدبیر کرنے والے۔ (جواہر البحار، جلد۲، صفحہ ۲۶۴)

امام محمد مہدی فاسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق کے کاروبار کے منتظم ہیں اور مخلوق کے جمیع کاروبار میں مدبر وعالم ہیں ہر خیرو

برکت بڑی ہو یا چھوٹی آپ ہی سے ملی ہے۔" (مطالع المسرات، صفحہ ۹۳)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انه صلی الله علیه وسلم خلیفة الله الذی جعل خزائن کرمه و موائد نعمه طوع هدیه و تحت اراداته یعطی منهما من یشاء و یمنع من یشاء"

بلاشک وشبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور ﷺ کے دست رحمت کے فرمانبردار اور حضور کے زیر حکم وزیر ارادہ اختیار کر دیئے ہیں کہ جس کو چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں روک دیتے ہیں۔ (الجواہر المنظم، صفحہ ۴۲)

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ولایت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"اور ایک راہ وہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء اور عام اولیاء کرام اس راہ سے واصل ہیں اور سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط ثابت ہے اور اسی راہ کے واصلین کے پیشوا، اُن کے سردار اور منبع فیض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں کیونکہ یہ عظیم الشان منصب اُن سے تعلق رکھتا ہے اس راہ میں گویا رسول اللہ ﷺ کے دونوں قدم مبارک حضرت علیؓ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنھم اس مقام میں اُن کے ساتھ شریک ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت علیؓ اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جسے بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی اُنہی کے واسطے پہنچی۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۲۳، صفحہ ۶۰۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ:

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کمالات ولایت کے قطب تھے اور تمام اولیاء کرام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے متبعین ہیں اور خلفائے ثلاثہ کی افضلیت ایک دوسری وجہ سے ہے۔

(تفسیر مظہری، تفسیر سورہ ھود آیت ۱۷، جلد ۵، صفحہ ۱۰۰ (اردو) مطبوعہ لاہور)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"روحانیت اور ولایت کے طریقوں کے تمام سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔" (ھمعات صفحہ نمبر ۶۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کی تمام اولاد پاک کو پوری امت اپنا پیر و مرشد سمجھتی ہے اور پوری کائنات کا نظام ان کے حوالے جانتی ہے۔"

(تحفہ اثناعشریہ صفحہ نمبر ۲۵۳، فارسی)

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ خود اور ان کے گیارہ مشائخ حدیث جواہر خمسہ کا وظیفہ کرتے تھے اور جواہر خمسہ میں یہ اشعار موجود ہیں۔

"ناد علیا مظهر العجائب — تجده عونا لک فی النوائب

کل هم و غم سینجلی — بنبوتک یا محمد و بولایتک یا علی"

پکارو علی المرتضیٰ کو جن کی ذات پاک سے وہ خوارق اور فیوض ظاہر ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں جب تو انہیں ندا کرے گا تو انہیں مصائب اور آفات میں اپنا مددگار پائے گا ہر رنج والم بھی دور ہوتا ہے آپ کی نبوت کے صدقے اے محمد ﷺ اور آپ کی ولایت کے صدقے یا علیؓ" (الانتباہ صفحہ نمبر ۱۳۸)

تالیفات'' میں اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ''اخبارالاخیار'' میں اس جناب ملائک رکاب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور فرماتے ہیں:

من توسل بي في شدة فرجت عنه، ومن استغاث بي في حاجة قضيت له، ومن صلى بعد المغرب ركعتين ثم يصلي ويسلم على النبي ﷺ ثم يخطوا إلى جهة العراق إحدى عشرة خطوة يذكر فيها اسمي قضى الله حاجته۔(۱)

جو کسی سختی میں مجھ سے توسل کرتا ہے وہ سختی اس کی دور ہو جاتی ہے، اور جو کسی حاجت میں مجھ سے فریاد کرتا ہے وہ حاجت اس کی برآتی ہے، اور جو بعد نماز مغرب دو رکعتیں پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجے، پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر میرا نام لیتا جائے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روا فرمائے۔

فرمود ہر گاہ از خدا چیزے خواہیدہ بوسیلۂ من خواہید تا خواہش شما باجابت رسد، وفرمود ہر کہ استعانت کند بمن در کربتے کشف کردہ شود آن کربت از و، ہر کہ منادی کند بنام من در شدتی کشادہ شود آن شدت از و، ہر کہ وسیلۂ کند بمن بسوئے خدا در حاجتے قضا کردہ شود آن حاجت مراورا، فرمود کسے کہ دو رکعت نماز گزارد و بخواند در ہر رکعت بعد از فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار بعد ازاں درود بفرستد بر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد از سلام یازدہ بار بخواند آن سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بعد ازاں یازدہ گام بجانب عراق برود و نام مرا بگیرد و حاجت خود را از درگاہ خداوندی بخواہد حق تعالیٰ آں حاجت اورا قضا گرداند بمنہ وکرمہ (۲)

سچ ہے، سچ ہے، اے مصطفیٰ کے بیٹے! ہم تیرے ارشاد پر یقین لائے۔ الغیاث الغیاث، یا سیدی الغیاث۔

غوثِ اعظم بمن بے سروسامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبہ ایمان مددے

اے عزیز! سادات صوفیائے کرام کہ ائمہ باطن وحضار مواطن ہیں۔ ان امور کو اپنے

....

(۱) بهجة الاسرار، ذکر فضل اصحابه، ص ۱۹۷
(۲) اخبار الاخیار للشیخ عبدالحق محدث دہلوی، فضائل سیدنا عبدالقادر جیلانی، خیر پور، ص ۱۹

مشاہدے سے بیان فرماتے ہیں، اور علماء شرع ان سے بہ تسلیم وتائید پیش آتے ہیں۔ آنکھوں والوں نے دیکھ کر جانا، ماننے والوں نے سن کر مانا۔ حرمان نشانہ وہ جسے نہ یہ ملا نہ وہ۔ اے مدعی کج فہم، کہنہ تختہ مشق وہم، کیوں بہ چشم خشم نگراں ہے، چھوڑ کہ تیرا دست تعنت میرے دامن پر گراں ہے، سمجھا نہ سمجھا عبث الجھا، بے وجہ جھگڑا نا حق بگڑا، خدا کو مان روئے سخن اپنی طرف نہ جان، بے گانہ وار ادھر نہ گزر، مجلسِ یاراں منغص نہ کر، اٹھ کہ اس باطنی دفتر میں لِمَ ولانسلّم کا قصہ نہیں۔ ہمارے گرم تر ساغر میں فقیہ سرد وزاہد خشک کا حصہ نہیں، غوثِ اعظم کا ارشاد ہمارا دین ہے، اور مشاہدات صوفیہ پر کامل یقین، مورِ ناتواں تھے پر ہدہد سے لپٹ گئے، قسمت میں ہے تو سلیمان تک پہنچ ہی جائیں گے، ورنہ پامالیوں سے تو نجات پائیں گے، تجھے اگر یہ روش ناپسند ہے جا، انہی بو علی وفلاطون کے کھودے ہوئے کنووں میں گر، یا تیرہ صدی کی تازہ بدعتوں کے بارہ باٹ راستوں میں پھر، ہمارا وقت پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔

بہرِ خدا مطربِ شیریں نواز ساز کن آہنگ مقامِ حجاز

ناواقفانِ راز کے منہ کہاں تک لگیے۔ تفریح قلب کو کوئی منقبت سراپا برکت چھیڑیے۔

غزل در منقبت علی

مرتضیٰ سا شیر صفدر ہو تو میں جانوں

اس کے آگے قلمی نسخہ میں ایک صفحہ خالی ہے۔

غرض کیا کیجیے کیا نہ کیجیے، نہ چھوڑے بنتی ہے کہ شوق تمنا افزائشوں پر ہے، نہ طول دیے گزرتی ہے کہ فوتِ مقصود کا ڈر ہے۔

رباعی

یک بمد ہمداحی اودل بستیم
عمرے قدم اشہب خامہ خستیم
دیدیم رضا حوصلہ فرسا کارے ست
کاغذ بدریدیم وقلم بشکستیم

أجلّ التبصرات تبصرۂ ثامنہ: صدر اول کے بعد مسئلہ تفضیل میں عہدِ قدیم سے دو مذہب تھے۔ اہلِ سنت حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو افضل اور علو جاہ و رفعت پائے گاہ میں اعلیٰ و اکمل جانتے اور تفضیلیہ ان امور میں حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب پر تفوق مانتے۔ اب مرورِ زمانہ و کثرت اہوا و تشتت آرا سے ہر مذہب میں ایک شاخ پھوٹ کر دو کے چار ہو گئے۔ ادھر والوں میں بعض غصہ ناکوں پر ان کے تعصب کا یہ فرمان جاری ہوا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفضیل میں جمیع الوجوہ کا دعویٰ کر دیا۔ جن کی خدمت گزاری ہم تبصرہ سابعہ میں کر آئے۔ اور ادھر والوں میں جن کے قلوب نے غلبہ ہوا و غلظت و جفا سے تفضیل شیخین کو گوارا نہ کیا اور صریح انکار میں نام سنیت مسلوب ہوتے دیکھا ناچار تحصیل مطلوب و دفع مکروہ کی یہ راہ نکالی کہ زبان سے تفضیل شیخین کا اقرار اور ترتیبِ مذکورہ اہل سنت پر بکشادہِ پیشانی اصرار رکھا، مگر افضلیت کے معنی وہ تراشے جس سے ان کا مرتبہ حضرتِ مولا پر بڑھنے نہ پائے، اور اپنا مطلب فاسد ہاتھ سے نہ جائے۔

اس فرقہ کے سامنے جس قدر دلائل قرآن و حدیث و آثارِ اہل بیت و اقوالِ علماء سے پیش کیجیے محض بے سود پڑتے ہیں۔ وہ سب کے جواب میں ایک ذرا سی بات کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں تفضیل شیخین سے کب انکار ہے، ہم خود انہیں بعد انبیاء افضل البشر جانتے ہیں مگر افضلیت کے معنی یہ ہیں نہ وہ جو تم سمجھے۔ لیجیے آدھے فقرہ میں سارا دفتر گاؤ خورد ہو گیا، کی کرائی محنت برباد ہو گئی۔

لہٰذا واجب کہ اول معنی افضلیت کی تحقیق و تنقیح اور اس فرقۂ جدیدہ کے اوہام کا قلع قمع ہولے۔ اس کے بعد نظم حجج و اقامتِ براہین کا دروازہ کھلے، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ حجتِ الٰہی اتمام پائے گی اور مخالف کو کوئی راہِ مفر نظر نہ آئے گی۔

فاقول: وباللہ التوفیق، فضل لغت میں بمعنی زیادت ہے' اور افضل وہ جو اپنے غیر سے زیادہ ہو، مگر ہم جو نظر کرتے ہیں تو بعض فضائل ایسے ہیں جن کی رو سے ان کے متصف پر لفظ افضل بہ ارسال و اطلاق محمول ہوتا ہے، کسی جہت و حیثیت سے تقیید کی حاجت نہیں ہوتی، اور

بعض کی رو سے قیدِ خاص لگا کر اطلاق کرتے ہیں، مطلق چھوڑنا روا نہیں رکھتے۔

مثلاً ایک شخص فنونِ سپہ گری میں طاق، بانک بنوٹ میں مشاق، گھوڑا اچھا پھراتا ہے، تیغ و تیر خوب لگاتا ہے۔ دوسرا عالم تحریر، فاضلِ بے نظیر، جب ان دونوں کی نسبت سوال ہوگا، ان میں کون افضل؟ جواب دیا جائے گا عالم اور اس وقت کسی قید و خصوصیت کی احتیاج نہ ہوگی۔ اور عسکری کی فضیلتِ خاصہ بیان کرنا چاہیں گے تو یوں کہیں گے کہ یہ سپاہی اس عالم سے فنون سپہ گری میں افضل ہے بغیر اس قید کے اس کی افضلیت کا حکم درست نہ ہوگا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ فضائل باہم درجات شرف میں متفاوت ہیں نہ متساویۃ الاقدام۔ پس جب دو فضیلتوں متفاوتہ کے متصفین سے سوال ہوگا افضل مطلق صاحب فضل و شرف پر محمول ہوگا اور دوسرے کو افضل کہیں گے تو اس فضلِ خاص کو قید لگا کر نہ مطلقاً، وھذا ظاھر جدا۔

اب وہ شخص جسے تمام آدمیوں خواہ کسی قوم خاص میں سب سے افضل کہیے اور اسے اپنے ان اغیار میں جس کے ساتھ ملا کر پوچھیے افضل مطلق کا حمل اسی پر کیا جائے۔ بالضرور ایسے فضل میں فائق ہونا چاہیے جو ان سب اغیار کے فضائل سے اشرف و اعلی ہو۔ جیسے علم و تفقہ فی الدین بہ نسبت مہارت فنونِ حرب وغیرہ کے، ورنہ اگر ان میں کوئی شخص اس سے بہتر فضیلت رکھتا ہے تو جب اس کے ساتھ ملا کر دریافت کریں گے، افضل بالاطلاق اسی پر اطلاق ہوگا۔ پھر یہ شخص ان سب سے افضل کب رہا، ہذا خلف۔ ہم ایسے ہی فضل کا نام فضلِ کلی و فضیلتِ مطلقہ رکھتے ہیں۔ اور جن فضائل کی رو سے یہ اطلاق بعد تقیید جہت و حیثیت صحیح ہوتا ہے وہ فضائلِ جزئیہ و خاصہ ہیں۔ اور زبانِ عرب میں فضل اول سے بہ تعریف لفظ فضل اخبار ہوتا ہے، اور ثانی سے اس کی تنکیر کے ساتھ، فیقال: للعالم الفضل علی العسکری، ولھذا العسکری فضل ماعلی العالم (۱)

پس ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے کہ جب کلام ایسے شخصوں میں ہو جن میں ہر ایک خصوصیاتِ خاصہ رکھتا ہے کہ اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں، اور ان میں ایک کو سب سے افضل کہا جائے اور وہ حکم جہاتِ خاصہ کی تقیید سے عاری ہو، تو اس کلام سے یہی معنی سمجھے جائیں گے

....

۱۔ پس کہا جاتا ہے کہ عالم کے لیے سپاہی پر فضیلت ہے لہٰذا سپاہی کو عالم پر جزوی فضیلت ہو سکتی ہے۔

کہ یہ شخص اپنے اصحاب پر فضل کلی رکھتا اور اس جماعت میں ایسی فضیلت سے مختص ہے کہ اوروں کا کوئی فضل اس کے موازی و ہمسر نہیں۔ اور تبصرات سابقہ سے واضح ہو چکا کہ صحابہ میں اکثر حضرات خلعت ہائے خاص سے مشرف تھے کہ ہر ایک کو اپنی اس فضیلتِ خاصہ میں افضل کہہ سکتے ہیں۔ تو بالضرور فضائلِ جزئیہ کہ حملِ افضل بالتقیید کے مجوز ہیں، مورد نزاع وصالح اختلاف نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مابہ النزاع وہی فضل کلی مصحح اطلاق افضل بالاطلاق ہے، پس مطمح نظر فریقین اس مسئلہ میں یہ ٹھہرا کہ صحابۂ سید المرسلین ﷺ وعلیہم اجمعین میں کون ایسے فضل و بزرگی والا ہے جو تمام فضائل وکمالات سے بلند وبالا ہے، جس کی رو سے ہم اسے علی العموم سب صحابہ سے بے تقیید جہت وتخصیص حیثیت افضل کہیں اور فضلِ کلی کا صاحب بتائیں۔

اب ہم دونوں فریق کو عنان توجہ اس طرف منعطف کرنا لازم کہ آخر مناط اس فضل کا کیا ہے اور کس بات کے سبب یہ اطلاق صحیح ہوتا ہے؟۔ مگر اطراف وجوانب کے ملاحظہ سے روشن ہوا کہ یہ حکم باختلافِ مقاصد مختلف ہو جاتا ہے۔ کفار کا غایت مرام ونہایت مراد مال وغنا وزینت حیات دنیا ہے، تو وہ اسی کے لئے فضل کلی ثابت کرتے ہیں جو ثروت وجاہ دنیوی میں اپنے اغیار پر فائق ہو اور اسی پر بلا تقیید لفظ خیر وافضل کا اطلاق کرتے ہیں: کما اخبر الحق سبحانہ فی القرآن العظیم:

﴿ونادى فرعون في قومه، قال يقوم أليس لي ملك مصر وهذه الأنهار تجرى من تحتى أفلا تبصرون، ام انا خير من هذا الذى هو مهين ولا يكاديبين﴾(۱)

اور پکارا فرعون اپنی قوم میں، بولا: اے قوم میری! کیا نہیں ہے میرے لئے بادشاہت مصر کی اور یہ نہریں بہتیں میرے نیچے سو کیا تمہیں سوجھتا نہیں یا میں بہتر ہوں اس سے یعنی موسیٰ سے وہ ذلیل ہے اور قادر نہیں بات صاف کہنے پر۔

کفار مکہ سے نقل فرماتا ہے:

﴿وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم﴾(۲)

....

۱۔ سورۃ الزخرف، آیت نمبر ۵۱، ۵۲

۲۔ سورۃ الزخرف، آیت نمبر ۳۱

اور بولے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی عظمت والے مرد پر دونوں بستیوں مکہ مدینہ میں سے۔

اہل تکبر نجابتِ اصل وشرافت نسب ونسل پر نازاں ہوتے ہیں اور اسی کو اگر چہ خلاف واقع ہو اپنے زعم کے مطابق مدار خیریت ومناط مفاخرت سمجھتے ہیں کما حکی الکتاب المبین عن اللئیم الرجیم اللعین:

﴿قال انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین﴾ (۱)

بولا: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

عشاق صورت کے دل سے تناسب اعضا وحسن دل ربا وصفائے چہرہ ونزاکت بشرہ وصباحت خد ورشاقت قد کی لو لگی ہے، وہ اپنے محاورات میں اسی کو افضل کہتے ہیں جو سب سے زیادہ حسین اور صاحب ادائے شیریں وحسن نمکین ہو۔

ایسے ہی ہر فرقہ وطائفہ اپنے مقصود پر نظر رکھتا ہے۔ ہم معشر اسلام کا مقصد اعلیٰ ومرام اسنیٰ حضرت الٰہی تبارک وتعالیٰ سے تقرب وحصولِ عرفان وبلوغ رضوان وعز وجاہ وکرامت عنداللہ کما قال ربنا: عزمن قائل

﴿إن إلی ربك لمنتهی﴾ (۲)

تو فضل کلی ہم گروہ مسلمانان کے نزدیک اسی کا حصہ جو ان امور میں اپنے غیر پر پیشی وبیشی رکھتا ہو۔

زید میں اگر ہزار کمالات ہوں اور وہ فضیلتیں اسے خدا کے قریب نہ کریں فضائل نہیں رزائل ہیں۔ آخر نہ دیکھا علم جیسی فضیلت جس کے غایت شرف پر قرآن عزیز شاہد:

﴿قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون﴾ (۳)

....

۱۔ سورۃ ص آیت نمبر ۷۶

۲۔ بے شک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔

(سورہ النجم، آیت نمبر ٤٦)

۳۔ آپ فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (سورۃ الزمر آیت نمبر ۹)

ابلیس جیسے ذی علم کو جو مدتوں معلم ملکوت رہا، اور اس کی مسند تدریس ملاءِ اعلیٰ میں بچھائی گئی، اسی وجہ سے کہ عند اللہ باعثِ قرب و وجاہت نہ تھی کچھ کام نہ آئی، اور کوئی اسے فضائل سے شمار نہیں کرتا۔ اسی طرح یہ مرتبہ مجرد ایک منقبت خاصہ سے اتصاف یا کثرت شمار اوصاف سے ہاتھ نہیں آتا۔ زید کو اگر ہزار برس کی عمر دی جائے اور تادم مرگ عبادت میں بسر کرلے اور عمرو سے عمر بھر میں ایک کام ایسا ہو جائے جو قرب و رضائے ربانی و عزت و جاہ ایمانی میں ایسے ذروۂ اعلیٰ تک پہنچادے کہ زید اس تک نہ پہنچا ہو، فضل کلی خاص بہرہ عمرو رہے گا کما یشهد به العقل الشرعی، قال الله تبارك و تعالیٰ:

﴿ليلة القدر خير من ألف شهر﴾(۱)

شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے۔

پس خوب ثابت ہوگیا کہ ہمارا کسی شخص کو دوسرے سے افضل کہنا بعینہ یہ کہنا ہے کہ وہ عزت و وجاہت دینی میں اپنا ہمسر نہیں رکھتا اور ان خوبیوں میں جو خدا سے زیادہ قریب کریں اور اس کی رضامندی کی بیشتر باعث ہوں، سب پر تفوق والا ہے۔

اب اگر کسی کے بعض فضائل پر نظر کر کے بلا تقیید حکم افضلیت لگادیں اور ہمارے گمان میں یہ ہو کہ فلاں شخص اس سے امور مذکورۂ قرب و رضا و کرامت و جاہ میں زیادہ ہے تو ہم خود اپنے قول کے مبطل یا معنی فضل سے غافل قرار پائیں گے۔ پس بغایت تنقیح منقح ہولیا کہ افضل عند اللہ، واقرب الی اللہ، وارضی للہ، واکرم علی اللہ، یہ سب الفاظ مترادفہ ہیں، ایک معنی کو مؤدی اور محل نزاع میں افضل سے یہی مقصود کہ خدا سے زیادہ قریب اور اس کی بارگاہ میں وجاہت افزوں رکھتا ہے۔

....

۱۔ سورۃ القدر، آیت نمبر ۳

دلائل عدم اعتبار کثرتِ ثواب بمعنی مزعوم عوام

مجرد کثرتِ ثواب بایں معنی کہ جنت کے مطاعم وملابس وازواج وخدم وحور وقصور میں زیادتی ہو ہرگز فضل کلی کا مصداق نہیں ہوسکتا۔

دلیل اوّل: ہم اہل انصاف کی عقل ایمانی سے پوچھتے ہیں کہ ان امور میں مزیت زیادت قرب ووجاہت کے حضور کچھ بھی حقیقت رکھتی ہے۔ان چیزوں پر تو ناقصوں کی نظر مقتصر رہتی ہے، مردان راہِ خدا عبادت بلحاظ جنت کو شرک خفی سمجھتے ہیں۔

توریت مقدس میں ہے: اس سے زیادہ ظالم کون جو بہشت ملنے یا دوزخ سے بچنے کو میری عبادت کرے، اگر میں بہشت و دوزخ نہ بناتا تو کیا مستحق عبادت نہ ہوتا؟

صوفیاے کرام فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن وعبدالرحیم وعبدالرزاق بکثرت ہیں اور عبداللہ نہایت نادر، بندۂ خداوہ جو خدا کو خدا کے لئے پوجے۔اپنے مزد واجر کا لحاظ وقت میں تیرگی لاتا ہے۔

آیت کریمہ ﴿ وإيّاي فاعبدون ﴾ (۱) میں تقدیم ضمیر جس طرح شرک عبادت کی نافی ہے یوں ہی شرک مقصد کے منافی ہے۔گویا ارشاد ہوتا ہے: مجھ ہی کو پوجو اور میری عبادت سے مجھ ہی کو چاہو۔جس دل میں میرے غیر کا خیال ہو میری ساحت قرب میں لائق حضوری نہیں۔من التفت إلى غير نافليس منا: (۲)

۱۔ تو میری ہی بندگی (عبادت) کرو۔ (سوره العنکوبت آیت ۵۶)

۲۔ جو ہمارے غیر کی طرف التفات کرے وہ ہمارا نہیں۔

امام شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی الالوسی تفسیر روح المعانی میں صوفیا کرام کا قول نقل فرماتے ہیں کہ: "من التفت الى غير الله تعالىٰ فهو مشرك" جس نے بھی غیر اللہ کی طرف التفات (توجہ) کیا پس وہ مشرک ہے۔(روح المعانی، سورۂ یوسف، آیت ۱۱۱، ج ۳، ص ۱۶۲)

اسی طرح کے اقوال صوفیاء سے بعض لوگوں کو ممکن ہے یہ جواز مل جائے کہ چونکہ انبیاء ورسل بھی غیر اللہ ہیں اس لیے اُن کی طرف التفات بھی اللہ عزوجل کے قرب میں حائل ایک دیوار ہے اور بزعمِ خویش وہ توحید کے نشے میں مدہوش شان رسالت میں توہین کے مرتکب ہوجاتے ہیں۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کو بھی رفع فرمادیا ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ:

"الرسل سوى الله تعالىٰ و كل ماسواه سبحانه حجاب عنه جل شانه فالرسل حجاب عنه و كل ماهو حجاب لاحاجة للخلق اليه فالرسل لاحاجة للخلق اليهم وهذا جهل ظاهر." (تفسیر روح المعانی، تفسیر سورۃ النحل، آیت نمبر ۲) انبیاء رب العزت کا غیر اور اس کا ماسوا (غیر) ہیں اور بہر ماسوی اللہ عزوجل کو اس سے حجاب ہے اس لیے انبیاء اور رسل کو بھی اس سے حجاب ہیں ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہو مخلوق کو اس کی حاجت و ضرورت نہیں پس مخلوق کو انبیاء ورسل کی کوئی حاجت نہیں ایسا کہنا کھلی جہالت ہے۔

زہے عشق! مار برشدت دوست خواہی داشت جاناں را(۱)

اکابر صحابہ خصوصاً خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان اس سے بس ارفع واعلیٰ ہے کہ ایسے مقاصد ناقصہ ان کے مطمع نظر رہے ہوں۔

ع: کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے۔(۲)

نہیں نہیں، بلکہ بالیقین ان کا غایت مرمی واقصائے مرام وہی حصول قرب ووجاہت ورضائے احدیت تھا، تبارك وتعالیٰ۔

جیسا کہ کلامِ عتیق حالِ صدیق سے خبر دیتا ہے:

﴿یؤتی ماله یتزکی، ومالأحد عنده من نعمة تجزی، إلا ابتغآء وجه ربه الاعلیٰ﴾(۳)

اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو، اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے مگر چاہنا اپنے برتر رب کی رضامندی کا۔

پھر وہی ان میں باہم تفاضل کا مبنیٰ، نہ یہ امورِ دانیہ متعلقہ بشہوات نفسانیہ۔

دلیل دوم: اسی لئے محدث جلیل فاضل محمد طاہر گجراتی کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں تصریح فرماتے ہیں کہ زیادت اجر منافی افضلیت نہیں، ممکن ہے مفضول کو اجر میں زیادتی ہو، حیث قال: مجرد زیادة الاجر لاتستلزم ثبوت الافضلیة المطلقة(۴)

اور صواعق علامہ ابن حجر شہاب الدین احمد مکی میں ہے:

مجرد زیادة الاجر لاتستلزم الافضلیة المطلقة(۵)

پس اگر مناط افضلیت یہی کثرت اجر بمعنی مذکور ہوتی تو مفضول کو اس کا حصول کیوں کر معقول ہوتا۔

وماذکر ابن عبد البر فقد أتی بما لم یسبق إلیه ولا معول علیه۔

۱۔ یہ کتنی عمدہ بات ہے کہ تو آتش عشق کو عزیز رکھتا ہے۔

۲۔ اس سے اور غیر کی تمنا سے صد افسوس ہے۔

۳۔ سورۃ اللیل آیت نمبر ۱۸، ۱۹، ۲۰

٤۔ مجمع بحار الانوار، فعل فی الصحابة، التکملة، جلد ٥، صفحه ۷۳۸

٥۔ الصواعق المحرقه، الفصل الثالث فی الاحادیث الواردة، صفحه ٦١٣

دلیل سوم: اور لیجیے اہل سنت کا اجماع ہے: کہ صحابہ کرام افضل امت ہیں، اگر مدار افضلیت یہ ہی زیادت اجر ہے تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا جسے ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یأتی أیام للعامل فیهن أجر خمسین، قیل: منهم أومنا؟ یارسول الله، قال: بل منکم (۱)

وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں نیک عمل کرنے والا پچاس عاملوں کا اجر پائے گا۔
عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ان میں سے پچاس کا یا ہم میں سے؟ فرمایا: بلکہ تم میں سے۔

اقول: اگر مدار افضلیت کثرت قرب ووجاہت ٹھہرے کما ھو الحق تو اس حدیث کو حدیث صحیحین "لو أن أحدًا أنفق مثل أحد ذهبًا ما بلغ مد أحدکم ولا نصفية" (۲) سے بھی عمدہ تطبیق حاصل ہوتی ہے کہ اعمال صحابہ جس قدر انہیں خدا سے قریب اور اس کی بارگاہ میں کریم ووجیہ کرتے ہیں دوسروں کے اعمال ہرگز اس درجے تک نہیں پہنچ سکتے، گو مقدار میں ان سے اس قدر زیادہ ہوں جتنا نیم صاع جو سے کوہ احد برابر سونا اگرچہ متاخرین کو بوجہ کثرت عوائق وفساد زمانہ بعض وجوہ سے اجر زیادہ مل سکے۔

اسی حدیث کے جواب میں علماء نے تصریح فرمائی کہ کثرتِ اجر مدارِ افضلیت نہیں۔

دلیل چہارم: اے عزیز! حکمت ضالہ مومن ہے اور حق احق بالاتباع، کیا مزے کی بات ہے، یہ تو قطعاً مسلم کہ فضائل جزئیہ موردِ نزاع نہیں ہو سکتے، اور اس میں بھی کلام کی مجال نہیں کہ فضل کلی جو اطلاق افضل علی الاطلاق کا مصحح ہے، لاجرم وہ اوروں کے فضائل سے عالی وشامخ ہوگا ورنہ جسے افضل مطلقا کہیے بعض سے مفضول ہو جائے گا کما ذکرنا۔

اب میزان عقل میں تول لیجیے کہ قربِ الٰہی اور اس کی بارگاہ میں وجاہت اعلیٰ واشرف ہے یا جنت میں لذیذ کھانے، خوشگوار شرابیں، نرم ونازک کپڑے، بلند جڑاؤ تخت، دلربا شوخان، طناز عروسان، سراپا ناز

ع: ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا، (۳)

....

۱۔ السنن لابی داؤد، باب الامر والنهی، جلد ۳، صفحه ٤١٦، رقم ٣٧٧٨
۲۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب تحریم سب الصحابہ، حدیث ۶۳۸۳، دار الفکر، بیروت، ص ۱۲۵۸۔
۳۔ راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں جا رہا ہے۔

وائے خوبیٔ فہم، دو درباریوں نے بادشاہ کو اپنی عمدہ کارگزاریوں سے راضی کیا، تاجدار نے ایک کو ہزار اشرفی انعام دے کر پایہ تخت کے نزدیک جگہ دی، دوسرے کو انعام لاکھ اشرفی ملا اور مقام اس کی کرسی منصب سے نیچے۔ اے انصاف والی نگاہ! اہل دربار میں افضل کسے کہا جائے گا۔

بالجملہ کثرتِ ثواب بمعنی مذکور ہرگز فضل کلی کا مناط نہیں۔

دلیل پنجم: آخر باہم ملائکہ میں بھی ایک کو دوسرے سے افضل کہا جاتا ہے۔

حدیث میں آیا:

عن ابن عباس رضی الله عنهما ألا أخبركم بأفضل الملائكة؟ جبريل۔ (۲)

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں سب ملائکہ میں افضل کون ہے؟ جبریل۔

کتب عقائد میں انس وملک کا تفاضل ذکر کرتے ہیں، حدیث قدسی میں وارد ہوا:

۔طس ۔فر۔ کلاهما عن ابی هريرة عن النبی ﷺ عن ربه وتبارك وتعالیٰ: عبدی المؤمن أحب إلیّ من بعض ملائكتي (۳)

میرا بندہ مسلمان مجھے اپنے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہے۔

وہاں یہ معنی کب بن پڑے، کثرت وقلت درکنار ملائکہ رأسا اہل ثواب ہی سے نہیں، تو بالضرور وہاں وہی معنی کہنا پڑیں گے کہ جبریل افضل الملائکہ ہیں یعنی ان کا قرب اور بارگاہِ الٰہی میں وجاہت اور فرشتوں کی وجاہت وقرب سے زیادہ ہے۔ اسی طرح تفاضل انسان وملک میں، پھر یہ معنی کہ درحقیقت لفظ افضل سے تراوش کرتے ہیں یہاں آکر کیوں بدل گئے؟ اور کون سی ضرورت ان سے رجوع پر باعث ہوئی؟

دلیل ششم: علمائے اہل سنت شکر الله مساعیهم نے تفضیل صدیق کو عقیدہ ٹھہرایا، اور اس پر کریمہ ﴿ان اکرمکم عندالله اتقکم﴾ (۳)

۲۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، احادیث عبدالله بن عباس، جلد ۱۱، صفحه ۱۶۰، رقم ۱۱۳۸۵

۳۔ الطبرانی فی المعجم الاوسط، جلد ۶، صفحه ۳۶۷، رقم الحدیث ۶۶۳۴

۳۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر ۱۳)

ح۔ک۔خط۔ کلهم عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه اور حدیث ''ابوبکر وعمر خیر الاوّلین والآخرین وخیر أهل السموٰات والأرضین إلا النبیین والمرسلین''(۱) سے استدلال لائے اور یہ دلائل سلفاً خلفاً ان میں شائع وذائع رہے، اور پر ظاہر کہ أکرم عندالله اور أکثر وجاهةً عندالله کے ایک ہی معنی ہیں، اور خدا کے نزدیک جو اکرم وبزرگ تر ہوگا لاجرم خدا سے زیادہ قریب ہوگا، نہ وہ جسے اجر بمعنی مذکور زیادہ عطا ہو۔

اسی طرح بعد انبیاء ومرسلین اولین وآخرین وکافہ اہل آسمان وزمین سے بہتری بھی اس زیادت اجر کا ثمرہ نہیں ہوسکتی۔ تو یہ استدلال ہمارے علمائے کرام کا باعلیٰ نداء منادی کہ وہ شیخین کو بہ ہمیں معنی زیادت قرب ووجاہت افضل کہتے ہیں، ورنہ دلیلیں انتاجِ دعویٰ میں قصور کریں گی، کہ مدعا تو مثلاً صدیق کو اجر زیادہ ملنا تھا، اور دلیل یہ کہ وہ اکرم عنداللہ ہیں، یا انبیاء ومرسلین کے بعد سردار سابقین ولاحقین وبہترین سکان چرخ وزمین۔

پس اتمام تقریب کے لئے ہر جگہ ایک مقدمہ اور بڑھانا پڑتا کہ جو ایسا ہے اسے اجر زیادہ ملے گا، اب قیاس مرکب ہوکر نتیجہ نکلتا کہ صدیق اکبر کو اجر بیشتر حاصل ہوگا، حالانکہ یہ مقدمہ کوئی ذکر نہیں کرتا اور دلیل کو اسی قدر پر تمام کردیتے ہیں، مع ہذا ایسا ہوتا تو اس مقدمہ زائدہ

۱۔ تاریخ دمشق، ذکر عمر بن الخطاب بن نفیل، جلد ۴۴، صفحہ ۱۹۵، العلل المتناهیہ لابن جوزی، احادیث فی فضل أبی بکر، جلد ۱، ص ۱۹۸، رقم ۳۱۱، الکامل فی صغفاء الرجال، جلد ۲، صفحہ ۱۸۰، ذخیرۃ الحفاظ للمقدسی، جلد ۱، صفحہ ۲۰۲، رقم ۲۸ مختصر تاریخ دمشق، ذکر عمر بن الخطاب، جلد ۶ صفحہ ۲۴
راقم اثیم کی تحقیق کے مطابق مذکورہ بالا حدیث کی سند موضوع ہے۔
اس حدیث کی سند میں دو راوی شدید مجروح ہیں جن میں سے پہلا راوی محمد بن داؤد القنطری ہے جس سے مروی احادیث کو منکر اور باطل کہا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (لسان المیزان، جلد ۵، صفحہ ۱۶۱، رقم ۵۴۴)، (میزان الاعتدال، جلد ۳، صفحہ ۵۴۰، رقم ۷۵۰۰)
اور دوسرا راوی ''جبرون بن واقد'' جس کو محدثین نے ''متهم'' کہا ہے اور اسے مروی تمام احادیث کو منکر کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔
(میزان الاعتدال، جلد ۱، ص ۳۷۸، رقم ۱۴۳۵)، (لسان المیزان، من اسمہ جبار وجبرون، جلد ۲، ص ۹۴، رقم ۳۷۹)،
(الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد ۲، صفحہ ۱۸۰، رقم ۳۶۸)
راقم کو اس حدیث کی جو بھی اسناد مل سکیں ہیں اُن میں یہ دو روایان موجود ہیں ممکن ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے پیش نظر اس حدیث کی کوئی اور سند موجود ہو اور انہوں نے اس سند کو مدنظر رکھتے ہوئے استدلال فرمایا ہو۔ ثانیاً: یہ بات یاد رہے کہ کسی حدیث کے موضوع ہونے سے اُس موقف پر کوئی حرج نہیں پڑتا کیونکہ تفضیل شیخین احادیث متواترہ سے ثابت ہے جیسا کہ اپنے مقام پر آئے گا جہاں پر شرح وبسط کے ساتھ اکابرین اُمت کی تصریحات کے ساتھ تفضیل شیخین کو تواتر سے ثابت کیا جائے گا۔
نوٹ: یہ بھی یاد رہے کہ اس موضوع حدیث کو نقل کرنے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان'' صاحب پر اعتراض کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت'' کے سامنے اس حدیث کی سند موجود نہیں تھی کیونکہ انھوں نے اس حدیث کو جامع الاحادیث سے نقل کیا ہے۔ موضوع حدیث کو نقل کرنا اس وقت غلط ہے جب کسی کے علم میں اسکا موضوع ہونا معلوم ہوجائے۔ عصر حاضر کے کسی تفضیلی نے اعلیٰ حضرت'' پر اس حدیث کو نقل کرنے پر اعتراض کیا ہے لہذا اسکی وضاحت کرنا لازمی تھی۔ (۱۲ فیصل خان)

میں پھر خلشیں نکلتیں اور بنی بنائی دلیل کا سنوارنا مشکل پڑ جاتا۔ مخالف سہل طریقہ سے منع وارد کر سکتا کہ ہم نہیں مانتے جو اکرم عند اللہ اور اہل سموات وارض سے بہتر ہوا سے اجر مذکور زیادہ ملنا ضرور ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اختیار ہے مطیع کو کم عطا فرمائے اور عاصی کا دامن مالا مال کر دے۔

دلیل ہفتم: لیجیے خوب یاد آیا کیوں تکلیف تکلف گوارا کیجیے، گوہر مقصود کے لئے دریا پیرتے پھیریے، آفتاب عالم تاب جس کی روشنی میں راہ راست مل جائے اور تمام شکوک واوہام کا دفتر جل جائے کلامِ ہدایت نظام حضور سید الانام علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں:

- م - عن ابی هریره فضلت على الأنبياء بست، أعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب، وأحلت لي الغنائم، وجعلت لي الأرض طهوا ومسجدا، و أرسلت إلى الخلق كافة، وختم بي النبيون (۱)

میں انبیاء پر چھ باتوں میں تفضیل دیا گیا، مجھے جامع کلمے، مختصر لفظ بے شمار معنی والے عطا ہوئے، اور میری مدد کی گئی رعب سے، اور حلال کی گئیں میرے لئے غنیمتیں، اور کی گئی میرے لئے زمین پاک کرنے والی اور مسجد، اور بھیجا گیا میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف، اور ختم کئے گئے مجھ سے پیغمبر۔

اور اسی مضمون کی حدیث میں بروایت سائب بن یزید واقع ہوا:

- طب - وادخرت شفاعتي لامتي إلى يوم القيامة (۲)

اور اٹھا رکھی میں نے اپنی شفاعت اپنی امت کے لئے روزِ قیامت تک۔

اب تو خوشہ مقصود بے پردہ وحجاب جلوہ آرا ہے، چشمِ بصیرت سے غطائے عصبیت اتاریے اور دیکھ لیجیے کہ حضور نے جن وجوہ سے کافہ انبیائے کرام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر اپنی افضلیت ثابت فرمائی ان کا منشاء زیادت قرب ووجاہت ہے، یا طعام وشراب ولباس واکواب وابکار واتراب جنت سے بیشتر متلذذ ہونا۔

....

۱۔ الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، مواضع الصلوٰة، ج۳، ص۱۰۹

۲۔ المعجم الاوسط، من اسمه عبدان، جلد ۵، صفحه ۳۰، رقم ٤٥٨٦

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے:

- می - إن الله تعالىٰ فضل محمد اصلى الله عليه وآله وسلم على الأنبياء وعلى أهل السماء، فقالوا: ياابا عباس !بم فضله على أهل السماء، قال: إن الله تعالى قال لاهل السماء: ومن يقل منهم إنى إله من دونه فذلك نجزيه جهنم كذلك نجزى الظالمين، وقال الله تعالى لمحمد ﷺ: ﴿إنا فتحنالك فتحا مبينا ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخر﴾ قالوا: ومافضله على الأنبياء؟ قال: قال الله تعالى: ﴿وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه ليبين لهم﴾ فيضل الله من يشاء، وقال الله تعالى لمحمد ﷺ: ﴿وما ارسلناك الا كافة للناس﴾ فأرسله إلى الجن والانس (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے بزرگی بخشی محمد ﷺ کو تمام پیغمبروں اور آسمان والوں پر، لوگوں نے کہا: اے ابوعباس کس بات سے فضیلت بخشی انہیں آسمانیوں پر؟ کہا اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کے حق میں فرمایا: جو کہے گا ان میں سے کہ میں معبود ہوں اللہ کے سوا، سوا سے بدلہ دیں گے جہنم، ہم یوں ہی عوض دیتے ہیں ستمگاروں کو۔ اور محمد ﷺ سے فرمایا: بے شک ہم نے فتح کی تمہاری لئے کھلی فتح، تاکہ بخش دے تمہارے لیے اگلے پچھلے گناہ، بولے: اور انبیاء پر ان کے لئے بڑائی کیا ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تا ان کے لئے بیان کرے، پھر خدا گمراہ کرتا ہے جسے چاہے۔ اور محمد ﷺ سے فرمایا: ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر تمام آدمیوں کے لئے، پس انہیں سب جن وانس کی طرف رسول کیا۔

اس تقریر کے پھول بھی اسی باغ قرب ووجاہت وعزت وکرامت کا پتا دیتے ہیں۔ کثرت اجر بمعنی مذکور کی کہیں بو بھی نہیں، اور ایک اس پر کیا موقوف ہے۔ جہاں صحابہ کرام میں تفضیل وترجیح کا چرچا ہوا ہے اکثر اسی قسم کے امور ذکر فرمائے جاتے ہیں، مجرد اجر بمعنی مذکور کا

۱۔ المستدرك للحاكم، باب تفسير سورة ابراهيم، ج ۲، ص ۳۱۸، رقم، ۳۳۳۵
المعجم الكبير، احاديث عبدالله بن عباس، ج ۱۱، ص ۲۳۹، رقم ۱۱۶۱۰
سنن الدارمی، باب ما اعطى النبى ﷺ، جلد ۱، صفحہ ۳۸، رقم ۴۶

حرف شاید کسی کی زبان پر نہ آیا ہو۔ آخر فصول آتیہ باب اول وباب ثانی میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کی حدیثیں سن ہی لوگے۔

پس بشہادت دو گواہ عدل عقل ونقل خوب محقق ومنقح ہو گیا کہ مناط افضلیت زیادت قرب ووجاہت ہے نہ کثرت لذائذ جنت۔ سنیہ وتفضیلیہ کہ مسئلہ تفضیل میں متنازع ہیں ان کا معرکہ بھی اسی میدان قرب وجاہ میں، اور احادیث میں جو شیخین یا بزعم تفضیلیہ جناب مولا کی افضلیت وارد ہوئیں وہاں بھی یہی معنی نگاہ میں، اور ہر چند یہ امر عقول سلیمہ کے نزدیک غایت جلاو ظہور میں تھا جس کے لئے اس قدر تطویل وتجشم تفصیل محض بیکار تھی، مگر مجبور کہ ہمارے بعض معاصرین کے افکار بلند وافہام آسمان پیوند فقیر کو کشاں کشاں اس طرف لائیں کہ بدیہی کو نظری کا جامہ پہنایئے اور آفتاب دکھانے کو مشعل جلایئے۔

دلیل ہشتم: عزیزا! اگر اہل سنت کا یہی مذہب ہوتا کہ مرتبہ حضرت مولا کا بڑا اور قرب وکرامت انہیں کی زیادہ، شیخین کو ان پر صرف ثواب لذائذ جنانی میں مزیت، تو دلائل مذکورۂ سنیاں اور اس کی امثال اکثر براہین کہ عمدہ کار اور فرقہ ناجیہ کے اکابر واصاغر میں بلا نکیر رائج سب یک قلم منقلب ہو جاتے، جن کی کثرت ثواب کا اثبات منظور تھا ان کی اکرمیت ثابت ہوتی اور جن کی اکرمیت کا دعویٰ تھا ان کی کثرت ثواب ظہور پاتی۔

مثلاً کریمہ ﴿ سیجنبها الاتقی ﴾ (۱) کو آیت ﴿ إن أكرمكم عندالله اتقاكم ﴾ (۲) سے ملا کر کثرت اجر صدیق پر استدلال کیا، تو ہماری پہلی تقریر کو خزانہ حافظہ سے پھر جنبش دے کر، پیش نفس حاضر لایئے کہ یہاں تتمیم تقریب کے لئے ایک مقدمہ بڑھانے کی ضرورت ہوگی اور یہ قیاس قیاس مرکب، تو نظم دلیل اور اس سے انتاج دعوی یوں ہوگا کہ صدیق اتقی ہیں اور ہر اتقی اکرم عنداللہ اور ہر اکرم عنداللہ اجر میں زیادہ پس صدیق اجر میں زیادہ۔

....

۱۔ اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار۔ (سورۃ الیل، آیت ۱۷)

۲۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

(سورة الحجرات، آیت نمبر ۱۳)

اب نتیجہ قیاس اولیٰ سے صدیق کی اکرمیت نکلی حالانکہ اس کا نسبت جناب مرتضوی دعوی تھا۔اور کبرائے قیاس ثانی سے اکرم کی زیادت اجر ثابت ہوئی تو مولا علی جنہیں اکرم کہا تھا اجر میں زیادہ ٹھہرے۔دلیل دونوں دعووں پر صاف لوٹ گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عقل سے ایسی بیگانگیاں خدانہ کرے کہ سنیوں کے ادنی نوآموز سے بھی صادر ہوں۔ یہ ناموزونی تو روزِ ازل سے بدعتیوں کے حصے میں آئی ہے، پھر اپنے خیالات خام جو قوت واہمہ سے تراشے ہیں سنیوں کے سر دھر کر کیوں ناحق ان کے بلند پایہ کلمات کو خبط بے ربط کیے دیتے ہو، ان کے دشمنوں کو سودا ہوا تھا کہ فضل کلی کا مناط ایسی چیز کو ٹھہراتے جو کسی طرح اس کا مصداق نہیں ہوسکتی، نہ احادیث وآثار میں جو وجوہ افضلیت وارد ہوئیں وہ اس کی مساعدت کرتیں، نہ اس مسئلہ کے نظائر میں ہرگز وہ معنی درست آتے، نہ خود اپنے دلائل کا اس پر کسی صورت انطباق ہوتا، مناط نہ ہوا فلک سیر کی ترنگ ہوا۔یا ہوش ربا کی امنگ جس کا تھل نہ بیڑا۔

دلیل نہم: اور مزہ یہ ہے کہ یہ مناط...... حضرات تفضیلیہ میں بھی مقبول نہیں ہوتا، نزاع کے لئے ضرور ہے کہ ما فیہ التنازع میں تخالف موجود ہو۔اگر ہم زید کے لئے سرداری خاور ثابت کریں اور دوسرا عمرو کے واسطے سلطنت باختر کو مانے تو اس میں تخالف ہی کا ہے کا ہوا۔منازعت تو جب ہو کہ ایک ہی مرتبہ غیر مشترکہ ہم زید کو بتائیں اور طرف مقابل عمرو کو۔اب اگر تفضیلیہ سے پوچھتے ہیں کہ تم جو حضرت مولا کرم اللہ وجہہ کو افضل بتاتے ہو یہی کثرت اجر و تمتع لذائذ مراد لیتے ہو، تو وہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں، حاشا وکلا یہ بالائی بات کس قابل ہے، شان مرتضوی اس سے بس ارفع واعلیٰ، ہم تو اس جناب کو رفعت مکان وعلو شان وبلندی جاہ ووفور کرامت عنداللہ میں اجل واکمل مانتے ہیں۔سنی بھی اگر اس دعویٰ میں ان کے موافق تھے تو اس نزاع ہزار سالہ کا مبنیٰ کیا۔اور ادھر جو تفضیلیہ دلیل پیش کرتے ہیں جس سے بوئے اکرمیت نکلتی ہے، خدا جانے کیا ماجرا ہے کہ سنی مستعد جواب ہوجاتے ہیں، اور اس کی وہ بری حالت بناتے ہیں کہ الٰہی توبہ۔کوئی نہیں پوچھتا کہ جب ان کے نزدیک افضلیتِ شیخین بمعنی اکرمیت وعلو جاہ ومنزلت نہیں بلکہ اسے مولا علی کے لئے ثابت ماننے میں یہ بھی تفضیلیہ کے شریک ہیں، تو اس دلیل کے رد پر کیوں کمر کستے ہیں۔سیدھی سی بات کہ جو کچھ اس سے ثابت ہوا ہمارا عین مدعا ہے، کیوں نہیں کہہ گزرتے۔غرض اس مناط مقدس میں جو جو خوبیاں ہیں زبان قلم وقلم زبان اس کی تحریر و بیان سے عاجز۔

دلیل دہم: مگر ہوا یہ کہ ان صاحبوں نے ہمارے بعض علماء کے کلام میں کثرتِ ثواب کا لفظ دیکھ لیا اور مطلب سمجھنا نصیب اعدا۔ اب مخالفتِ اہل سنت کی رگ خفی نے جوش کیا، اور خیالی طومار بندھنے لگے۔

اگر مثلاً حضرت شیخ محقق قدس سرہ کی تکمیل الایمان میں یہ لفظ نظر سے گزرا تھا تو فتح الباری، صواعق الحرقہ، مجمع البحار وغیرہا کی وہ تقریر بھی تو دیکھی ہوتی جس میں زیادت اجر کے (مناط افضلیت) ہونے کی بتصریح نفی ہے اور اس کے سواء کتبِ اہل سنت پر بھی نگاہ ڈالی ہوتی جن میں کرامت ومنزلت عنداللہ کو بھی شریک کیا ہے۔ افسوس صد افسوس۔ حفظت شیئا وغابت عنك أشياء (۱)،

خیر اب تک نہ سنا تھا تو اب سنیے، شرح مقاصد میں ہے:

الكلام في الافضيلة بمعنى الكرامة عندالله تعالىٰ وكثرة الثواب (۲)

کلام افضلیت میں ہے بمعنی خدا کے نزدیک بزرگی وکثرت ثواب کے۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر امام علامہ سیوطی میں زیر حدیث: صالح المؤمنين ابوبكر وعمر فرماتے ہیں:

أي هما أعلى المومنين صفة وأعظمهم بعدالأنبياء (۳)

یعنی ابوبکر وعمر سب مسلمانوں سے اعلیٰ ہیں صفت میں اور انبیاء کے بعد سب سے بڑے ہیں قدر ومنزلت میں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں بیان وجہ تفضیل شیخین میں فرماتے ہیں:

ایشان (یعنی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بزرگ بودند ومقرب ودر کاروبار دنیا ودین

۱۔ ایک شے کی تو نے حفاظت کی اور بہت سی اشیاء تجھ سے غائب ہوگئیں۔

۲۔ شرح مقاصد، الفصل الرابع فی الامامۃ، المبحث السادس، الافضلیہ بین الخلفاء، جلد ۳، صفحہ ۵۲۳

۳۔ فیض القدیر للمناوی، جلد ٤، صفحہ ۲۵۱، رقم الحدیث ٤۹۸۵

مقدم وابوبکر وعمر ہر دو وزیر ومشیر آنحضرت بودند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۱)۔

صواعق میں ہے:

ثـم يـجـب الإيـمـان والمعرفة بأن خير الخلق وأفضلهم وأعظمهم منزلة عـنـد الله بعد النبيين والمرسلين وأحقهم بخلافة رسول الله ﷺ أبوبكر الصديق، ونـعـلـم أنـه مـات رسول الله ﷺ ولم يكن على وجه الأرض أحد بالوصف الذي قـدمـنـا ذكـره عـلـى غيره رضـى الـله عنه، ثم من بعده على هذا الترتيب والصفة ابـوحفص عمربن الخطاب رضى الله تعالى عنه، ثم من بعد هما على هذا الترتيب والنعت عثمان بن عفان، ثم على هذا النعت والصفة من بعدهم أبوالحسن على بن ابى طالب رضى الله عنهم، انتهى ملخصا۔ (۲)

پھر واجب ہے ایمان لانا اور پہچاننا کہ تمام جہان سے بہتر وافضل اور خدا کے نزدیک مرتبہ میں بڑے انبیاء ومرسلین کے بعد اور خلافت رسول اللہ ﷺ کے مستحق تر ابوبکر صدیق ہیں، اور ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا اور روئے زمین پر یہ وصف کسی میں نہ تھا سوا صدیق کے، پھر ان کے بعد اسی ترتیب وصفت پر عمر بن الخطاب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر ان کے بعد اسی ترتیب ووصف پر عثمان بن عفان، پھر اسی نعت ووصف پر ان سب کے بعد ابوالحسن علی بن ابی طالب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شرح مواقف پسند ہو تو اس میں دیکھیے:

ومـرجـعـهـا أي مـرجـع الأفـضـلية التي نـحـن بصددها إلى كثرة الثواب والكرامة عندالله تعالى (۳)

....

۱۔ یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سب سے بزرگ وبرتر ہیں دین ودنیا کے ہر کام میں مقدم ومقرب ہیں اور یہ دونوں حضرات حضور ﷺ کے وزیر ومشیر ہیں۔

(اشعة اللمعات، باب مناقب ابی بکر، جلد ٤، صفحه ٦٥٠)

۲۔ الصواعق المحرقه، باب خاتمه فى امور مهمة، صفحه ٧٠٦

۳۔ شرح المواقف، المرصد ابرابع، المقصد الخامس، ، ج ۳، ص ٦٣٨

مرجع اس افضلیت کا جس کے ہم درپے اثبات ہیں کثرتِ ثواب وکرامت عنداللہ کی طرف ہے۔

مولانا ملک العلماء بحرالعلوم قدس سرہ العزیز فقہ اکبر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شرح فارسی میں فرماتے ہیں:

بدانکہ مراداز افضلیت اکثریتِ ثواب واعظمیتِ مرتبہ است نزداللہ تعالیٰ (۱)

بات یہ ہے کہ بندہ جب اپنے مولا کی امتثال اوامر واجتناب نواہی میں حتی الوسع سرگرم رہتا ہے تو کریم قدیر جل جلالہ اپنے فضل ورحمت سے اسے بارگاہِ ناز میں قرب اور وجاہت بخشتا ہے، اور زیادت انعام کے لئے لذات جنت بھی مرحمت فرماتا ہے...... جب بندہ کو بذریعہ عمل حاصل ہوئے تو دونوں کو ثواب کہنا درست ٹھہرا۔

قال تبارك وتعالى: ﴿تلك الجنة اورثتموها بما كنتم تعلمون﴾(۲)

یہ باغ تم وارث کئے گئے اس کے اپنے ان کاموں کے عوض جو تم کرتے تھے۔

وقال تعالىٰ: ﴿واسجد واقترب﴾(۳)

اور سجدہ کر اور قریب ہوجا۔

وقال تعالىٰ فيما حكاه عنه نبيه ﷺ :

"لايزال عبدى يتقرب إليّ بالنوافل"(۴)

ہمیشہ میرا بندہ میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے نوافل سے۔

۱۔ جان لے کہ افضل ہونے سے مراد کسی کا اللہ کے ہاں ثواب میں زیادہ ہونا اور افضل المرتبت ہونا ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

۲۔ سورة الزخرف: رقم الآية ۷۲

۳۔ سورة العلق: رقم الآية ۱۹

۴۔ الصحيح للبخارى، باب التواضع، جلد ۳، صفحه ۱۲۰، رقم ۶۰۲۱
تحفة الاشراف للمزى، جلد ۱۰، صفحه ۲۷۴، رقم ۱۴۲۲۲
مجمع الزوائد، باب فضل الصلاة، جلد ۲، صفحه ۵۱۴، رقم ۳۴۹۹

وقال النبی ﷺ :

م۔د۔س۔ کلهم عن ابی هریرة "أقرب مایکون العبد من ربه وهوساجد فأكثروا الدعاء"(۱)

سب حالتوں سے زیادہ نزدیک بندہ اپنے رب سے حالت سجدہ میں ہوتا ہے، تو اس وقت دعا زیادہ مانگو۔

وقال ﷺ :

۔ا۔عن بلال ۔ت۔مس۔ق۔ عنه وعن ابی امامة الباهلی۔عس۔ عن ابی الدرداء ۔طب۔عن سلمان الفارسی ۔ی۔وعن جابر و حسن ۔ت۔ر۔صحح۔مس۔ "علیکم بقیام اللیل فإنه دابّ الصالحین من قبلکم وقربة إلیٰ الله تعالیٰ" الحدیث۔(۲)

لازم جانو رات کی نماز کہ وہ عادت ہے تم سے پہلے نیکوں کی اور نزدیکی ہے طرف اللہ تعالیٰ کے۔

وقال ﷺ :"قضاء الصلاة قربان کل تقي"(۳)

....

۱۔ السنن لابی داؤد، باب فی الدعا فی الرکوع والسجود، جلد ۲، صفحه ٤١، رقم ٧٤١
السنن للنسائی، اقرب مایکون العبد من الله عزوجل، ج ۲، ص ٣٣٦، رقم ١١٢٥
صحیح ابن حبان، ذکر الرغبة فی الدعاء، جلد ٥، صفحه ٢٥٤، رقم ١٩٢٨،

۲۔ السنن الکبری للبیهقی، باب الترغیب فی قیام الیل، جلد ۲، صفحه ٥٠٢، رقم ٤٨٣٣
الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاهین، جلد ۲، صفحه ١٤٢، رقم ٥٥٧
مسند الرویانی، جلد ۲، صفحه ٣٦٣، رقم الحدیث ٧٢٧
جزء یحییٰ بن معین، صفحه ١٧١، رقم الحدیث ١٨٠
یہ حدیث مرفوعاً صرف امام ابراہیم بن یعقوب الکلاباذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے۔

۳۔ بحر الفوائد المشهود بمعانی الاخیار، صفحه ١٥٩
کشف الخفاء للعجلونی، جلد ۲، صفحه ٢٩، رقم ١٦١٢

نماز سے خدا کا قرب پاتا ہے ہر پرہیز گار۔

وقال المناوي في شرحه: أي إن الاتقياء من الناس يتقربون بها إلى الله أي يطلبون القرب منه بها(۱)

وروى عنه ﷺ

- شہ - عن ابن مسعود: "تقربوا إلى الله ببغض أهل المعاصي والقوهم بوجوه مكفهرة والتمسوا رضى الله بسخطهم وتقربوا إلى الله بالتباعد عنهم"(۲)

خدا کی نزدیکی چاہو گناہ والوں سے بغض رکھنے میں، اوران سے بہ ترش روی ملو اور خدا کی خوشنودی ڈھونڈو ان کی خفگی میں، اور خدا سے قرب طلب کرو ان سے دور بھاگنے میں۔

یہ آیات واحادیث اوران کی مثل نصوص متکاثرہ شاہد کہ اعمال صالحہ جس طرح ثوابِ جنت دلاتے ہیں قربِ خدا تک بھی پہنچاتے ہیں۔

اور کریمہ ﴿إن أكرمكم عندالله اتقاكم﴾ تو حجت کافی ہے کہ اصلاحِ عمل سے کرامت عنداللہ حاصل ہوتی ہے، پھران پر اطلاقِ ثواب میں کیا شک رہا کہ ثواب ہم نہیں کہتے مگراس جزا کو جو بندہ اپنے عمل صالح پر پائے۔

قال العلامة البيرى في شرح الأشباه والنظائر قال: علماء ناثواب العمل في الأخرى عبارة عما أوجهه الله تعالىٰ للعبد جزاء لعمله آثره عنه الفاضل الشامي في رد المحتار(۳)

....

۱۔ فیض القدیر للمناوی، جلد ٤، صفحه ٣٢٥، تحت رقم الحديث ٥١٨٢

۲۔ الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاهين، جلد ۲، صفحه ٤٩، رقم ٤٨٢

۳۔ رد المختار، کتاب الطهارة، باب المياه، جلد ۲، صفحه ٧٦

"حاشیه ابن عابدين، جلد ١، صفحه ١٩٨، مبحث الماء المستعمل

یعنی علامہ بنیری شرح الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں ہمارے علماء (احناف) نے فرمایا کہ آخرت میں عمل کا ثواب اس سے عبارت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے لیے جو چیز اس کے عمل کی جزا میں واجب کرے۔"

صرف لذات وشہوات، حور وقصور پر ثواب کا محصور ومقصود رکھنا محض قصور۔

فاضل علی قاری شرح فقہ اکبر سیدنا الامام الاعظم میں فرماتے ہیں:

أما حصر ثوابنا على اللذة الظاهرية فممنوع؛ لأن في الجنة يحصل لأهلها التلذذ بالذكر و الشكر و أنواع المعرفة وأصناف الزلفة والقربة التي نهايتها الرؤية ما ينسى بجنبها التلذذ والشهوات الحسية واللذات النفسية(۱)

ہمارے ثواب کا لذات ظاہری پر محصور رکھنا مسلم نہیں کہ جنت میں اہلِ جنت کو لذتیں ملیں گی یادِ خدا و شکر نعما واقسام معرفت الٰہی وانواع قرب ونزدیکی نا متناہی سے جن کا آخر دیدار پروردگار ہے جس کے حضور یہ سب حسی شہوتیں اور نفسی لذتیں یک لخت فراموش ہو جاتی ہیں۔

سچ ہے زیادت قرب وزلفے کے برابر کیا ثواب ہوگا، یہ نعمت سب نعمتوں کی جان ہے، جس کے حضور حظوظ نفسانیہ استغفر اللہ کہ کچھ بھی وقعت رکھیں ہیں، کہ زید کو اس کے اعمالِ حسنہ پر لذات اور عمرو کو قربِ ذات عطا ہوا۔ ثواب کس کا زیادہ رہا؟ عقل ہے تو خواہی نخواہی کہنا پڑے گا کہ عمرو کا ثواب بس ارفع واعلیٰ ہے۔ پس کثرتِ قرب وکثرتِ ثواب کا ایک ہی حاصل ٹھہرا، اور اس پر اقتصار بعینہ اس پر اقتصار ہوا۔ اور جنہوں نے زیادت اجر کو مدار افضلیت ہونے سے انکار کیا انہوں نے اجر بمعنی ثانی لیا، وہ بے شک زیادت زلفیٰ کے حضور مبنیٰ نہیں ہو سکتا۔

غرض مطلب سب کا ایک ہے اور لفظ مختلف

ع: عباراتنا شتى وحسنك واحد(۲)

توفیق رفیق ہو تو تطبیق وتوفیق ہو۔ بالجملہ سنیوں کا حاصل مذہب یہ ہے کہ بعد انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جو قرب ووجاہت وعزت وکرامت وعلوِ شان ورفعت مکان وغزارتِ فخر وجلالت قدر بارگاہ حق تبارک وتعالیٰ میں حضرات خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حاصل ان کا غیر اگرچہ کسی درجہ علم وعبادت ومعرفت وولایت کو پہنچے، اولی ہو یا آخری، اہل بیت ہو یا صحابی، ہرگز ہرگز اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ مگر شیخین کو امورِ مذکورہ میں ختنین پر

....

۱۔ شرح فقہ اکبر، للقاری، صفحہ ۲۰۷

۲۔ عبارات ہماری مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے۔

تفوق ظاہر ور جحان باہر، بغیر اس کے کہ عیاذاً باللہ فضل وکمال ختنین میں کوئی قصور وفتور راہ پائے، اور تفضیلیہ دربارۂ جناب مولا اس کا عکس مانتے ہیں۔

یہ ہے تحریر مادۂ نزاع۔ بحمد اللہ اس نہج قویم واسلوب حکیم کے ساتھ جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ شک مشکک ووہم واہم کو اصلاً محل طمع نہیں، اور ہر چند جو کچھ ہے علماء کے بحار فیض سے چھینٹا، اورانہیں کے خرمن تحقیق سے خوشہ:

ع: اے بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست،

مگر شاید یہ تنقیح عاطر وتوضیح ماطرو...... وکشف معضل وترصیف نفیس وحسن تاسیس اس رسالہ کے غیر میں نہ پائی جائے۔ ذلك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن أكثر الناس لايشكرون (۱) ياهذا فعليك به فاتقنه فإنه مهم مفيد، ولاحول ولا قوة إلا بالله العزيز الحميد (۲)

تبصرۂ تاسعہ: اب ہم جس کے لئے افضلیت بمعنی مذکورہ کا اثبات چاہیں تو اس کے لئے دوطریقے متصور۔ یا نصوص شرعیہ میں کسی کی نسبت تصریح ہو کہ وہ اکرم وافضل واعلیٰ واجل ہے۔ اور یہ طریقہ تمام طرق سے احسن واسلم کہ بعد نص شارع کے چوں وچرا، ومداخلت عقل نارسا کی مجال نہیں رہتی، اور قطع منازعت کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں۔ تبصرہ سابقہ میں شرف ایضاح پاچکا کہ جب ایک جماعت اہل فضل میں کسی شخص کو ان سب سے افضل کہا جائے اور وہ کسی قید خاص سے اقتران نہ پائے تو اس سے یہی معنی مفہوم ہوں گے کہ یہ شخص اپنے تمام اصحاب پر فضل کلی رکھتا، اور قرب ووجاہت ومرتبہ ومنزلت میں ان سب سے بلند وبالا ہے، پس بعد تصریح شارع کہ فلاں افضل ہے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہتی، اور دلیل اپنی منزل منتہی وذروۂ اعلیٰ کو پہنچ جاتی ہے۔ یا دوسرا طریقہ استدلال واستنباط وتالیف مقدمات کا ہے۔ یہ معرکہ البتہ تنقیح طلب۔

....

۱۔ یہ اللہ کا ایک فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (سورۂ یوسف آیت نمبر ۳۸)

۲۔ اے مخاطب! تجھ پر ضروری ہے کہ اسے مضبوطی سے تھام لے کیونکہ یہ اہم اور مفید ہے اللہ غالب سراہے ہوئے کی طرف سے ہی نیک کام کرنے کی طاقت اور گناہوں سے بچنے کی قوت ہے۔

فاقول: وباللہ التوفیق، بنائے تفضیل کی اساس جس پر اس کی تعمیر اٹھائی جاتی ہے دو امر ہیں۔ ایک مافیہ التفاضل، دوسرا مابہ الافضلیت۔

مافیہ التفاضل تو وہ جس میں افضل ومفضول کی کمی بیشی مانی جاتی ہے، اور یہ امر دونوں طرف مشترک ہوتا ہے مگر بالتشکیک کہ افضل میں زیادہ اور مفضول میں کم۔

اور مابہ الافضلیت وہ جو مافیہ التفاضل میں افضل کی زیادت...... کرے۔

یہ خاص ذاتِ افضل سے قائم ہوتا ہے، مفضول کو اس میں اس کم وکیف کے ساتھ اشتراک نہیں، اگرچہ کہیں بنفس وصف سے اتصاف پایا جائے ورنہ اس میں تساوی ہو تو بنائے تفاضل رأسا انہدام پائے۔ مثلاً: شمشیر تیز براں کو تیغ کندنا کارہ پر تفضیل ہے۔ مافیہ التفاضل قطع وجرح کہ وہ خوب کاٹتی ہے اور یہ قصور کرتی ہے، اور مابہ الافضلیت خوش آبی وپاکیزہ جوہری کہ تیغ اول سے مختص ہے، جس کے سبب اسے قطع وبرش میں مزیت ہوئی۔

جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو چکا تو اب سمجھنا چاہئے کہ مافیہ التفاضل کا ادراک تو ترتیب دلیل کیا نفس تحقق نزاع حقیقی سے مقدم ہوتا ہے کہ یہاں منازعت کے اصل معنی ہی یہ ہیں کہ فریقین ایک امر معین مشترک بین الاثنین میں مزیت کی نسبت مختلف ہو جائیں۔ یہ زید کے لئے ثابت کرے، وہ عمرو کے واسطے مانے۔ اسی امر مشترک بالتفاوت کا نام مافیہ التفاضل ہے۔ مگر مابہ الافضلیت کا ادراک اور اس کا اپنے مدعی لہ سے خاص ہونے کا اثبات بحث غامض ومزلۃ الاقدام۔ اور یہی امر مظنۂ اختلاف اولی الافہام۔ پس ما نحن فیہ میں طریقۂ استدلال یہ کہ مدعی لہ کا ایک فضیلت میں نصاً خواہ استنباطاً اپنے ماورا سے امتیاز، پھر اس خاصہ کا تمام مفضولین سے زیادتِ قرب وکثرتِ وجاہت عنداللہ کا موجب ہونا ثابت کیا جائے، اگر یہ دونوں مقدمے حسب مراد منزل ثبوت تک پہنچ گئے، دلیل تمام ہو کر احقاق حق والزام خصم کردے گی۔ اس میدان میں آکر سنیہ وتفضیلیہ دوراہ ہو گئے۔ اہل تفضیل قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال ، ہوائے تخیل میں بی پر کی اڑانے لگے، کہیں محض بعض صفات سے اختصاص کو فضل کلی کا مدار ٹھہرایا، کہیں کثرتِ فضائل وشہرت کو...... پکڑا، کبھی شرف نسب وعلو حسب وکرامت صہر ونفاست عیال پر نظر ڈالی، کبھی ملکات میں مزیت، سلاسل طریقت کی مبدئیت، تنزل ناسوتی کی خصوصیت سے راہ نکالی کہ ہم بحمداللہ تبصرات سابقہ میں ان اوہام کی قطع عرق کر آئے۔

سنیوں کا مرجع ومآوی ہر بات میں حدیث شریف وقرآن اشرف اور مقام شرح وتفسیر میں پیشوا ومقتدا کلماتِ اکابر سلف۔ اب جو ہم گل چیں نظر کو ان باغوں میں اجازت گل گشت دیتے ہیں تو اشیائے متعددہ کو اس دائرہ کا مرکز پاتے ہیں۔

کریمہ ﴿إن أكرمكم عندالله اتقاكم﴾ (۱) تو نص جلی ہے کہ مدارِ افضلیت زیادتِ تقویٰ ہے، اور بیشتر احادیث واخبار بھی اسی کے مثبت۔ اور کریمہ ﴿ومنهم سابق بالخيرات بإذن الله ذلك هو الفضل الكبير﴾ (۲) میں سبقت الی الخیرات، اور کریمہ ﴿لايستوی منكم من أنفق﴾ (۳) الآیة

اور بعض احادیث واکثر محاورات صحابہ میں سوابق اسلامیہ اور زمانہ غربت وشدت ضعف میں دین کی اعانت اور احادیثِ کثیرہ مرفوعہ وموقوفہ میں فضل صحبت سید المرسلین ﷺ اور بعض اقوال علماء میں کثرت نفع فی الاسلام، اور مواضع اخر میں ان کے سوا اور امور کو بھی مناط تفضیل ومابہ الافضلیت قرار دیا کہ ہم بحول اللہ وقوتہ ان مضامین کو باب ثانی میں بسط کریں گے، لیکن غور کامل وفحص بالغ کو کام فرمائیے تو درحقیقت کچھ اختلاف نہیں، اصل مدار ونقطہ پرکار ان سب امور کا واحد ہے، جس منبع سے یہ سب نہریں نکل کر پھر اسی طرف لوٹ جاتی ہیں، وہ کیا ہے یعنی کمال قوت ایمان کہ ایک صفت مجہولۃ الکیفیت ہے جو قلبِ مومن پر کنوزِ عرش سے فائض ہوتی ہے، عبارت اس کے ادا وایضاح سے قاصر، جو کچھ کہا جارہا ہے سب اس کے آثار وثمرات ہیں۔

ع: ذوق ایں مے نشناسی بخدا تانچشی ......

الملک العارف باللہ سیدنا الحکیم محمد بن علی الترمذی الصوفی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

دولتِ بیدار جب خزانۂ دل میں استقرار کرتی اور مجامع قلب کو اندرون وبیرون سے گھیر لیتی اور ہر رگ وریشہ باطن میں (شیر میں دسومت بلکہ شہد میں حلاوت کی طرح) پیر جاتی

۱۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔
(سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ ۱۳)

۲۔ اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا۔ (سورۃ فاطر، رقم الآیۃ ۳۲)

۳۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ (سورۃ الحدیث، آیت نمبر ۱۰)

ہے، اس کا نام علم باللہ وکمال معرفتِ الٰہی قرار پاتا ہے۔ پھر اسی سے خوف ورجا، تسلیم ورضا، شرم وحیا، ورع وتقوی، صبر وشکر، اخلاص وتوکل، انقطاع وتبتل، تواضع وعفت، اور حلم ودیانت وغیرہا تمام فضائل محمودہ جنہیں حدیث میں:

-م-د-س-ق- عن ابی هريرة "الإيمان بضع وسبعون شعبة"(۱) ایمان کی کئی اوپر ستر شاخیں ہیں، سے تعبیر کیا، خود بخود منشعب ہوتے اور بندہ کو اپنے مولا کا سچا بندہ کر دیتے ہیں۔ یہی ہے جس کے باعث یہ ماء مہین وخاک ذلیل اس ساحت سبوحیت میں قرب ووجاہت پاتا اور حجلہ نشینان حریمِ قدس کا محرم راز بلکہ سرتاج افتخار واعتزاز ہو جاتا ہے۔ پس لاجرم جسے اس صفت میں مزیت ہوگی وہی کمال خوف وخشیتِ الٰہی وامتثال اوامر واجتنابِ نواہی میں گوئے سبقت لے جائے گا، اور یہی روحِ معنی وصورتِ تقویٰ ہے، اور پر ظاہر کہ ایسے شخص کا بسبب قوت انبعاث داعیہ خیر کے سباق الی الخیر ہونا لازم، اور جب سباق الی الخیر ہوا تو اسلام کو نفع بھی اسی سے زیادہ پہنچے گا۔ اور حکمتِ الٰہی تقاضا کرے گی کہ ایسے ہی لوگوں کو سلطانِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا مونس ورفیق ووزیر ومشیر کیا جائے، اور ابتدائے اسلام میں جو وقت نہایت ضعف، وقوتِ اعداء، ومزلت اقدام، وتراکم آلام، اور دلوں کے ہل جانے، اور جگروں کے کانپ اٹھنے کا تھا...... اس میں اسلام کے حفظِ ناموس کو گلہائے ﴿نحن انصار الله﴾ کا سہرا انہیں کے...... سوابق اسلامیہ کا بھی یہی منشاء، اور سوابق اسلامیہ پھر کثرتِ نفع فی الاسلام ہی کی خبر دیں گے۔ بالجملہ یہ سب امور ایک دوسرے سے دست وبغل ہیں، اور ہم اس امر کی تحقیق کی طرف کہ قوتِ ایمان وعلم باللہ کے سوا یہاں دوسری چیز مابہ الافضیلت نہیں ہوسکتی۔ اور احادیث کثیرہ میں جو امور مختلفہ کو مناط تفضیل ٹھہرایا ہے کیونکر امر واحد کی طرف عود کر آتے ہیں؟ ان شاء اللہ تعالی اوائل باب ثانی میں بمالامزید علیہ رجوع کریں گے۔

۱۔ السنن للنسائی، ذکر شعب الایمان، جلد ٦، صفحه ٥٣٢، رقم ١١٧٣٥
الادب المفرد للبخاری، باب الحیاء، صفحه ٢٠٩، رقم ٥٩٨
صحیح ابن حبان، ذکر البیان بان الایمان اجزاء و شعب، ج ١، ص ٣٨٤، رقم ١٦٦
المعجم الاوسط، جلد ٧، صفحه ٩٥، رقم الحدیث ٦٩٦٢

سبحان اللہ! ہر چیز اسم وصفتِ الٰہی کی مظہر ہوتی ہے، ان فضائل کی وحدتِ مصداق وکثرتِ مفاہیم بھی اسی رنگ پر آئے، ﴿أیا ما تدعوا فله الأسماء الحسنى﴾(۱) جو کہہ پکارو سو اسی کے نام ہیں خاصے:

ع: عبارا تنا شتی وحسنک واحد۔

تبصرۂ عاشرہ: دفع بقیہ اوہام فرقۂ سنفضیہ میں مشتمل چند تنبیہ پر:

تنبیہ نمبر ۱: ہماری تقریراتِ رائقہ وتحریراتِ سابقہ سے خوب مندفع ہوگیا خیال ان لوگوں کا جنہوں نے بعض کلمات علماء میں یہ لفظ دیکھ کر کہ مرجع تفضیل کثرت نفع فی الاسلام ہے، مقصود شناسی کا یک لخت دامن چھوڑ یہ نیا عجوبہ تراشا، اور اسے مذہب سنیان کا حاصل ٹھہرایا کہ شیخین کی تفضیل صرف اس بات میں ہے کہ اسلام ومسلمین کو ان سے نفع زیادہ پہنچا، ان کے عہدِ خلافت میں شہر بہت فتح ہوئے، ملکوں میں امن وامان رہے، انتظام اچھا بن پڑا، ان باتوں پر جو ثواب مترتب ہوا وہ شیخین نے زیادہ پایا، باقی مرتبہ کی بڑائی، کرامت کی افزونی، وجوہِ اخر سے ثواب کی بیشی، جناب مولیٰ ہی کو رہی۔

اقول: واللہ یغفرلی، اس کلام میں جو کچھ معنی رسی سے بیگانگی اور تہافت وتناقض کا جوش ہے اس سے صرف نظر کی گئی، اپنی بات سے ذہول نہ کیجیے کہ فضل جزئی جو اطلاقِ افضل بتقیید جہت ہو وہ مصحح صالح بحث ونزاع نہیں کہ اس مقام میں تو بالیقین شیخین کو جناب مولیٰ سے اور جناب مولیٰ کو شیخین اور بعض احاد صحابہ کو خلفائے اربعہ سے افضل کہہ سکتے ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ موردِ نزاع فضل کلی ہے جو اطلاق افضل بالاطلاق کا مجوز۔

۱۔ جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں۔

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱۱۰)

اب ہم ثواب نفع فی الاسلام میں شیخین اور ثواب دیگر اعمال میں جناب مولیٰ کی مزیت تسلیم کر کے پوچھتے ہیں کہ دونوں طرف کے ثواب جمع کرنے سے کثرتِ ثواب جانب شیخین رہتی ہے، یا جانب جناب مرتضوی۔ یا دنوں پلے برابر۔ بر تقدیر ثالث افضل مطلق کا اطلاق نہ ادھر ہو سکے اور نہ ادھر بلکہ ایک جہت کی قید سے انہیں افضل کہیں گے، دوسری حیثیت کی تقیید سے انہیں، پھر فضلِ کلی جو متنازع فیہ تھا کسی کو بھی نہ رہا۔ تم نے تو وہ صورت نکالی کہ سنی تفضیلی دونوں کا مذہب رد کر دیا اور شق اول پر افضلیت خاص نصیبہ حضرت مولیٰ رہی اور شیخین کا فضل محض جزئی۔ پھر سنیوں کا مذہب جسے تم بزور زبان تاویلات دور از کار کر کے اپنی مرضی کے مطابق گڑھا چاہتے تھے ہزاروں منزل گیا۔ خاصے تفضیلیے ہو چکے، پھر چھپانے سے کیا حاصل۔

ع: ہم نے پردے میں تجھے پردہ نشین دیکھ لیا

اب رہی شق ثانی، اسے اختیار کیجیے تو آپ کا مطلب ہاتھ سے جاتا، اور کرّ الی ما فرّ (۱) لازم آتا ہے۔ چاہتے تو یہ تھے کہ خدا کا دھرا سر پر، سنی کہلانے کی شرم کیسی، ایسی ہلکی سی بات میں شیخین کی افضلیت مان لیجیے، جو فضائل حضرت مولیٰ کے حضور وقعت نہ رکھتے ہوں، جس سے حضرت مولیٰ پر ان کا رتبہ بھی نہ بڑھے اور اپنا تفضیلیہ نام بھی نہ ٹھہرے، وہ ہو رہی الٹی کہ حضرات شیخین کی فضیلیت ایسا گران سنگ عالی قدر رہا کہ ہر چند صدہا فضائل میں جناب ولایت مآب کو ہی جاتی ہیں مگر انکا فضل کسی طرح نہیں گھٹتا اور سب پر بلند و بالا رہتا ہے۔

ع: ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور کہیں خدا کے لئے وہ تقریر نہ بھول جانا کہ یہاں ثواب سے مراد لذائذ جنانی نہیں۔

تنبیہ نمبر۲: عجب تماشا ہے۔ فرقہ سفضفیہ جن کے قلوب تفصیل حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اتباعِ کتاب وسُنت واجماعِ امت، علماء اہل حق کے لئے منشرح نہیں ہوتے

....

۱۔ جس سے بھاگا اسی کی طرف لوٹا۔

اور دلائل قاہرہ کی تابشیں دل کو گونہ نرم بھی کرتی ہیں تو ﴿یجعل صدرہ ضیقًا حرجًا کأنما یصعد في السمآء﴾ (۱) کی آفت راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے، اور بایں ہمہ سنیت وہ پیارا پیارا میٹھا میٹھا نام ہے کہ علانیہ اس سے انکار بھی گوارا نہیں ہوتا۔ اپنی پردہ پوشی کو طرح طرح کی بعید توجیہیں، رکیک تاویلیں نکالتے اور وہ ساری خیالی بلائیں سنیوں کے سر ڈھالتے ہیں کہ ان کے مذہب کا یہی محصل ہے۔

پھر بہ عنایت الٰہی اہل حق کی ہمت بازو سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا ہے، اور طرہ یہ کہ جس سے سنیئے نئی تقریر تراشے گا، اور اس کے مذہب سنیاں ہونے کا دعویٰ کر دے گا، گویا مذہبِ اہل سنت ایک تصویر مومی کا نام ہے جسے جیسا چاہے پلٹا دے لیجیے۔

بعض صاحبوں نے تو وہ تنقیح بلیغ کی جس کی خدمت گزاری تنبیہ سابق میں گزری، اور حضرات کے ذہن رسا نے ان سے بھی آگے قدم رکھا اور عقیدہ اہل سنت کو یوں شرفِ تلخیص بخشا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما من حیث الخلافۃ افضل ہیں، اور حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ من حیث الولایۃ، اور ان کے کلام کی...... تقریر میں ان کی زبان سے یوں مترشح ہوتی ہے کہ خلافت حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہلے پہنچی، اور حضرت مرتضوی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بعد میں، اور سلاسل اہل طریقت جناب ولایت مآب پر منتہی ہوتے ہیں نہ شیخین پر، تو اس وجہ سے یہ افضل اور اس وجہ سے وہ۔

اقول: وربی یغفرلی، یہ ایک کلام ہے کہ عالمِ اضطرار میں ان حضرات کی زبان سے نکلتا ہے، اور تنقیح کیجیے تو خود ان کے اذہان اس کے معنی نامحرر سے خالی ہوتے ہیں، اگر مقصود اس سے وہی ہے جو اثنائے گفتگو میں ان کی تقریر سے تراوش کرتا ہے تو محض خبط بے ربط، خلافت انہیں پہلے اور انہیں پیچھے ملنا اولیت من حیث الخلافۃ ہے، نہ افضلیت من حیث الخلافۃ، یعنی وہ خلافت میں پہلے ہوئے نہ یہ کہ بجہتِ خلافت افضل ہوئے۔ اسی طرح انتہائے سلاسلِ سلوک کا باعث تفضیل متنازع فیہ ہونا دعویٰ بلا دلیل بلکہ دلیل اس کے خلاف پر ناطق کما مر منافی التبصرۃ الرابعۃ (۲) ....

(۲) اس کا سینہ تنگ، خوب رکا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ آسمان میں چڑھ رہا ہے۔

(۱) جیسا کہ ہماری طرف سے تبصرۂ رابعہ میں گذرا۔

اور جو یہ مراد ہے کہ شیخین کو امر خلافت میں اچھا سلیقہ تھا، اور ملک داری وملک گیری انہیں خوب آتی تھی، تو عزیز من یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اس قدر شور وشغب ہوتا، سنی تفضیلی دو مذہب متفرق ہو جاتے، اہل سنت ترتیبِ فضیلت میں انبیاء کے بعد شیخین کو گنتے، ہر جمعہ کو "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابوبکر الصدیق" (۱) خطبوں میں پڑھا جاتا، احادیث میں شیخین کو انبیاء ومرسلین کے بعد سردار اولین وآخرین وبہترین اہل آسمان وزمین فرمایا جاتا، مولیٰ علی کو اپنی تفضیل سے بایں شدومد انکار ہوتا کہ جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے، اسے مفتری کی حد ماروں گا۔ (۲)

یہ باتیں تو دنیا کے کام ہیں گو دین کے لئے وسیلہ وذریعہ ہوں، اسی لئے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

"من رضیه رسول الله ﷺ لدیننا أفلانر ضاه لدنیانا" (۳)

رسول اللہ ﷺ نے انہیں ہمارے دین یعنی نماز کے لئے پسند فرمایا، کیا ہم انہیں اپنی دنیا یعنی خلافت کیلئے پسند نہ کریں۔

پھر اس میں افزونی ہوئی تو کیا، اور نہ ہوئی تو کیا، اتنی ہی بات پر تنازع تھا، تو سنیوں نے ناحق بے چارے تفضیلیوں پر قیامتیں توڑیں، اور مولیٰ علی نے اسی (۸۰) کوڑوں کا مستحق ٹھہرایا (۳) اور جو اس کے سوا کچھ اور مقصود ہے، تو اس کا جواب تنبیہ سابق سے لیجیے۔

....

۱۔ لوامع الانوار البهية للسفارينی الحنبلی، جلد ۲، صفحه ۳۱۱

۲۔ المؤتلف والمختلف، باب حجل، جلد ۳، صفحه ۹۲

السنة لابن ابی عاصم، جلد ۳، صفحه ۲۲۱، رقم الحديث ۱۰۱۸

الاعتقاد للبيهقی، صفحه ۳۷۶، رقم ۳۳۸

۳۔ الطبقات الكبرى لابن سعد، جلد ۳، صفحه ۱۸۳

السنة للخلال، جلد ۱، صفحه ۲۴۷، رقم ۳۳۳

تهذيب الاسماء للنوی، جلد ۲، صفحه ۴۸۰

ثم أقول: واللہ یغفرلی، اب ہمیں چند باتیں ان حضرات یعنی مطلقاً سب سنففضیہ سے دریافت کرنا ہیں، بالا بالا نہ جائیں اور ان کا جواب شافی عطا فرمائیں، یا مذہب اہل سنت کی طرف بلا تبدیل وتاویل رجوع لائیں۔

تنقیح نمبر ۱: سلسلہ تفضیل عقیدۂ اہل سنت میں یوں منتظم ہوا ہے کہ افضل العالمین واکرم الخلوقین محمد رسول رب العالمین ہیں ﷺ، پھر انبیائے سابقین، پھر ملائکہ مقربین، پھر شیخین، پھر ختنین، پھر بقیہ صحابہ کرام۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

اور پر ظاہر کہ سلسلۂ واحدہ میں مافیہ التفاضل، یعنی وہ امر جس میں کمی بیشی کے اعتبار سے سلسلہ مرتب ہوا ایک ہی ہوگا، اور وہ افراد جن کی زیادتی اپنے ماتحت پر دوسرے اعتبار سے ہوگی، اس سلسلہ کی ترتیب میں نہیں آسکتے، بلکہ وہ دو سلسلے ہو جائیں گے، مثلاً سلسلہ روشنی میں آفتاب سب سے افضل ہے، پھر ماہتاب، پھر نجوم، پھر چراغ۔ اور سلسلہ جرح وقتل میں شمشیر سب سے اکمل ہے، پھر چھری، پھر چاقو۔ اب اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ افضل آفتاب ہے پھر ماہتاب، پھر چاقو۔ یا افضل تلوار ہے، پھر چھری، پھر چراغ۔ تو یہ کلام اس کا کلام مجانین میں داخل ہوگا کہ اس نے ایک ہی سلسلہ میں مافیہ التفاضل کو بدل دیا (۱)۔ پس بالضرور وہ امر یہاں بھی ایک ہی ہوگا، اور جس بات میں رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء، اور انبیاء کو تمام ملائکہ، اور ملائکہ

---

(۱) اقول: اگر کسی تیز ہوش کی قوت واہمہ یوں رنگ لائے کہ ہم وحدت سلسلہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ سلسلۂ تفضیل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانبیاء وملائکہ علیہم الصلوۃ والسلام اور ہے، اور یہ سلسلہ جس میں شیخین کو تفضیل دی گئی ہے دوسرا قائم کیا گیا، تو ممکن کہ وہاں مافیہ التفاضل اور ہو، اور یہاں اور، تو اس کے معالجہ کو وہ احادیث جنہیں افضلیت شیخین بلفظ بعد الانبیاء والمرسلین، کلمۂ "إلا أن یکون نبیا" وجملہ "إن خیر ھذہ الأمۃ بعد نبیھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" وارد، اور قضیۂ مشہورہ کتب عقائد "أفضل البشر بعد نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وامثال ذلك" کافی (۲) جس سے ظاہر کہ اسی ترتیب میں انبیاء ومرسلین کے بعد شیخین کو شمار کیا ہے، تو اتحاد سلسلہ یقینی، واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) شرح العقائد النسفیہ، مکتبۃ المدینہ، کراچی ص ۳۱۸

مقربین کو شیخین پر زیادتی مانی گئی ہے بعینہ اسی امر میں شیخین کو جناب عثمان و حضرت مرتضوی پر بیشی و.......... صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم اجمعین۔

اب ہم پوچھتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ کو انبیاء سے افضل کہا جاتا ہے تو آیا اس کے سوا کچھ اور معنی مفہوم ہوتے ہیں کہ حضور کا رتبہ عالی اور قرب ووجاہت وعزوکرامت ان سے زیادہ، اسی طرح جب انبیاء کو ملائکہ اور ملائکہ کو صحابہ سے افضل کہتے ہیں اس معنی کا غیر ذہن میں نہیں آتا تو شیخین کو جو مولیٰ علی سے افضل کہا، وہاں بھی قطعاً یہی معنی لیے جائیں گے، ورنہ سلسلہ بکھر جائے گا اور ترتیب غلط ہو جائے گی۔ اور جو یہاں زیادت اجر وغیرہا معانی مخترعہ مراد لیتے ہو تو بحکم مقدمہ مذکورہ اوپر بھی یہی لینا پڑے گا، حالانکہ فرشتے یا یں معنی اہل ثواب نہیں، نہ بعض ملائکہ مقربین مثل حملہ عرش عظیم میں باعتبار نفع فی الاسلام کلام جاری ہوا، اور خلافت تو خلفائے اربعہ سے اوپر کسی میں نہیں، پھر یہ معانی تراشیدہ کیونکر درست ہو سکتے ہیں۔

اور کلمات علماء کی توجیہ ہم تبصرات سابقہ میں بیان کر آئے کہ وہ کثرت ثواب سے زیادت قرب مراد لیتے ہیں کہ بنی نوع انسان میں قرب بذریعہ اعمال حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کثرت نفع فی الاسلام قوت کیفیت ایمانیہ کا اثر وثمرہ اور یہی کیفیت وجہ تفاضل انبیاء وملائکہ ہے۔

لطف یہ ہے کہ جیسے اوپر کی ترتیبوں میں تفضیل بمعنی علوشان ورفعت مکان لیتے آئے، یوں ہی جب نیچے آ کر مولا علی کو بقیہ صحابہ سے افضل کہتے ہیں وہاں بھی اسی معنی پر ایمان لاتے ہیں۔ بیچ میں شیخین کی نوبت آتی ہے تو اگلا پچھلا کچھ یاد نہیں رہتا، نئے نئے معنی گھڑے جاتے ہیں، اور اس معنی کے رد پر بڑے بڑے اہتمام ہوتے ہیں، اب بھی دعویٰ انصاف باقی ہے،

لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

خدارا! ذرا خدالگتی کہو، اگر سنیوں کا یہی مذہب تھا کہ جناب مولیٰ کی شانِ کریم شانِ شیخین سے ارفع واعلیٰ اور ان کا مقام وجاہت اُن کے مقام عزت سے بلند وبالا تو یوں سلسلہ قائم کرتے ان کا کیا خرچ ہوتا...... کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل انبیاء ومرسلین مولیٰ علی، پھر جناب مولیٰ علی کے بعد شیخین۔...... کہ ان حضرات کو نہ خدمت حدیث سے سروکار رہا، نہ کلماتِ علماء کا مطالعہ تفصیلی ملا۔ جو منہ میں آتا ہے بے تکلف کہہ دیتے ہیں، اس سے غرض نہیں کہ توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہ قائلہ کون سنے گا، ذرا صبر کریں اور ہم اس رسالہ کے دونوں باب میں

جو احادیث واقوالِ صحابہ وتابعین وخود ارشادات حضرت ابو الائمۃ الطاہرین وکلماتِ اہل بیتِ کریم وتحقیقاتِ صوفیہ مستندین ذکر کریں گے، انہیں بنظرِ انصاف دیکھیں کہ ان سے یہی تاویلات بعیدہ رنگِ ثبوت پاتی ہیں جوتم نکالتے ہو، یا صاف صاف حضرات شیخین کا رفعتِ شان وعلوِ مکان وبلند پائیگی ووالا رتبگی میں تمامہ امتِ مرحومہ سے اکرم واقدم ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ زیادہ تو انشاء اللہ تعالیٰ دورِ آئندہ پر موقوف ہے، سردست اتنا ہی سن لیجیے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

۔ ک ۔ حا ۔ خط ۔ عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ”أبوبكر وعمر خير الأولين والآخرين وخير أهل السموات وخير أهل الارضين إلا النبيين والمرسلين (۱)

ابوبکر وعمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں سے اور بہتر ہیں سب آسمان والوں اور سب زمین والوں سے سوا انبیا ومرسلین کے۔

للہ ذرا انصاف کیجیے! اگر مرتبہ مولا علی کا زیادہ ہوتا تو یہ الفاظ شیخین ہی کی نسبت تو فرمائے جاتے؟۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک جس کی قدر زیادہ وہی سب زمین وآسمان والوں اور اگلوں پچھلوں سے بہتر ہوگا، یہ طرفہ تماشا ہے کہ مرتبہ میں وہ بڑے اور جہان بھر سے بہتری ان کو۔

تنقیح نمبر (۲) اہل سنت کہتے ہیں: افضل الصحابہ صدیق ہیں، پھر فاروق، پھر ذی النورین، پھر ابوالحسنین، پھر بقیہ عشرہ پھر سائر صحابہ۔ (۱) جو حضرات امر خلافت میں تفاضل مانتے ہیں..... چاہئے کہ یہ حیثیت آپ کی آگے کیونکر چلی، کیا بقیہ عشرہ وباقی صحابہ بھی خلفا تھے (پھر کیوں کر کمالات میں) تفضیل ہوگی۔

تنقیح نمبر (۳) جب یہ ٹھہراتے ہو کہ ایک جہت سے افضل یہ، اور ایک جہت سے وہ، جیسا کہ اکثر بلکہ تمام سنفضیہ کا مقولہ ہے۔ تو علمائے سنت کو کیا ہوا ہے کہ صحابہ سے لے کر اب تک

....

۱۔ العلل المتناهيه لابن جوزی، احادیث فی فضل أبی بکر، جلد ۱، ص ۱۹۸، رقم ۳۱۱، ذخیرة الحفاظ للمقدسی، جلد ۱، صفحه ۲۰۲، رقم الحدیث ۲۸

اسی جہت کا اعتبار کرتے ہیں جس سے شیخین افضل ہوئے، کبھی تو جہت آخر کا بھی خیال چاہئے تھا، اور دوبارہ سلسلہ تفضیل قائم کر کے جناب مولا کو تقدیم دینی تھی۔ جیسے عقیدۂ افضل البشر بعد نبینا ﷺ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی (۱) سے کتابیں مالا مال کر دی ہیں، دس بیس یا دس بیس نہ سہی تین چار کتابوں میں أفضل البشر بعد نبینا ﷺ علی ثم أبوبکر ثم عمر بھی تو کہتے، یہ کیا ہوا کہ اس جہت کو یک لخت بھول گئے، اور ہمیشہ صدیق افضل، صدیق افضل، کہتے رہے۔ خصوصاً جب کہ قرب و وجاہت عنداللہ میں حضرت مرتضوی زیادہ تھے، تو سچی تفضیل تو انہی کو دینا تھی۔ پس خوب معلوم ہوا کہ سنیوں کے نزدیک گو مولا علی کو فضائل خاصہ حاصل جن میں شیخین کو اشتراک نہیں مگر وہ سب ان کے مقابل فضل جزئی ہیں کہ فضلِ کلی شیخین کی مزاحمت نہیں کرتے۔ (۲)

تنقیح نمبر (۴): فضلِ جزئی و فضلِ کلی کا فرق تو ہم پہلے سمجھا آئے کہ یہ افضل بالاطلاق اور وہ افضل بالتقیید کا مصداق ہے۔ اب ہم آپ صاحبوں کی یہ کیفیت دیکھتے ہیں کہ شیخین کی نسبت جیسا قرآن وحدیث واجماعِ امت سے ثابت اور زبانِ حق ترجمان حضور سید الانس والجان و مولا علی و اہل بیت کرام و صحابہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جاری یہ کلمہ تم سے صاف صاف بطیّب خاطر نہیں کہا جاتا کہ وہ سب صحابہ سے افضل ہیں، بلکہ جب کہتے ہو اس میں کسی جہت و حیثیت کی قید لگا لیتے ہو۔ تمہارا یہ قید لگانا ہی دلیل باہر ہے کہ تم اس عقیدہ پر ثابت نہیں جسے قرآن وحدیث واجماع ثابت کر رہے ہیں، ورنہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اور مولا علی و اہل بیت وسائر صحابہ بے تخصیص و تقیید ان پر لفظ افضل کا اطلاق کرتے رہے، تم بھی ایسا ہی کرتے کہ

۱۔ شرح العقائد النسفیہ، مکتبۃ المدینہ، کراچی ص ۳۱۸

۲۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ المقاصد الحسنہ میں فرماتے ہیں کہ:

''مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خصائص و فضائل اجماع اہلِ سنت پر طعن کا سبب نہیں بن سکتے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

(المقاصد الحسنہ، تحت رقم الحدیث، ۱۸۹، صفحہ ۱۰۷)

فضلِ کلی کا تقاضا ہی اطلاق وارسال ہے، خیر تم نے تو یہ کہہ کر کہ شیخین اگر افضل ہیں تو اس بات میں، اور دوسری وجہ سے مولا علی افضل، بجائے خود سمجھ لیا کہ ہمارے مطلب کا مطلب حاصل اور مخالفت سنیان کی عار بھی زائل، حالانکہ تمہاری یہ توزیع و تقسیم خود مخالفت اہل سنت پر ادل دلیل ہے، لیکن ہم ان کلمات کو یوں ہی گول نہ رہنے دیں گے، تم سے سوال ہوگا آیا یہ دونوں جہتیں دونوں جانب فضلِ جزئی کی ہیں، یا کوئی فضلِ کلی کی بھی ہے، بر تقدیر اول کس قدر منہج عقل سے دور پڑتا ہے، سوال یہ کہ افضل کون جواب یہ کہ سب ذی فضل۔ اس کا انکار کسے تھا، اور ایک معنی ان الفاظ کے کہ یہ فضل ان میں اور وہ ان میں تسویۂ ہو سکتے ہیں، یعنی سب برابر تو یہ قطعاً تمہیں بھی مقصود نہیں ہوتا، نہ یہ تمہارا عقیدہ، اور ہو تو نہ اِدھر کے ہوئے، نہ اُدھر کے ہوئے، اہل سنت تو کہیں گے: تم نے قرآن و حدیث و اجماع کے خلاف کیا، تفضیلیہ بھی اپنے میں نہ آنے دیں گے اور دور ہی سے دیکھ کر الگ الگ کریں گے۔ اور ایک محتمل اس کلام کا یہ بھی متصور کہ یہ بھی فاضل اور وہ بھی فاضل، افضلیت کو خدا جانے، تو اب ہم کہتے ہیں الحمد للہ تم نے بیماری (لا علاج) جہلِ مرکب سے انکار اور مرضِ سہل الزوال جہلِ بسیط کا اقرار کیا، اگر یہ مرض...... واقعی ہے تو ان شاء اللہ علاج آسان ہے۔ حکیم ازلی کی طرف رجوع لائیے اور دیکھیے وہ اس درد کی کیا دوا بتاتا ہے۔

وہ فرماتا ہے: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾

ذکر والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو،

تم نے اس کے عوض ذکر والوں سے تو لڑائی ٹھان لی، اور ان کی بات کو غلط کہنے لگے۔ سبحان اللہ، جب تم جانتے ہی نہیں کہ کون افضل ہے تو جاننے والوں سے کیوں الجھتے اور انہیں عقیدۂ باطلہ پر کیوں سمجھتے ہو۔ بعضے سفضیہ کہتے ہیں: یہ کلمہ نیا ہمارا نہیں بلکہ ہمارے مشائخ وقت خلوت خاص میں ہمارے کان میں ایسا ہی کہہ دیتے تھے، اور طرفہ یہ کہ یہ تہمت ان اجلہ افاضل واکابر اولیاء پر رکھتے ہیں جن کے فضل و معرفت کا چراغ اب تک ضیا بخش عالم ہے، اور ان کی خاکِ آستاں چومنے والا ایک آن میں سچا پکا سنی ہو جاتا، خیر ان سے کہیے اگر بفرضِ غلط بعض مشائخ مستندین سے ایسا کلمہ صادر ہوا بھی اور انہوں نے کسی کی تفضیل پر اطلاع نہ پائی تو جانِ برادر تقلید علم میں ہوتی ہے نہ ناواقفی میں۔ انہوں نے نہ جانا تو اور جاننے والے تو ہیں۔ قرآن کا حکم دیکھیے یہ فرمایا کہ

"نہ جانتے ہوتو جاننے والوں سے پوچھو"

یہ ارشاد نہیں ہوا کہ "تمہارے بزرگوں میں کوئی نہ جاننے والا گزر گیا ہوتو اس کی پیروی کر کے تم بھی تعلم سے باز آؤ"۔

اب جاننے والوں سے پوچھیے تو ایک ان میں مسلمانوں کے مولا حضرت اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ، ان سے تو سنو وہ کس کس طرح تفضیلِ شیخین کی تصریح فرماتے اور اس کے مخالف کو کیا کیا...... ٹھہراتے ہیں، پھر بھی مجال عذر باقی ہے۔

اب آیئے دوسری شق کہ فرمایئے ہم فضلِ کلی کی دو جہتیں مانتے...... ہیں، تو بالیقین دونوں جہتیں تو فضلِ کلی کی ہو نہیں سکتیں، ورنہ تناقص لازم آئے کما لا یخفی، اب ایک جہت کو جہت فضل کلی مانو گے، اب ہم طالب تعیین ہوں گے کہ اگر وہ جہت وہ ہے جس سے حضرات شیخین متصف جب تو ہماری عین مراد پر آ گئے۔

للہ الحمد میان من واو صلح فتاد

حوریاں رقص کناں دست بشکرانہ زدند (۱)

اب کیوں خواہ مخواہ الجھتے اور ہمارے عقیدہ سے بگڑتے ہو، ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ فضل دونوں طرف اور افضلیت شیخین کو۔ اور جناب مرتضوی میں بہت فضائل خاصہ ایسے ہیں جو شیخین میں نہیں، پھر یہ نزاع کاہے پر تھے، اور جو اس جہت کو جہت فضلِ کلی ٹھہرایئے جس سے جناب ولایت مآب متصف، تو اب وہ جو پردہ رکھ لیا تھا کہ کھلے کھلے اہل سنت کے مخالف نہ بن جائیں بالکل ٹوٹ گیا۔

کھل گیا عشق صنم طرز سخن سے مؤمن

اب چھپاتے ہو عبث بات بناتے کیوں ہو

صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ حضرات شیخین اگرچہ ذی فضل ہیں مگر ہم مولیٰ علی کو ان سے افضل اور درجہ قرب و وجاہت میں اعلیٰ و اکمل مانتے ہیں۔ اب تمہارے سامنے ان دلائل

۱۔ ترجمہ: الحمد للہ ہمارے اور ان کے درمیان صلح ہو گئی حوران جنت خوشی میں رقص کناں ہیں اور بطور شکر یہ ان کے ہاتھ بلند ہیں۔

قاہرہ وبیناتِ باہرہ کی بے امان شمشیریں چمکائی جائیں گی جن کے حضور عقول سلیمہ گردن جھکائیں، اوران کی آنچ کے آگے اوہام وخیالات کی آنکھیں جھپک جائیں۔

ہاں ابھی یہ کاہے کو ہوگا پہلے تو تم ہی سے دلیل مانگی جائے گی اور کہا جائے گا: اس جہت کا مولیٰ علی سے اختصاص، پھر یہ کہ جس میں یہ صفت ہو وہی عند اللہ قرب رب الارباب وکثرت ثواب میں تمام امت سے زائد ہوگا، اور یہ کہ جو وجوہ فضل شیخین کو حاصل ہیں اس کی معارض نہیں ہوسکتیں، قرآن وحدیث سے ثابت کردو، ورنہ صاف سینہ زوری اور اتباعِ حق سے پہلو تہی کا اقرار کرو۔ غرض ہزار رنگ بدلیے گا...... سے چھپ کر کہاں جایئے گا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدرت رامی شناسم

ولعلّ هذه الأبحاث كلها مماتفرد به الفقير الضعيف والحمد لربي الخبير اللطيف۔ (۱)

تنبیہ نمبر۳: بعض حضرات گمان کرتے ہیں: جب ہم نے قرب وعز وجاہ میں شیخین کو افضل بتایا تو یہ تفضیل من جمیع الوجوہ ہوگئی، حالانکہ وہ عقلمند اتنا نہیں دیکھتے کہ ہم بتصریح تفضیل من جمیع الوجوہ کے منکر ہیں، اوراس کے ماننے والوں کا رد بلیغ کرتے ہیں، مگر ابھی وہ نہ سمجھے کہ شیون عز وجاہت وموجبات نفس فضیلت بکثرت وبے نہایت ہیں، اوران میں سے بہت جنابِ مولیٰ سے خاص، لیکن صیغہ افعل التفضیل کے اطلاق علی الاطلاق کے جو مناط ہیں وہ موازنۂ شیخین وختنین میں شیخین سے مختص، جیسا کہ ہماری تقریرات سابقہ سے واضح ہو چکا، پھر تفضیل من جمیع الوجوہ کہاں؟ خیر یہ گمان تو بے چارے عوام سنفضیہ کے تھے۔ شاباشی دیجیے ان مدعیان علم وفضل کو جو فضلِ کلی کے معنی افضلیت من جمیع الوجوہ سمجھے، منشاء اس کا اصطلاح علما سے ناواقفی، فضلِ کلی کے یہ معنی کہ مصحح اطلاق افضل بہ اطلاق ہو، اور اطلاق افضل مقید کا مصحح فضل

....

۱۔ یہ تمام ابحاث ان میں سے ہیں جن کو صرف اس فقیر ضعیف نے بیان کیا ہے اورحمد میرے خبیر ولطیف رب کے لیے ہے۔

جزئی، افضال جزئیہ کا حصول مفضول کو معقول، پھر تفضیل من جمیع الوجوہ سے کیا علاقہ۔

حدیث "فضلت علی الأنبیاء بست" (۱) کی شروح ملاحظہ کیجیے، وہاں علماء کیا فرماتے ہیں کہ حضور سید المرسلین ﷺ کو کافۂ انبیاء ومرسلین پر فضل کلی ہے۔ بعض افضال جزئیہ سے اگر خلیل وکلیم وغیرہما علیہم الصلوٰۃ والسلام مختص ہوئے تو کیا محذور۔ (۲)

تنبیہ نمبر ۴: بعض حضرات گمان کرتے ہیں کہ ہم عیاذاً باللہ تعالیٰ حضرت مولیٰ روحنا فداہ کے درپے توہین ہیں، جو مرتبہ شیخین کو ان کے رتبہ سے بڑھاتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی محض نادانی اور مسلمان پر بلاوجہ سوء ظن ہے، مگر کریمہ ﴿یایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن إن بعض الظن إثم﴾ (۳) سے ابھی ان کے کان آشنا نہیں۔ عزیز و ہمیں حکم ہے کہ ہر ذی فضل کو اس کا فضل دیں، جب ہم نے مرتبہ حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہ کا بعد ان تین حضرات کے تمام صحابہ کرام واہل بیت عظام وکافہ مخلوق الٰہی جن وبشر وملائکہ سے زیادہ جانا تو ان کا مرتبہ عند اللہ ایسا ہی تھا پھر توہین کیا ہوئی۔ توہین تو عیاذاً باللہ جب ہوتی کہ ان تین حضرات کے سوا اور کسی کو حضرت مولا سے افضل بتاتے، جیسا تم فضل حضرات شیخین کو کس کس طرح ہلکا کرتے ہو، اور جو اسی کا نام توہین ہے کہ جن کا فضل قرآن وحدیث سے ثابت ان سے مفضول مانے، تو جو حضرات انبیائے سابقین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کا مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے درجہ عالیہ سے کم مانے وہ معاذ اللہ ان کی توہین کرنے والا ٹھہرے، اور توہین انبیاء قطعاً کفر، وائے مصیبت اس کی بے چارہ کس آفت میں پڑا، حضور کو تفضیل نہ دے تو خدا کا غضب نازل ہو، اور انبیاء کی توہین قرار پاکر جہنم ابدی کا مستحق بنے۔ نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن۔

۱۔ السنن للترمذی، باب ماجاء فی الغنیمة، جلد ۲، صفحه ٤٦، رقم الحدیث ١٤٧٤

۲۔ فیض القدیر للمناوی، جلد ٤، صفحه ٥٧٦، رقم الحدیث ٥٨٨٠ کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔ نیز علامہ بدر الدین عینی کی عمدۃ القاری، کتاب التیمم، جلد ۶، صفحہ ۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

(سورۃ الحجرات، آیت نمبر ١٢)

اے عزیز! اسی لئے ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں: افضلِ شیخین فضلِ ختنین سے زائد ہے بے اس کے کہ فضل ختنین میں کوئی قصور وفتور راہ پائے۔

تنبیہ نمبر ۵: بعض علمائے سنفضیہ کو انکارِ افضلیت شیخین کی عجب تازہ تدبیر سوجھی۔ فرماتے ہیں: اس قدر اپنا عقیدہ کہ خلفائے اربعہ سب اہل فضیلت و عالی مرتبت تھے، باقی ان میں ایک کو دوسرے پر تفضیل ہمارا منصب نہیں، ہماری عقول اُن کے رتبہ کو کیا جانیں۔ ایک سنی نے عرض کیا: حضرت کا ارشاد مسلم، مگر اکابر سلف جو تفضیل میں حکم کرتے آئے ان کی تقلید سے کیا چارہ، فرمایا: وہ بھی ان کے مراتب سے ناواقف تھے۔

اقول: وربی یغفرلی، تو حاصل مطلب یہ کہ ائمہ اہل سنت نے جو تفضیل شیخین کا حکم دیا محض رجماً بالغیب تھا(۱) إنالله وإنا إليه راجعون۔

الحق ادب دولتے ست عجب (۲)

۱۔ بے جانے بوجھے بات کرنا

۲۔ حق یہ ہے کہ ادب عجیب دولت ہے۔

اچھا وہ اکابر نہ سمجھے، مولیٰ علی سے جو تفضیل شیخین کا تواتر ہے اس کا کیا علاج۔ کیا وہ بھی اپنے مراتب سے آگاہ نہ تھے، اور ان کا یہ اصرار محض نادیدہ راہ ونا فہمیدہ کار، عیاذاً باللہ منہ، یا عین الیقین پر مبنی، تو بے اتباع کب بنی، یہ بھی نہ سہی، حضور سید المرسلین ﷺ کے ارشادات کا کیا جواب، ہائے خوبیٔ قسمت نوبت تا بکجا رسید۔ اور ہنوز اختتام نہ جانیے، ابھی تو آیات سے سوال ہوگا۔ خدا نے ﴿أکرمکم عند اللہ﴾ کس طرح فرمایا، خیر اتنا اور ارشاد ہو جائے کہ حضور سید المرسلین کو بے ہمتا وہم سراور کافہ انبیاء ورسل کا سرور مانتے ہیں یا نہیں؟ نہ مانیں تو مجھ سے نہ کہلوائیں علماء سے حکم مسئلہ دریافت فرمائیں، اور مانیں تو ز ہے عقل سلیم وفکر حکیم، جو خلفائے اربعہ کے ادراک فضائل میں عاجز آئے اور ان کے موالی وسادات کا مرتبہ فوراً سمجھ لے۔ اب گھبرا کر فرمایئے گا: ہم نے کہاں سمجھا، نصوصِ شرع نے حضور کو تفضیل دی، ہم نے ان کی تقلید کی۔ ہاں اب راہ پر آ گئے، تفضیل شیخین میں بھی نصوص دیکھ لیجیے، کون کہتا ہے اپنی عقل کو دخل دیجیے۔ غرض دین متین میں کوئی راہ عذر نہیں۔ ولکنّ اللہ یهدي من یشاء إلی صراط مستقیم،

هذا آخر المقدمة والحمدللہ ما أکرمه۔
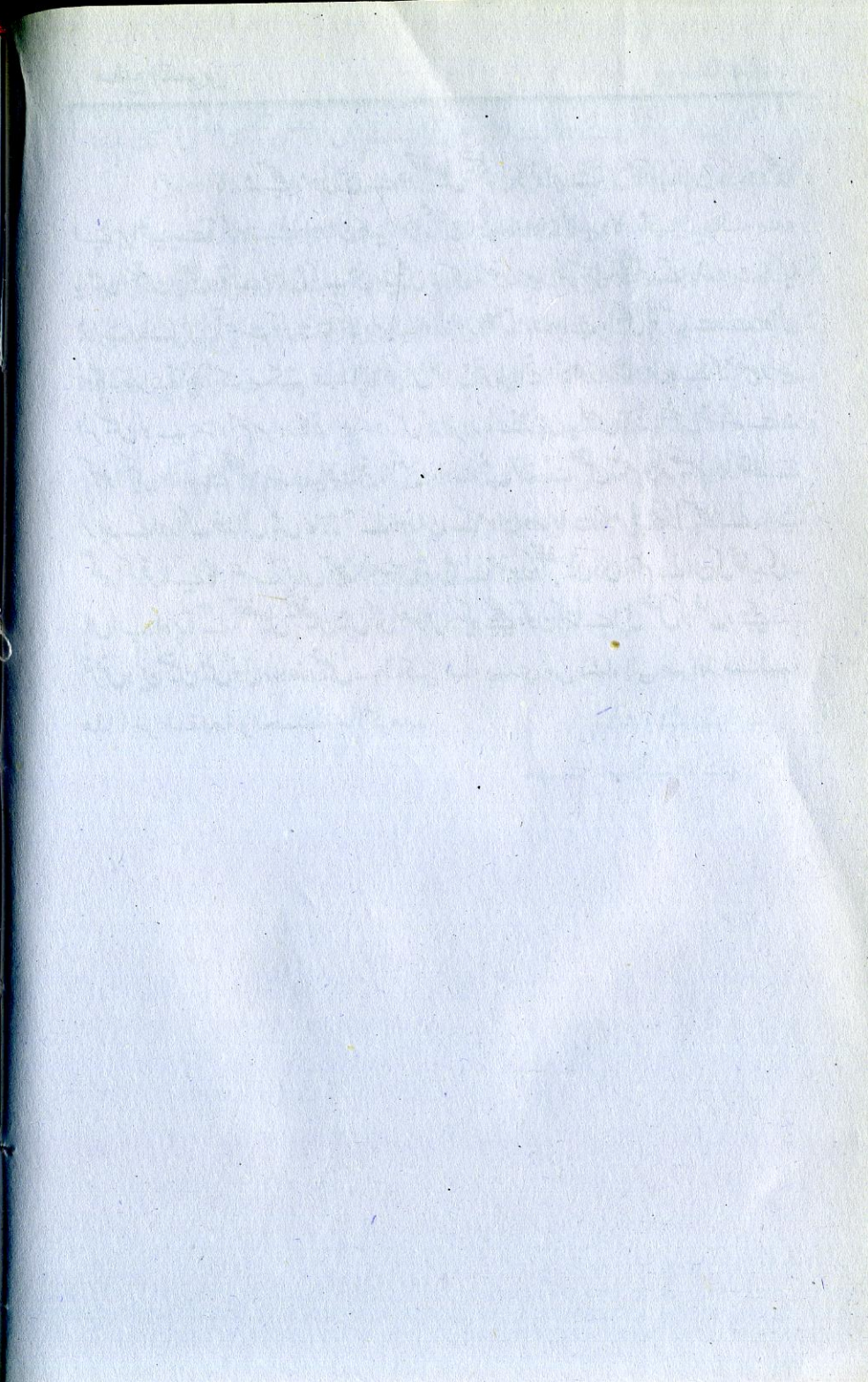
سلسلہ مبادی بانجام رسیدن ورخت بمنزل مقصود کشیدن

اب کہ ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ راستہ کو سب کانٹوں سے صاف کرلیا، اور بتوفیق ربانی مادہ نزاع کو اس عمدہ طور پر تحریر کیا، کہ شاید ان تحقیقات رائقہ وتدقیقات فائقہ کے ساتھ اس رسالہ کے غیر میں نہ پایا جائے، تو اب وقت وہ آیا کہ حول وقوت الٰہی پر توکل کرکے گل گوں آسمان خرام فکر کو رخصت جولان ہو، اور نیزہ بازتر کتاز خامہ کو اجازت میداں، تاہم تبلیغ انجام پائے، اور حجت الٰہی تمام ہوجائے۔ ليهلك من هلك عن بينة ويحيىٰ من حيّي عن بينة (۱)

اللهم إليك فوضت أمري وإليك ألجات ظهري فاصلح لي شاني كله واغفرلي ذنبي دقه وجله وحسبنا الله ونعم الوكيل، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم، وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين۔ (۲)

۱۔ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے دلیل سے رہے۔ (سورۃ الانفال، آیت ۴۲)

۲۔ اے اللہ میں نے اپنا معاملہ تیرے حوالے کیا۔ میں خود کو تیری حفاظت میں دیتا ہوں پس میرے تمام معاملات کو درست فرما۔ میرے صغیرہ وکبیرہ گناہ معاف فرمادے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ نیک کام کرنے کی طاقت اور گناہوں سے بچنے کی قوت عظمت وبزرگی والے اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ کی رحمتیں ہوں اس کی مخلوق میں سب سے بہتر۔ حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل اور ان کے تمام اصحاب پر۔

بسم الله الرحمن الرحیم

باب اول:

نصوص واخبار واجماع وآثار سے افضلیتِ شیخین کے اثبات میں

الحمدلله و کفٰی وسلم علی عباده الذین اصطفٰی

اس باب میں بعد دسبع سموات سات فصول رفعت سمات ہیں۔

الفصل الاول فی الاجماع

جانا جس نے جانا، اور فلاح پائی اگر مانا۔ اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ حضرت سید المؤمنین امام المتقین عبداللہ بن عثمان ابی بکر صدیق اکبر، وجناب امیر المؤمنین امام العادلین ابوحفص عمر بن الخطاب فاروق اعظم ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاھما ۔ کا جناب مولی المومنین امام الواصلین ابوالحسن علی بن ابی طالب مرتضےٰ اسداللہ ۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ۔بلکہ تمام صحابہ کرام ۔رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ سے افضل وبہترین امت ہونا مسئلہ اجماعیہ ہے، اصحاب رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔کہ سادات امت ومقتدایان ملت وحاملان شریعت وناصرانِ بزم رسالت ہیں، قرآنِ مجید خود صاحبِ قرآن کی زبان سے سنا، اور اسبابِ فضل وکرامت کو بچشم خود مشاہدہ کیا، دربار دربار نبوت میں لوگوں کے قرب ووجاہت اور اس میں باہمی امتیاز وتفاوت سے جو آگاہی انہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں، بالاتفاق انہیں افضل امت جانتے، اور ان کے برابر کسی کو نہ مانتے، یہاں تک کہ جب زمانہ فتن آیا اور بدعات واھوانے شیوع پایا، شیعہ شنیعہ وبعض دیگر اہل بدعت نے خرقِ اجماع کیا، شق عصائے مسلمین کا ذمہ لیا، مگر یہ فرقہ حقہ وطائفہ ناجیہ کہ اہل سنت وجماعت جن سے عبارت قرناً فقرناً وطبقةً فطبقةً اس مسئلہ پر متفق اللفظ رہا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

۔ خ ۔ ہم گروہ صحابہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں ابوبکر پھر عمر پھر عثمان کے برابر کسی کو نہ گنتے۔(۱)

۱۔ صحیح بخاری، باب فضل أبی بکر بعد النبی، جلد ۲، صفحہ ۴۸۹، رقم ۳۳۸۲۔
المغنی عن حمل الاسفار للعراقی، الفصل الاول فی ترجمة عقیدہ اھل السنة، جلد ۱، صفحہ ۶۰، رقم الحدیث ۲۲۶
تھذیب الاسماء واللغات للنووی، باب الغین والمیم، جلد ۱، صفحہ ۵۰۵

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

۔ عس ۔ ہم اصحابِ رسول اللہ ﷺ کثیر ومتوافر کہا کرتے: افضل امت بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق ہیں، پھر عمر فاروق (۱)

۔ ن ۔ حضرت میمون بن مہران سے سوال ہوا: شیخین افضل یا علی؟ اس کلمہ کے سنتے ہی ان کے بدن پر لرزہ پڑا یہاں تک کہ عصا دستِ مبارک سے گر گیا اور فرمایا: مجھے گمان نہ تھا کہ اس زمانے تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ ابوبکر و عمر کے برابر کسی کو بتائیں گے۔ (۲)

یہاں سے ظاہر کہ زمانۂ صحابہ و تابعین میں تفضیل شیخین پر اجماع تھا (۳) اور اس کے خلاف سے ان کے کان محض ناآشنا، اور اسے ایسا جلی و صریح اور خلاف کو ناگوار و قبیح سمجھتے کہ یہ

....

۱۔ مسند الحارث، باب فیما اشترك فیه ابوبکر وغیره من الفضل، جلد ۲، صفحه ۸۸۸، رقم الحدیث ۹۵۹

اتحاف الخیره المهرة للبوصیری، جلد ۳، صفحه ۱۵۹، رقم ۶۵۶۷

بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث للهیثمی، جلد ۲، صفحه ۸۸۸، رقم ۹۵۹

۲۔ السنة للخلال، باب الانکار علی من قدم علیا علی عثمان، جلد ۲، صفحه ۳۷۹، رقم الحدیث ۵۲۹ (اسناده ضعیف)

حلیة الاولیاء، من اسمه میمون بن محصران، جلد ٤، صفحه ۹۳

تاریخ مدینة دمشق، حرف العین، جلد ۳۰، صفحه ٤۲

۳۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ما اختلف أحد من الصحابة والتابعین فی تفضیل أبی بکر و عمر تقدیمهما علی جمیع الصحابة

صحابہ کرام اور تابعین میں کسی نے بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے افضل ہونے اور باقی تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ سے مقدم ہونے کے اعتبار سے اختلاف نہیں کیا۔

(الاعتقاد والهدایة الی سبیل الرشاد للبیهقی) باب استخلاف عثمان بن عفان، صفحه ۳۹۶، رقم ۳۵۶

مجرد سوال صدمہ عظیم گزرا، دفعۃً بدن کانپ اٹھا۔ اسی طرح امام شافعی وغیرہ اکابر ائمہ وسادات الامہ اس معنی پر اجماع صحابہ وتابعین نقل کرتے ہیں۔ (۱) کما حکاہ البیھقی وغیرہ وکفی بھم قدوۃ فی الدین (۲)

مع ہذا خلافت میں تقدیم شیخین باجماع صحابہ وتابعین متواتر ومعلوم بالقطع، جس میں کسی مخالف حیادار غیر منکر آفتاب کو بھی مجال نہیں اوران اساطین ملت کے معاملات ومحاورات علی الاعلان شہادت دے رہے ہیں کہ یہ تقدیم بر بنائے تفضیل ہوئی اورانہیں افضل کے حضور تقدیم مفضول گوارانہ تھی، تو یہ اتفاق ان کا تفضیل شیخین پر دلیل کافی۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ باب ثانی کی فصل میں اس مبحث کی تنقیح وتوضیح کی طرف عود کریں گے، والعود أحمد فانتظر۔ (۳)

اسی طرح عامہ کتبِ اصول میں اس مسئلہ پر بتصریح اجماع نقل کیا، یابلا ذکر خلاف اسے مذہب اہلِ سنت قرار دیا۔

امام علام ابوزکریا محی الملۃ والدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صحیح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

اتفق أهل السنة على أن أفضلهم أبوبكر ثم عمر (٤)

....

۱۔ مسند الحارث، باب فیما اشترك فیه ابوبكر وغیره من الفضل، ج ۲، ص ۸۸۸،
اتحاف الخیره المهرة للبوصیری، جلد ۳، صفحه ۱۵۹، رقم ٦٥٦٧
بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث للهیثمی، جلد ۲، صفحه ۸۸۸، رقم ۹۵۹
السنة للخلال، باب الانكار علی من قدم علیا علی عثمان، جلد ۲، صفحه ۳۷۹، رقم الحدیث ۵۲۹ (اسناده ضعیف)
حلیة الاولیاء، من اسمه میمون بن محصران، جلد ٤، صفحه ۹۳
تاریخ مدینة دمشق، حرف العین، جلد ۳۰، صفحه ٤۲

۲۔ جیسا کہ اس کو امام بیہقی نے حکایت کیا ہے اور انکا دین میں پیشوا وحجت ہونا کافی ہے۔

۳۔ لوٹنا بہتر ہے لہذا انتظار کرو

٤۔ شرح النووی علی صحیح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، جلد ۱۵، صفحه ۱٤۸

سنیوں نے اتفاق کیا کہ افضل صحابہ ابوبکر ہیں پھر عمر۔

اور فرماتے ہیں:

قال ابومنصور البغدادی أصحابنا مجمعون علی أن أفضلهم الخلفاء الأربعة علی الترتیب المذکور (۱)

ابومنصور بغدادی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب اجماع کئے ہوئے ہیں کہ افضل صحابہ خلفائے اربعہ ہیں ترتیب مذکورہ پر۔

تہذیب الاسماء واللغات میں فرماتے ہیں:

أجمع أهل السنة علی أن أفضلهم علی الإطلاق أبوبکر ثم عمر (۲)

اہل سنت نے اجماع کیا کہ مطلقاً سب صحابہ سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر۔

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

الأفضل بعد الأنبیاء علیهم الصلوة والسلام أبوبکر رضی الله تعالیٰ عنه وقد أطبق السلف علی أنه أفصل الأمة حکی الشافعي وغیره إجماع الصحابة التابعین علی ذالك (۳)

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد افضل البشر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور تحقیق سلف صالح نے ان کے افضل امت ہونے پر اتفاق کیا۔ شافعی وغیرہ اس امر پر اجماع صحابہ وتابعین نقل کرتے ہیں۔

مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

أفضلهم عند أهل السنة إجماعا أبوبکر ثم عمر (٤)

....

۱۔ اصول الدین لابی منصور البغدادی، صفحہ ۳۰٤

شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، جلد ۱۵، صفحہ ۱٤۸

۲۔ تہذیب الاسماء واللغات للنووی، فعل فی حقیقة الصحابی، جلد ۱، صفحہ ۲۸

۳۔ ارشاد الساری شرح بخاری، فضل أبی بکر بعد النبی ﷺ ج٦، ص ٤۳۰، رقم ۳٦٥٥

٤۔ المواهب اللدنیه، المقصد السابع، الفصل الثالث ذکر محبة اصحابه، ج ۲، ص ٥٤٥

اہل سنت کے نزدیک بالا جماع افضل الصحابہ ابوبکر ہیں پھر عمر۔

علامہ فاسی شرح دلائل الخیرات میں فرماتے ہیں:

الاجماع على افضلية سيدنا أبى بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنه على سائر الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم (۱)

ہمارے آقا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام صحابہ سے افضل ہونے پر اجماع ہے۔

بستان فقیہ ابو اللیث میں ہے:

قال محمد بن الفضل: أجمعوا على أن خير هذه الأمة بعد نبيها ﷺ أبوبكر ثم عمر الخ (۲)

ترجمہ امام محمد بن فضل فرماتے ہیں سنیوں کا اجماع ہے کہ اس امت کے بہتر بعد نبی ﷺ کے ابوبکر ہیں پھر عمر۔

علامہ ابن حجر زواجر میں فرماتے ہیں:

أجمع أهل السنة والجماعة على أن أفضلهم العشرة المشهور ولهم بالجنة على لسان النبي الكريم في سياق واحد وأفضل هولاء أبوبكر فعمر (۳)

اہل سنت و جماعت نے اجماع کیا کہ افضل صحابہ وہ دس ہیں جن کے لئے جنت کی شہادت دی گئی زبان پاک حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک سیاق میں، اور افضل ان سب کے ابوبکر ہیں پس عمر۔

فضلی ''کفایۃ العوام'' میں لکھتے ہیں:

....

۱۔ مطالع المسرات، صفحہ ۲۹۰، (اُردو) مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور

۲۔ بستان العارفين، الباب السادس والعشرون بعد المائة، فى القول فى الصحابة، صفحه ۱۲۹ (طبع بيروت)

۳۔ الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الرابعة والخامسة والستون بعد الاربع مائة، جلد ۳، صفحه ۳۳٤

ویجب اعتقاده أن أصحابه ﷺ أفضل القرون ثم التابعون ثم أتباع التابعین وأفضل الصحابة أبوبکر، فعمر، فعثمان، فعلیّ، علی هذا الترتیب (۱)

اور واجب ہے اعتقاد رکھنا اس بات کا کہ اصحاب رسول ﷺ کا قرن تمام قرون سے افضل ہے، پھر تابعین، پھر تبع تابعین، اور افضل صحابہ ابوبکر ہیں، پس عمر، پس عثمان، پس علی، اسی ترتیب پر۔

علامہ باجوری ''شرح'' میں فرماتے ہیں:

قوله: وأفضل الصحابة أبوبکر الخ هذا ماعلیه أهل السنة (۲)

یہ جو ماتن نے افضل صحابہ ابوبکر کو کہا، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی، یہی عقیدہ ہے اہل سنت کا۔

سیدی شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ الشریف ''تکمیل الایمان'' میں فرماتے ہیں:

جمہور ائمہ دریں باب اجماع نقل کنند۔ (۳)

''قصیدہ بدء الامالی'' میں ہے:

وللصدیق رجحان جلی علی الأصحاب من غیر احتمال (۴)

یعنی صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صریح افضلیت ہے تمام صحابہ پر بے شبہ وشک،

''شرح'' میں ہے:

رجحان جلی، أی فضل واضح ثابت بالدلائل السمیعة وإجماع الأمة فمن أنکره یوشك أن في إیمانه خطرا۔ (۵)

....

۱۔ کفایة العوام، صفحه ۱۸۵، (طبع بیروت)

۲۔ تحقیق المقام شرح کفایة العوام، صفحه ۱۸۵ (طبع بیروت)

۳۔ تکمیل الایمان، باب فضل الصحابة، صفحه ۱۰۴ (اُردو مطبوعه، لاهور)

۴۔ قصیدة بدء الامالی بیت ۳۴، صفحه ۹

۵۔ شرح بدء الامالی، تحت بیت، ۳۴

حاصل یہ کہ تفضیل صدیق قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت، جو اس سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطرہ ہو۔ انتہائی عجب اس سے جو اجماع صحابہ وتابعین وکافہ اہل سنت کا خلاف کرے پھر آپ کو سنی جانے۔

اے عزیز جیسے تمام ایمانیات پر یقین لانے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور ایک کا انکار کافرو مرتد کردیتا ہے، اسی طرح سنی وہ جو تمام عقائد اہل سنت میں ان کے موافق ہو، اگر ایک میں بھی خلاف کرتا ہے ہرگز سنی نہیں بدعتی ہے۔ اسی لئے علمائے دین تفضیلیہ کو سنیوں میں شمار نہیں کرتے اور انہیں اہل بدعت کی شاخ جانتے ہیں۔

ابوشکور سالمی ''تمہید'' میں فرماتے ہیں:

وبعض کلامهم بدعة ولا یکون کفرا وهوقولهم بأن علیارضی الله تعالیٰ عنه کان أفضل من أبی بکروعمرو عثمان رضی الله تعالیٰ عنهم (۱)

اور بعض کلام ان کا بدعت ہے کفر نہیں اور وہ یہ قول ان کا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل تھے۔

عقائد بزدوی میں ہے:

أقلهم غلواً الزیدیة فإنهم کانوا لایکفرون أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ ویقولون: إن أبابکرو عمر کانا إمامي حق ویفضلون علیّا علی سائر الصحابة (۲)

سب رافضیوں میں کم تر غلو وشدت میں زیدیہ ہیں کہ وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں کسی کو کافر نہیں کہتے، اور کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر خلیفہ برحق تھے، اور تفضیل دیتے ہیں علی کو باقی صحابہ پر۔

....

۱۔ تمہید ابوشکور سالمی، باب بدعتیوں کے رد کے بیان میں، صفحہ ۳۹۳ (اردو) مطبوعہ، لاہور

۲۔ لم اجده

''غنیۃ الطالبین شریف''میں کہ مشہور بذات پاک حضرت غوث اعظم ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) عقیدہ روافض میں مرقوم:

ومن ذلك تفضيلهم عليا علىٰ جميع الصحابة(۲)

عقائد رفض سے ہے ان کا تفضیل دینا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تمام صحابہ پر۔

شرح قصیدہ امالی سے گزرا:

من أنكره يوشك أن في إيمانه خطرا(۳)

جو شخص تفضیل شیخین سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطرہ ہو۔

۱۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"وایاك ان تغتر ایضاً بما وقع فی الغنیه الامام العارفین وقطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبدالقادر الجیلانی فانه دسه علیه فیها و سینتهم الله منه والا فهو برئی من ذلك"

اس بات سے کبھی دھوکہ مت کھانا جو (غنیۃ الطالبین) میں ہے اور امام العارفین قطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبدالقادر جیلانی کی طرف اس میں بہت سی باتیں مدسوس کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی مدسوی کرنے والے سے بدلہ لے گا اور شیخ عبدالقادر جیلانی ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں۔

(الفتاوی، الحدیثیة لابن حجر مکی، صفحه ۱٤٥، طبع دار الفکر، بیروت)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۹ھ) رقم طراز ہیں:

ولا یغرنك وقوعه فی غنیة الطالبین المنسوبة الی الغوث الاعظم عبدالقادر الجیلانی قدس سره العزیز فالنسبة غیر صحیحة والاحادیث الموضوعه فیها واخرة

یعنی ایسی باتوں کا غنیۃ الطالبین میں واقع ہونا تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے اس کتاب کی نسبت حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صحیح نہیں ہے اور اس میں موضوع احادیث کی بھرمار ہے۔

(نبراس شرح شرح العقائد، صفحه ٤٧٥)

۲۔ غنیة الطالبین، فصل فی بیان فرق الضالة عن طریق الهدی فصل فی الرافضة، صفحه ۱۸۰

۳۔ شرح بدء الامالی تحت بیت ۳٤

امام ابوعبداللہ ذہبی امیر المومنین علی سے تفضیل شیخین کا بتواتر منقول ہونا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

قبح الله الرافضة ماأجهلهم(۱)

خدا رافضیوں کا برا کرے کس قدر جاہل ہیں، یعنی حضرت مولیٰ کی محبت کا دعویٰ پھر ان کا ایسا صریح خلاف۔

''فتاویٰ خلاصہ'' میں ہے:

في الروافض إن فضل عليّا على غيره فهومبتدع(۲)

''فتح القدیر'' میں ہے:

۱۔ تاریخ الاسلام للذہبی، باب عهد الخلفا، جلد ۳، صفحه ۱۱۵، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الاسلام میں "فقاتل الله الرافضة ما اجهلهم" فرمایا ہے جبکہ الصواعق المحرقہ میں امام حجر ابن مکی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ذہبی کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ "فقبح الله الرافضة ما اجهلهم" (الصواعق المحرقه، الباب الثالث فى بيان افضلية أبى بكر، صفحه ۱۷۶) جبکہ امام احمد بن سالم السفارینی الحنبلی (المتوفی ۱۱۸۸ھ) نے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا کہ

وقال الذهبى هذا متواتر عن على رضى الله عنه فلعن الله الرافضة ما اجهلهم"

(لوامع الانوار البهية و سواطع الاسرار، فصل فى ذكر الصحابة، جلد ۲، صفحه ۳۱۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"قال الذهبى هذا متواتر عن على فلعن الله الرافضة ما اجهلهم"

(تاريخ الخلفا، بيان انه افضل الصحابة و خيرهم، صفحه ٤٤)

۲۔ جو رافضی مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دوسروں (یعنی حضرات شیخین کریمین) پر فضیلت دے وہ بدعتی ہے۔

(خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر فى الامامة، جلد ۱، صفحه ۱٤۹)

في الروافض إن فضل عليا على الثلاثة فمبتدع(۱)

''بحرِ الرائق''میں ہے:

الرافضي إن فضل عليا على غيره فهو مبتدع(۲)

علامہ عبدالعلی برجندی ''شرح نقایہ''اور علامہ شیخ زادہ ''مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر''میں فرماتے ہیں: الرافضي إن فضل عليًا فهو مبتدع۔(۳)

شمس قہستانی کی ''شرح نقایہ''میں ہے:

يكره إمامة من فضل علياعلى العمرين رضى الله تعالىٰ عنهم(۴)

''الاشباہ والنظائر''میں ہے:

إن فضل عليا عليهما فمبتدع(۵)

اگر مولا علی کو شیخین سے افضل بتائے تو بدعتی ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی ''غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی''میں فرماتے ہیں:

من فضل عليافحسب فهو من المبتدعة(٦)

۱۔ جو رافضی مولا علی کو اصحاب ثلاثہ پر افضلیت دے وہ بدعتی ہے۔

(فتح القدير لابن همام، كتاب الصلوٰة باب الامامة، جلد ۱، ص ۳٠٤)

۲۔ رافضی اگر مولا علی کو دوسروں (یعنی خلفائے ثلاثہ) پر فضیلت دے وہ بدعتی ہے۔

(البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الامامة العبد، والاعرابى، جلد ۱، صفحه ٦١١)

۳۔ رافضی اگر مولا علی کو (شیخین کریمین اور عثمان ذوالنورین) پر فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے۔

(مجمع الانهر، باب اولى الناس بالامامة، جلد ۱، صفحه ۳۲۲)

(مجمع الانهر، فصل فى بيان احكام الجزية، جلد ۳، صفحه ۳٦٥)

۴۔ جو مولا علی کو حضرت ابو بکر و عمر پر فضیلت دے اُس کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے۔

(جامع الرموز للقهستانى، فصل يجهل الامام، جلد ۱، صفحه ۱۷۲)

۵۔ الاشباه والنظائر، كتاب السير، صفحه ۲۱۵

٦۔ عنية المستملى، فصل فى الامامة، صفحه ٤٤۳

جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو صرف افضل بتاتا ہے وہ اہل بدعت سے ہے۔

علامہ بحرالعلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی لکھنوی قدس سرہ العزیز ''رسائل ارکان اربعہ'' میں فرماتے ہیں:

أما الشيعة الذين يفضلون عليّا على الشيخين ولا يطعنون فيهما أصلا كالزيدية فتجوز خلفهم الصلوة لكن يكره كراهة شديدة۔(۱)

شیعہ وہ جو مولا علی کو شیخین پر تفضیل دیتے ہیں اور شیخین کی شان پاک میں اصلاً طعن نہیں کرتے جیسے زیدیہ۔ ان کے پیچھے نماز جائز تو ہے لیکن سخت کراہت کے ساتھ مکروہ۔

اس سے کراہت تحریمی ثابت ہوئی۔

فاضل سید ابن عابدین شامی ''ردالمحتار علی الدرالمختار'' میں فرماتے ہیں:

إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر (۲)

جب کہ مولیٰ علی کی تفضیل مانے یا صحابہ کو برا کہے تو وہ بدعتی ہے نہ کافر۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ''تحفہ'' میں فرماتے ہیں:

دوم فرقہ شیعہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ تفضیل مے دادند، و ایں فرقہ از ادنائے تلامذہ آں لعین شدند، وشمہ از وسوسہ او قبول کردند، و جناب مرتضوی در حق ایں ہا تہدید فرمودند کہ اگر کسے را خواہم شنید کہ مرا بر شیخین تفضیل می دہد اور احد افترا کہ ہشتاد چابک ست خواہم زد۔ (۳)

۱۔ ارکان اسلام، صفحہ ۲۸۵ (اردو) مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور

۲۔ رد المختار، باب التعزير، جلد ٦، صفحه ٢٢١

۳۔ دوم فرقہ شیعہ تفضیلیہ یہ حضرت علی کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ فرقہ آپ کے ملامت شدہ ادنیٰ درجہ کے تلامذہ میں سے تھا یہ شیطان کے وسوسوں میں مبتلا ہوئے حضرت علی اس فرقے کے بارے میں لوگوں کو ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر میں نے کسی کو سُن لیا کہ اس نے مجھے شیخین پر فضیلت دی تو میں اسے حد مفتری (اسّی کوڑے) ماروں گا۔

(تحفه اثنا عشريه، صفحه ١٤)

علامہ محمد طاہر☆ اس مسئلہ کی نظیر (۱) ''مجمع بحار الانوار'' میں فرماتے ہیں:

فان قيل: فما حكم من جوز ذلك فهل يكفر به اويبدع اويلام اويمدح ويحسن بحسن فهمه لدليل لاح له دون غيره من حذاق الامة وفضلاء الملة قلت ان كان المخالف من بعض المتكلمين من أهل البدعة وهو الظاهر؛ إذلم يوجدفي أكثر نسخ الكلام خلاف من أهل السنة فيه، فللأول وجه؛ إذ التفضيل مجمع عليه قبل ابن عبدالبر، وإن كان ذلك البعض من أهل السنة فللثانى وجه، إذ مخالف الجمهور خصوصا إذا كان المخالف أقل قليل يبدع كمن يخالف العمل بخبر الواحد يبدع، ولوسلم أن المخالف فيه جمع معتدبه فلايخلوعن الملامة، فإن مخالفة الجمهور لمن ليس له رأى لايحسن وأى فائدة فيه ولعله يترتب عليه مآلامالا يحمد عواقبه، والله اعلم .انتهى كلامه الشريف۔(۲)

(۱)يعنى مسئلة تفضيل الصحابة على من بعدهم وانما كانت نظيراً لها ؛لأن الاجماع على تفضيل الشيخين إن كان قد شذ منه شاذ على ما حكاه أبوعمربن عبد البر فكذلك الإجماع على تفضيل الصحابة أيضا مخالف نادر كما مال إليه أبوعمر أيضاً۔

☆ میاں محمد طاہر در پٹن گجرات بودہ، حق سبحانہ اور علم و فضل داد، و حرمین شریفین رفت و علما و مشائخ آن دیار شریف را دریافت و تحصیل و تکمیل علم حدیث نمود، و با شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ صحبت داشت و مرید شد، و باز او صاحب برکت و کرامت بوطن اصلی عود فرمود۔ و وے در ازالہ بدع و اہل بدع کہ در آن دیار بودند تقصیر۔۔ آخر ہم بدست آن جماعہ در سنہ نیف و ثمانین و تسع ماۂ

ترجمہ: بعد والوں پر صحابہ کی تفضیل کا مسئلہ، یہ مسئلہ نظیر ہے تفضیل شیخین والے مسئلہ کے لیے، اس لیے کہ تفضیل شیخین پر اجماع ہے اور اس کا مخالف شاذ ہے جیسا کہ ابو عمر بن عبد البر نے حکایت کیا، ایسے ہی اجماع ہے تفضیل صحابہ، اس کا مخالف بھی نادر ہے جیسا کہ اس کی طرف بھی ابو عمر نے میلان کیا۔

۲۔ مجمع بحار الانوار، فصل فی الصحابة، جلد ۵، صفحه ۷۳۹

بشہادت رسید ۔ شکر اللہ سعیہ و جزاہ عن المسلمین خیرا ۔ اخبار الاخیار ملخصا

....

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کیا حکم ہے اس کا جو جائز رکھے اس تفضیل اجماعی کے خلاف کو؟ آیا کافر کہا جائے گا ۔ یا بدعتی ۔ یا ملامت کیا جائے گا ۔ یا اس کی تعریف و تحسین ہوگی اس کی اس خوش فہمی پر کہ وہ دلیلیں سمجھا جو اور حاذقانِ امت و فاضلان ملت پر ظاہر نہ ہوئیں؟ کہوں گا: اگر خلاف کرنے والا کوئی متکلم بدعتی ہو اور یہی ظاہر ہے کہ اکثر کتب عقائد جو دیکھی گئیں تو ان میں اس مسئلہ کا خلاف کسی سنی کی طرف نسبت نہ کیا، جب تو کافر کہنے کی گنجائش ہے؛ اس لئے کہ تفضیل پر ابن عبد البر سے پہلے اجماع تھا، اور جو یہ بعض کوئی سنی ٹھہرایا جائے تو اسے بدعتی کہنے کی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مخالف جمہور کو بدعتی کہتے ہیں، اور بالفرض اگر مان لیا جائے کہ اس میں خلاف کرنے والے ایک جماعت معتد بہ ہیں، تاہم تشنیع و ملامت سے خالی نہیں کہ مخالفت جمہور غیر ذی رائے کو خوب نہیں، اور اس میں فائدہ ہی کون سا ہے ۔ اور کیا عجب کہ اس مخالفت پر بالآخر وہ باتیں مترتب ہوں جن کا انجام محمود نہ ہو ۔ واللہ اعلم ۔

ترجمہ: میاں محمد طاہر گجرات کے شہر پٹن کے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و فضل سے نوازا، زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور وہاں کے علما و مشائخ سے علم حدیث کی تحصیل و تکمیل کی حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں رہے اور ان کے دست اقدس پر بیعت کی ۔ صاحب کرامت و برکت ہو کر وطن واپس آئے اور آپ کی قوم میں جو بدعتیں رائج تھیں وہ ختم کر کے اہل سنت اور بدعتیوں کا فرق اپنی قوم کو سمجھایا، آپ نے علم حدیث میں بہت سی مفید کتابیں تالیف کیں، ان میں سے آپ کی کتاب ''مجمع بحار الانوار'' بہت مشہور ہے جس میں احادیث کی شرح لکھی ہے ۔ آپ کی ایک دوسری کتاب کا نام ''مغنی'' ہے جس میں راویان حدیث کا مختصر اور مفید حال لکھا ہے ۔ اپنی کتابوں کے دیباچوں میں شیخ علی متقی کی بہت تعریفیں کرتے ہیں، آپ کا دستور تھا کہ اپنے آپ سے روشنائی بنا کر طالب علموں کو مفت دیا کرتے تھے، پڑھاتے وقت بھی زبان سے پڑھاتے اور ہاتھ سے سیاہی گھوٹا کرتے، اور کہتے ہاتھوں کو بھی کام میں لگا رہنا چاہیے ۔ آپ نے علاقہ گجرات کے بدعتیوں کی بدعتیں چھڑانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی، اور اسی جماعت کے افراد نے ۹۸۰ھ میں آپ کو شہید کر دیا ۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول

أقول :هکذا شقّق ولیس کل تشقیق تشکیکا، فالحق تعین الشق الثاني کمادلت علیه کلمات العلماء ممن قبله؛ وذلك لأن الخلاف وإن کان نادرًا ینزل الإجماع عن درجة القطیعة ھکذا ذکر، وأولی فیه کلام سأذکره ولکن الوجه أن لیس کل إجماع یکفر من خالفه، والمسئلة ممالیس فیها للتکفیر مطمع، والله اعلم۔ (۱)

اشتباہ: یہاں حضرات سنفضیہ کو ہلدی کی گرہ ایک عبارت ابوعمر بن عبدالبر'' صاحب استیعاب'' کی سنی سنائی۔ یاکسی اردو فارسی کے رسالہ میں دیکھ کر ہاتھ لگ گئی ہے (۲)

اس پر وہ قیامت کے ناز ہیں کہ جامہ میں پھولے نہیں سماتے، انہوں نے کہیں لکھ دیا ہے کہ صحابہ میں دو چار حضرات تفضیل حضرت مولا کے بھی قائل تھے، اے میرے پروردگار! اب صبر کی مجال کہاں، ایک غل پڑ گیا کہ حضرت بھلا اجماع کیسا، یہ مسئلہ خود

....

فرمائے اور ان کو مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزاء عطا فرمائے۔

۱۔ اسی طرح شقیں بیان کی گئی ہیں اور ہر جگہ شقیں بیان کرنا تشکیک کے لیے نہیں ہوتا لہٰذا حق یہ ہے کہ دوسری شق معین ہے جیسا کہ ماقبل علماء کے کلمات اس پر دلالت کرتے ہیں اور یہ اس لیے کہ خلاف اگرچہ نادر ہے مگر اجماع کو درجہ قطعیت سے اتار دے گا اور اسی طرح علماء نے ذکر فرمایا ہے اور مجھے (اعلیٰ حضرت کو) اس میں کلام ہے جسے میں عنقریب ذکر کروں گا اور صحیح یہی ہے کہ ہر اجماع ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے مخالف کی تکفیر کی جائے اور یہ مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۔ جس عبارت کی طرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے وہ عبارت مندرجہ ذیل ہے اور ساتھ ہی اصل کتب کے حوالہ جات بھی تحریر ہیں تاکہ قارئین اس مسئلہ کو باآسانی سمجھ سکیں۔

"روی عن سلمان، و أبی ذر والمقداد و خباب و جابر و أبی سعید الحذری و زید بن ارقم رضی الله عنهم ان علی بن أبی طالب رضی الله عنه اول من اسلم و فضله هؤلا علی غیره۔

حضرت سلمان، بوذر، مقداد، خباب، جابر بن عبداللہ، ابوسعید الخذری اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم مولا علی کو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے فضیلت دیتے تھے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، جلد ۱، صفحه ۳۳۵، جلد ۲۰، صفحه ۴۸۰)

(سمط النجوم العوالی أنباء الاوائل والتوالی للعاصی، جلد ۱، صفحه ۴۱۳)

صدر اول میں مختلف فیہ رہا ہے، اب ہمیں اختیار ہے چاہیں مانیں، چاہیں نہ مانیں۔

انتباہ: ان للہ وانا الیہ راجعون، آدمی مطلب کی بات کو گو نہایت خفی و دور، اور راہِ حق سے مہجور ہو، کس قدر جلد مرحبا کہہ کر لیتا ہے۔ اور خلاف مقصود کو اگرچہ کس قدر جلی وصریح وروشن دلائل ساطعہ کے جڑاؤ، گہنوں سے سرتاپا مزین ہو، ہرگز مسندِ قبول پر جگہ نہیں دیتا۔

عزیزو! اتنا تو خیال کرلیا ہوتا کہ ابو عمر بن عبدالبر سے پہلے ہزار ہا ائمہ دین وعلمائے محدثین گزرے، وہ ناقدین جن کی عمر عزیز تجسس اخبار وتفحص آثار میں گزری، منزلوں منزلوں جمع علوم متفرقہ کے لئے مسافرت کی، اسی تنقیح وتفتیش میں رات کے سونے، دن کے کھانے سے حظ نہ اٹھایا، اس تلاش وکنکاش میں اپنا چین آرام یک لخت ترک فرمایا، یہاں تک کہ ان کی کمر ہمت دین متین کی پشت پناہ ٹھہری، اور انہی کی بانٹی ہوئی دولت بقدر حصہ ابن عبدالبر کو پہونچی، اگر یہ روایت درحقیقت صحیح ومعتبر ہوتی تو سخت تعجب کہ وہ اکابر دین اس سے محض غافل رہ جائیں، اور برابر بے ذکر خلاف اجماع صحابہ وتابعین کی تصریحیں فرمائیں، اور ساڑھے تین سو برس کے بعد ابن عبدالبر اس پر آگاہی پائیں۔ (۱)

مگر شیخ محقق کا ارشاد نہ سنا کہ

''جمہور ائمہ دریں باب اجماع نقل کنند'' (۲)

....

۱۔ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل اسم گرامی امام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر المزی القرطبی المالکی ہے آپ ۳۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور آپ کا وصال ۴۶۳ ہجری میں ہوا۔

(الاعلام للزرکلی جلد ۸، صفحہ ۲۴۰)

۲۔ جمہور آئمہ دین نے اس باب میں اجماع نقل کیا ہے۔

(تکمیل الایمان، صفحہ ۱۰۷ (اُردو) مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

جیسا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ:

''علماء بیان کرتے ہیں کہ ابن عبدالبر کا یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ شاذ روایت ہے جو جمہور کے قول کے مخالف ہونے کے باعث معتبر نہیں ہے اور جمہور آئمہ کا اجماع اس باب میں نقل کیا جاچکا ہے۔''

آخر متاخرین کوعلوم روایات سے جو کچھ پہنچتا ہے، متقدمین ہی کے واسطے سے ملتا ہے، یا بیچ میں چندصدی کا.........رہ کر آتا ہے۔اب دو حال سے خالی نہیں،
یا تو یہ روایت ان اکابر کو جو ابن عبدالبر کے بھی ائمہ ومشائخ ہیں پہنچی، اور عیاذاًباللہ ان

....

(تکمیل الایمان، (اُردو)، صفحہ ۷۰، طبع لاہور)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں مقبول کتاب مستطاب سبع سنابل میں حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''پس جب کہ اجماع صحابہ جونبیوں کا وصف رکھتے ہیں اس امر پر ہوا کہ شیخین کوفضیلت حاصل ہے اور علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ خود بھی اس اجماع سے متفق اور اس میں شریک تو تفضیلی اپنے اعتقاد میں ضرور غلطی پر ہیں۔

(سبع سنابل، صفحہ ۷۳ (اردو) طبع لاہور)

ترجمہ: اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو سراسر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتی ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہلسنت و جماعت افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے۔

(ارشاد الساری، باب تفاضل اهلِ الایمان فی الاعمال، جلد ۱، صفحه ۱۰۲)

۲۔علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اختلاف سابق بعد اتفاق لاحق "کان لم یکن" ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اتفاق کے بعد مسئلہ اجماعی قرار پاتا ہے جیسا کہ نورالانوار میں ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"وقیل بشرط للاجماع اللاحق عدم الاختلاف السابق عند ابی حنیفه رحمة الله ولیس کذلك فی الصحیح بل الصحیح أنه ینعقد عنده اجماع متأخر و یرتفع الخلاف السابق من البین۔

(نور الانوار، باب الاجماع، صفحه ۲۳۲، طبع مكتبه رحمانیه، لاهور)

سب نے اس کے چھپانے پر اتفاق کرلیا، جب تو سخت مصیبت ہے، ایسا دعوی کرنے والا اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے، آخر تمام شرع شریف، قرآن وحدیث جو کچھ پہنچا انہی حضرات کے واسطے سے پہنچا، جب یہاں انہوں نے ایک روایت کی کتمان پر اتفاق کرلیا تو امان اٹھ گئی، کیا معلوم ایسے ہی اور بہت آیات واحادیث چھپا ڈالی ہوں، وہی رافضیوں والا مذہب آ گیا کہ اصحاب رسول ﷺ نے قرآن مجید میں بہت تبدیل وتنقیص کردی، اعوذ باللہ من وساوس الشیطان اللعین۔

یا یہ ہوا کہ انہوں نے اس پر اطلاع پائی اور اپنی بصیرت ناقدہ وقریحت واقدہ سے اس کی بے اعتباری وناسزاواری دریافت کرلی، لہٰذا اس کی جانب التفات نہ کیا، اور اسے خلل انداز اجماع نہ سمجھا، تو اب ایک ابن عبدالبر کے کہنے سے ان اکابر ائمہ کا نامعتبر سمجھنا کیوں کر مدفوع ہوسکتا ہے۔ بڑی وجہ اس خدشہ واہیہ کے دفع کی تو یہ ہے۔

وجہ دوم: اگر اس روایت کی صحت تسلیم بھی کرلی جائے تو ممکن کہ شاید ان اکابر نے جنہوں نے اس پر التفاف نہ فرمایا، اس خلاف کا وقوع بعد انعقاد واجماع سمجھا ہو، اور بے شک جو خلاف بعد تحقق اجماع واقع ہو دافع اجماع اور قابل قبول نہیں، ھکذا قالوا۔

اقول: وربی یغفرلی، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ممکن کہ اس خلاف کا تحقق قبل از انعقاد اجماع ہو، بعدہ ان صحابہ پر بھی دلائل افضلیت شیخین لائح ہوگئے اور اسی کی طرف رجوع فرمائے۔ اب اجماع کامل منعقد ہوگیا اور بے شک اہل خلاف جب رجوع کر کے شریک جمہور ہوجائیں تو خلاف سابق محض مضمحل ہوجاتا ہے۔

اور اس کے لئے نفس مسئلہ میں نظیر بھی موجود، حضرت ابوجحیفہ وہب الخیر رضی اللہ عنہ پہلے جناب مرتضوی کو افضل جانتے تھے، یہاں تک کہ حضرت مولی نے انہیں تفہیم اور حق صریح کی تلقین فرمائی، اس روز سے وہ بھی تفضیل شیخین کی طرف لوٹ آئے (۱) کما سیأتي في الفصل الخامس من هذا الباب إن شاء الله تعالیٰ۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، جلد ۱، صفحہ ۸۸۲، رقم ۱۰۰۲
السنة لعبد الله بن احمد بن حنبل، باب سئل عمن قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و عمر، صفحہ ۵۳۸ رقم الحدیث ۱۳۷۶

وجہ سوم: مانا کہ ابتدا سے اختلاف مگر ایسا خلاف، شاذ، نادر، مرجوح، ضعیف، انعقاد اجماع میں خلل انداز نہیں۔ (۱)

اقول: وربي غفار الذنوب، کس قدر جوشِ بددیانتی ہے، بالفرض اگر اس خلاف کا تحقق اول سے آخر تک تسلیم کرلیا جائے تو اس طرف سوادِ اعظم کے ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں، کیا اربابِ قلوب سلیمہ صرف اجماع کامل قطعی کی مخالفت سے بچتے ہیں اور سوادِ اعظم کے خلاف کو کوئی آفت نہیں سمجھتے۔ ذرا صبر کیجیے، ہم تنبیہ الختام میں جو حدیثیں ذکر کریں گے ان کا انتظار رکھیے۔ پھر یہ خوشی کس بات کی ہے، اگر کوئی صوت تمہارے لئے جواز مخالفت کی مل جاتی تو البتہ فرح وسرور کی جگہ تھی۔

للہ انصاف! اگر یہ مقدمہ مان لیا جائے کہ اجماعی مسئلہ میں کوئی حکایت خلاف، اگرچہ روایت ودرایت اس کے مساعد نہ ہوں ہاتھ آجائے، اس میں ہر کسی کو قبول وعدم قبول کا اختیار رہتا ہے، گو اس طرف ان معدودین کے سوا کافہ اکابر ملت وصنادید امت ہوں، تو یقین جان لو کہ اسی وقت دوثلث شریعت درہم وبرہم ہوئی جاتی ہے کہ وہ مسائل تو اقل قلیل ہیں جن میں کوئی قول شاذ خلاف پر نہ مل سکے۔ بہت مسائل مسلمہ مقبولہ جنہیں ہم اہل حق اپنا دین وایمان سمجھے ہوئے ہیں ان کے خلاف میں بھی ایسے اقوال مرجوحہ، مجروحہ، مہجورہ، مطروحہ بتلاش مل سکتے ہیں، کتابوں میں غث وسمین اور رطب ویابس کیا کچھ نہیں ہوتا، مگر خدا سلامت طبع دیتا ہے، تو صحیح وسقیم میں امتیاز میسر ہوتا ہے، ورنہ انسان ضلالِ بدعت، یا وبال حیرت میں سرگرداں رہ جاتا ہے۔ اگر شریر طبیعتوں، فاسد طینتوں کا خوف نہ ہوتا تو فقیر اپنی تصدیق دعویٰ کو چند مسائل اس قسم کے معرض تحریر میں لاتا، مگر کیا کیجیے کہ بعض طبائع اصل جبلت میں حساسہ جساسہ بنائے گئے ہیں کہ شب وروز تتبع اباطیل وتفحص قال وقیل میں رہتے ہیں۔ کما قال ربنا تبارك وتعالیٰ:

....

۱۔ اگر اقوال شاذہ اجماع میں خلل انداز ہو تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ مسئلہ، متعہ نساء، سماع اموات، دیدارِ الٰہی ومعراج جسمانی پر بھی صحابہ کرام کا اجماع نہ ہوا ہو لہٰذا اقوال شاذہ ومردودہ کو اجماع کا مزاحم ماننا نادانی اور ناانصافی کا مقتضی ہے۔

﴿ أمّا الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله ﴾(۱)۔

یہ طبیعتیں جہاں اپنی شرارت سے ادنیٰ موقع رخنہ اندازی کا پاتی ہیں ہدم بنیان اسلام کے لئے کمر بستہ ہوجاتی ہیں، أعاذنا الله من شرهن آمين (۲)

مگر گلے نمونہ از چمن، حدیث "من كنت مولاه فعلي مولاه" (۳) کی صحت مختلف فیہ ہے، جمہور ائمہ اسے صحیح جانتے، اور ابوداؤد صاحب سنن وابو حاتم رازی وغیرہم اجلہ اکابر محدثین جن کی نقادی وامامت ومبصری وجلالت آفتاب نیم روز سے اظہر، اس میں جرح وطعن رکھتے ہیں۔ (۴)

۱۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہیے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔ (سورة آل عمران، آیت نمبر ۷)

۲۔ اللہ ہمیں ان کے شر سے بچائے رکھے! آمین

۳۔ مسند البزار، مسند زيد بن ارقم، جلد ۳، صفحه ۶۷، رقم الحديث ۴۲۹۸

السنن للترمذی، مناقب علی بن أبی طالب، جلد ۲، صفحه ۱۷۵، رقم ۳۶۴۶

سنن النسائی الكبرى، ذكر منزلة علی بن أبی طالب، جلد ۳، صفحه ۱۰۸، رقم ۸۳۹۹

مسند احمد بن حنبل، حديث البرا بن عازب، جلد ۵، صفحه ۴۳۶، رقم ۱۷۷۴۹

۴۔ جیسا کہ اس حدیث مبارکہ کی ایک سند میں "عبد الغفار بن القاسم" ہے، امام حجر ابن عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "رافضی ليس بثقه" علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ "كان يضع الحديث" اور امام بخاری فرماتے ہیں۔ "ليس بالقوى عندهم" امام ابوداؤد فرماتے ہیں: "انا اشهد ان ابا مريم كذاب" امام ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں: "متروک الحدیث" اسی طرح امام نسائی فرماتے ہیں۔ "متروك الحديث" امام دارقطنی فرماتے ہیں 'متروك' اس کے علاوہ امام ساجی، امام عقیلی، امام ابن الجارود اور امام ابن شاہین نے "عبد الغفار بن قاسم ابومریم الانصاری" کو اپنی اپنی کتاب الضعفاء میں لکھا ہے۔

آیا اگر کوئی شخص اس خلاف کے اعتبار سے حدیث کو صحیح نہ جانے، اور عیاذاً باللہ حضرت مولا کا مولی المسلمین ہونا نہ مانے تو تم اسے معذور رکھو گے؟ اور اس کے اس انکار کو مکروہ نہ جانو گے؟۔

حاشا! ہرگز ایسا نہ ہوگا، بلکہ اسے اس کے شنیع منکر کے مقتضی سے بدر جہا زائد تشنیع وملامت کا مستحق سمجھو گے حالانکہ یہ خلاف اس خلاف سے بمراتب محکم وثابت تر ہے جس کا دامن پکڑ کر تم نے تفضیل شیخین سے انکار اپنے حق میں روا ٹھہرالیا، بلکہ تمہارے سامنے تو اگر کوئی عارف بصیر حدیث: "لحمه من لحمي ودمه من دمي" (۱) کی اسناد مظلم و شنیع کی خرابیاں ظاہر کرے گا، اس کے دشمن ہو جاؤ گے، اگر چہ در حقیقت وہ روایت ایسی ہی ہے جسے کوئی ماہر فن صالح قبول واعتبار نہیں کہہ سکتا، کما سنذکره في الخاتمة إن شاء الله

....

(لسان الميزان لابن حجار، من اسمه عبدالغفار، جلد ٤، صفحه ٤٢)

(ميزان الاعتدال، من اسمه عبدالغفار بن القاسم، جلد ٤، صفحه ٢٧٩)

ممکن ہے ان محدثین کرام جن کی طرف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اشارہ فرمایا ہے اس سند میں جس میں مذکور بالا راوی موجود ہو کو سامنے رکھتے ہوئے جرح فرمائی ہو۔ اصح یہی ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی بے شمار اسناد ہے جن میں سے بعض صحیح اور بعض حسن ہیں راقم اثیم کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث مبارکہ متواتر معنوی کے درجہ پر ہے جیسا کہ فن اسماء رجال کے مسلمہ امام علامہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے آپ سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں۔

هذا حديث حسن عال جدا ومتنة فمتواتر"

یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی حسن ہے اور اس کا متن متواتر ہے۔

(سيرُ اعلام النبلاء، من اسمه عبدالمطلب بن زياد رقم ٨٦، جلد ٨، صفحه ٣٣٢)

۱۔ اس کا گوشت میرا گوشت اس کا خون میرا خون۔

(الضعفاء الكبير للعقيلي، من اسمه داهر بن يحيى الرازى، جلد ١، صفحه ٤٢٦، رقم ٥٦٦)

(ذخيره الفاظ لابن طاهر المقدسی، جلد ٢، صفحه ٧٧٧، رقم ١٤٨٧)

....

....

(تاريخ دمشق لابن عساكر، من اسمه علی بن أبی طالب، جلد ۴۲، صفحه ۴۲)

اس حدیث مبارکہ کی برسند دوراوی "عبدالله بن داهر الرازی" اور "داهر بن يحيى الرازی" موجود ہیں۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص المستدرک میں ان دونوں باپ اور بیٹا کو رافضی فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

"عبدالله بن داهر الرازی و ابيه رافضيان"

(المستدرك للحاكم، باب ذكر النبی الكليم موسى، جلد ۲، صفحه ٦٢٦، رقم الحديث ٤٠٩٥)

امام ذھبی نے "داھر بن یحیی الرازی" کے متعلق لکھا ہے۔

"رافضی بغيض" یعنی متشدد رافضی

(ميزان الاعتدال، حرف الدال، جلد ۳، صفحه ۳، رقم ۲۵۹۰)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"يغلوفی الرفض" رافضیت میں غالی

(الضعفاء الكبير للعقيلی، من اسمه داهر بن يحيى الرازی جلد ۳، صفحه ۵۳)

اس حدیث کا دوسرا راوی "عبدالله بن داهر بن يحيىٰ الرازی" ہےاس کے متعلق ناقدین رجال کی مندرجہ ذیل جروحات ہیں۔

"قال احمد و يحيى ليس بشئ"

"قال العقيلی رافضی خبيث"

قال ابن عدی "عامة مايرويه فی فضائل علی وهو منهم فی ذلك"

(ميزان الاعتدال، من اسمه عبدالله، جلد ٤، صفحه ۹۳، رقم ۴۳۰۰)

امام ابن عساکر امام ابن عدی کے حوالہ سے ہی لکھتے ہیں کہ

"عامة ما يرويه فی فضائل علی وهو متهم فی ذلك"

پھر اس تحکم وز بردستی کا کیا علاج کہ جو تمہارے زعم میں تمہارے موافق ہو، اگرچہ مجروح ہو مقبول، اور جو تمہارے اوہام باطلہ کے قلع قمع پر ناطق ہو، اگرچہ منصور ہو مخذول، فالی الله الشکوٰی والیه الرجعٰی

وجہ چہارم: وہ چند صحابی جن سے ابن عبدالبر نے تفضیل حضرت مرتضوی نقل کی، اس سے یہی معنی بالتعیین مفہوم نہیں ہوتے کہ وہ حضرت مولی کو شیخین پر فضل کلی مانتے ہوں، ممکن کہ

یعنی مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل روایت کرنے میں متھم ہے۔

تاریخ دمشق لابن عساکر من اسمه علی بن ابی طالب، جلد ۴۲، صفحه ۱۶۹)

(لسان المیزان، من اسمه عبدالله، جلد ۳، صفحه ۲۸۲)

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مولا علی کو اس بات سے مستغنی کر دیا ہے کہ ان کے فضائل ومناقب اکاذیب اور اباطیل سے ثابت کیے جائیں۔

(میزان الاعتدال، من اسمه عبدالله، جلد ٤، صفحه ۹۳، رقم ٤۳۰۰)

یہ حدیث مبارکہ "لحمه من لحمی ودمه من دمی" کے متن کے ساتھ سخت مجروح ہے لیکن مندرجہ ذیل متن کے ساتھ امام طبرانی نے اسے المعجم الکبیر میں نقل فرمایا ہے۔

قال رسول الله لام سلمة هذا علی بن أبی طالب

لحمه لحمی دومه دمی فهو مننی بمنزلة هارون...... الحدیث

(المعجم الکبیر، احادیث عبدالله بن عباس، جلد ۱۲، صفحه ۱۸، رقم ۱۲۳۷۰)

امام ھیثمی مجمع الزوائد میں مندرجہ بالا حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "راوه الطبرانی و فیه الحسن بن الحسین العربی فهو ضعیف"

(مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحه ۱٤۲، رقم الحدیث ۱٤٦٥٤)

۱۔ تھذیب الکمال، من اسمه علی بن ابی طالب، جلد ۲۰، صفحه ٤۸۰، الوافی بالوفیات للعصندی، جلد ٦، صفحه ٤٤٤

تقدم اسلام وغیرہ فضائل خاصہ جزئیہ میں تفضیل دیتے ہوں، اور یہ معنی ہمارے منافی مقصود نہیں کہ ہم خود مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لئے خصائص کثیرہ کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔ کلام ہمارا افضلیت بمعنی کثرت ثواب وزیادت قرب ووجاہت میں ہے، جب تک ان روایات میں جناب مولی کی نسبت اس معنی کی تصریح نہ ہو ہم پر وارد اور مزاج اجماع کی مفسد نہیں ہو سکتیں۔

اقول: وبالله التوفیق، بلکہ ظن غالب یہی ہے، اور فقیر اس پر چند شاہد عدل رکھتا ہے:

شاہد اول: حفظ حرمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ اس قدر تو یقیناً معلوم کہ ان چھ سات کے سوا تمام صحابہ تفضیل شیخین پر اتفاق کئے ہوئے تھے، اور احادیث اس بارے میں اس قدر بکثرت وارد جن کا اجلۂ اصحاب پر پوشیدہ رہنا عقل گوارا نہیں کرتی، مخالفت سوادِ اعظم وخلاف احادیث سید اکرم ﷺ کیسی سخت شناعت ہے، اور اس کا صحابہ کی طرف بزور زبان نسبت کرنا کس درجہ گستاخی ووقاحت۔

شاہد ثانی: خود وہ روایت جس میں ابو عمر نے ان صحابہ سے تفضیل حضرت مولا نقل کی اس میں یہ الفاظ موجود کہ وہ حضرات فرماتے تھے: إن علیاً أول من أسلم ' بے شک علی سب سے پہلے اسلام لائے کمافي الصواعق ۔ تو واضح ہوا کہ وہ تاویل جو علما نے پیدا کی تھی اس کا مؤید صریح خود نفس کلام میں موجود۔

شاہد ثالث: ہم ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثانی کی فصل ...... میں ثابت کریں گے کہ خلافت صدیق پر بنائے تفضیل تھی۔ فاروق اعظم وغیرہ صحابہ نے ان کی فضیلت مطلقہ ثابت کی، اور اسی پر نزاع منقطع ہو کر بیعت واقع ہوگئی، اور پھر ظاہر کہ ان بیعت کرنے والوں میں وہ صحابہ بھی تھے جن سے ابن عبد البر نے یہ روایت شاذہ نقل کی، اگر انہیں تفضیل صدیق میں خلاف ہوتا تو یقیناً ظاہر فرماتے کہ وہ اساطین دین اظہار حق میں ہرگز مداہنت نہ رکھتے، اور لومت لائم کو مطلق خیال میں نہ لاتے۔ تم نے بھی سنا ہوگا "الساکت عن الحق شیطان أخرس" (۱) حق بات کے اظہار سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔ حاشا کہ یہ شناعت فظیعہ ان کے دامن پاک کو لاحق ہو، پس

....

۱۔ کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، باب الاجماع، جلد ۳، صفحہ ۳۴۳

بالضرور اگر انہوں نے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو افضل کہا تو اور ہی باتوں میں کہا، جو فضیلت متنازع فیہا سے مطلق علاقہ نہیں رکھتیں۔

شاہد رابع: ہمارے مظنون پر ایک اعلی شاہد واقوی مؤید خود ابوعمر ابن عبدالبر کا کلام ہے، کہ انہوں نے جس طرح اس مسئلہ میں یہ روایت غریبہ لکھ دی، یوں ہی مسئلہ تفضیل صحابہ میں بھی جانب خلاف جھکے، اور جمہور سے کہ حضرات صحابہ کرام کو تمام لاحقین سے افضل مانتے آئے الگ راہ چلے، فرماتے ہیں: متاخرین میں بعض صالحین ایسے ہیں کہ اہل بدر وحدیبیہ کے سوا اور افراد صحابہ سے افضل ہیں، اور اس مدعا پر بعض ایسی دلیلیں پیش کیں جن میں افضلیت بمعنی متنازع فیہا کی بو نہیں۔ علماء نے ان دلائل کے جواب میں فرمایا: ان سے جو کچھ ثابت ہوا ہمارے مدعا سے مخالفت نہیں رکھتا، ان ہی میں سے ہے حدیث:

- د - ت - يأتي أيام للعامل فيهن الحديث (۱) کہ مع اپنے جواب کے تبصرہ ثامنہ میں گزری، اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے تمام تمسکات کا رد بلیغ رسالہ ''اسد الغابہ'' میں لکھیں گے جو ہنوز زیر تالیف ہے، اور خدا چاہے تو اس کی تبییض اس رسالہ کے تتمیم پر موقوف۔

اب دو باتیں ہیں:

یا تو ابوعمر کا کلام معرکہ فضل کلی سے معزول، اور فضائل جزئیہ پر محمول مانا جائے، جب تو خرق اجماع ومخالفت سوادِ اعظم سے بھی بچ جائیں گے، اور معاندین کو بھی ان کے کلام سے محل احتجاج نہ رہے گا، اور اس پر ایک گواہ یہ بھی کہ خود ابوعمر کے کلام سے مفہوم کہ تفضیل شیخین پر اجماع مستقر كمافي الصواعق۔

یا راہِ تاویل مسدود کر کے خواہ مخواہ فضل کلی پر ڈھالیے تو بالیقین فضل کلی کے جو معنی محققین کے نزدیک قرار پائے ہیں ابوعمر ان سے غافل تھے، کہ ان کے دلائل کا اس پر انطباق نہیں رکھتے، کمامر۔ اور جب وہ خود فضل کلی وجزئی میں فرق نہ رکھتے تھے تو ان کا یہ کہہ دینا کہ وہ

۱۔ سنن ترمذی، باب ومن سورة المائده، جلد ۳، صفحه ۳۲۱، رقم ۲۹۸۴
مستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، جلد ٤، صفحه ۳۵۸، رقم ۷۹۱۲
شعب الايمان، باب فی الامر بالمعروف، جلد ٦، صفحه ۸۳، رقم ۷۵۵۳

صحابہ معدودین تفضیل حضرت مولیٰ کے قائل تھے، محض مہمل اور پایہ استناد سے ساقط رہ گیا۔ ممکن کہ ان اصحاب نے مولی علی کیلئے فضل جزئی مانا ہو، اور ابوعمر بوجہ عدم تفرقہ کے اس سے تفضیل متنازع فیہ سمجھ لیے۔

اور ایک فائدہ ایمانیہ ہمیشہ نصب العین رکھنا چاہیے کہ اگر دامن انصاف پکڑ کر اس پر عمل کیا جائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کام آئے گا، اور اکثر تسویلات ابلیس لعین سے بچائے گا۔ وہ یہ کہ علماء سب بشر تھے اور سہو وخطا سے غیر معصوم، ہر شخص کے کلام میں اگرچہ کیسے ہی درجہ علوشان ورفعت مکان میں ہو دوایک لغزشیں ضرور ہوتی ہیں۔ وہاں معیار کامل ومحک حق وباطل کلمات اکابر سلف وجماہیر ائمہ ذی فضل وشرف ہیں، جو کچھ اس کے خلاف ہو مسند قبول پر ہرگز جگہ نہ دی جائے کہ سلامت اتباعِ سلف اکرم وسوادِ اعظم میں ہے، نہ یہ کہ کسی عالم سے جو لفظ بہ سبقت قلم نکل گیا اسے حرز جان کیجیے، اور کلمات جماہیر سلف وخلف طاق نسیان پر رکھ لیجیے۔ یہاں بھی ابوعمر کا تخطیہ کافہ سابقین ولاحقین کی تغلیط سے آسان تر، اور ان سب سے زیادہ دشوار بعض صحابہ کا مخالفت حدیث وسوادِ اعظم قدیم وحدیث کی طرف نسبت کرنا۔ اللہ توفیق ادب واستقامت بخشے، آمین۔

شاہد خامس: واہ عجب لطف ہے:

ما بایران می رویم ویار توران می رود (۱)

جن چھ صحابہ سے ابوعمر نے تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نقل کی ان میں سے دو سیدنا ابوسعید خدری وجابر بن عبداللہ انصاری ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حالانکہ خود یہ حضرات حضور سرورِ عالم ﷺ سے تفضیلِ صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں، آیا معقول کہ یہ سرورانِ امت خود زبان حق ترجمان حضور سید الانس والجان علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام الأتمان الأکملان سے تفضیل صدیق وفاروق سنیں، اور نشر علم کے لئے ان احادیث کو تابعین کے سامنے روایت کریں، اور آپ اس کے خلاف تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قائل ہوں۔

....

۱۔ یعنی ہم ایران جا رہے ہیں جبکہ یار توران کی طرف جا رہا ہے۔

جابر وخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں صاحبوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث: ”أبوبكر وعمر سيدا كهول أهل الجنة من الأولين والآخرين إلا النبيين والمرسلين“ روایت کی، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر وعمر سردار ہیں تمام مشائخ اہل بہشت کے اگلوں پچھلوں سے سوا انبیاء ومرسلین کے۔ (۱)

اور تنہا جابر نے حدیث:

۔طب۔ ”ماطلعت الشمس على أحد منكم أفضل من أبي بكر“ نقل فرمائی کہ حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آفتاب نہ چمکا تم میں سے کسی پر جو ابوبکر سے افضل ہو۔ (۲)

....

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ مندرجہ ذیل کتب میں مروی ہے۔

مسند البزار، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، صفحه ۱۰٤، رقم ٤٩٠

الاحكام الشرعية الكبرى، باب فضل أبی بكر، جلد ٤، صفحه ٣٦٠

مجمع الزوائد، باب فيما ورد من الفضل لابی بكر و عمر، جلد ۹، صفحه ٤١، رقم ١٤٣٦٠

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل کتب میں یہ حدیث مبارکہ مروی ہے۔

المعجم الاوسط، من اسمه عبدالله، جلد ٤، صفحه ٣٥٩، رقم ٤٤٣١

مشكل الآثار للطحاوی، باب بيان مشكل ماروی عن رسول الله فيما يدل على ان الكهول من هم، جلد ٣، صفحه ٤٩٧، رقم ١٦٨٠

علل الحديث لابن حاتم، جلد ٢، صفحه ٣٨٩، رقم ٢٦٧٧

مجمع الزوائد، باب فيما ورد من الفضل لابی بكر و عمر، جلد ٩، صفحه ٤١، رقم ١٤٣٦٠

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل کتب میں مروی ہے۔

حلية الاولياء من اسمه رويم بن احمد، جلد ١٠، صفحه ٣٠٢

العلل للدار قطنی، جلد ٢، صفحه ٥٧٠، رقم ٣٢٧٠

اور نیز جابر نے روایت کیا:

۔ خط ۔ حضور نے فرمایا: اس وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میرے اس سے بہتر کوئی نہ پیدا کیا، اور اس کی شفاعت روزِ قیامت مثل میری شفاعت کے ہوگی۔ جابر فرماتے ہیں: کچھ دیر گزری تھی کہ صدیق حاضر ہوئے، حضور نے قیام فرمایا اور انہیں گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور دیر تک انس حاصل کیا۔ (۱)

اسی طرح ان کے سوا اور روایات ان حضرات سے ان شاء اللہ تعالیٰ فصول آتیہ میں آئیں گی۔ اب تو بالیقین واضح ہوگیا کہ اگر ان صحابہ نے حضرت مولا کو تفضیل دی تو لاجرم فضائل جزئیہ پر نظر کی، ورنہ صریح منکر و باطل اور حلیہ صحت سے عاطل، اور جب ان دو کے بارے میں یہ گل کھلا، تو باقی چار سے حکایت پر کیا اطمینان رہا۔

ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست (۲)

....

کنز العمال، جلد ۱۰، صفحه ۴۹۸، رقم ۳۵۶۳۱

یہی حدیث مبارکہ حضرت ابو درداؐ رضی اللہ عنہ سے بھی مندرجہ ذیل کتب احادیث میں موجود ہے۔

فضائل الخلفاء الراشدين لابی نعيم، جلد ۱، صفحه ۱۵، رقم ۹

مسند عبد بن حميد، جلد ۱، صفحه ۱۰۱، رقم الحديث ۲۱۲

امام ابن بشران، جلد ۲، صفحه ۱۲۵، رقم الحديث ۵۸۹

۱۔ تاريخ بغداد للخطيب، من اسمه محمد بن العباس بن الحسين، جلد ۳، ص ۱۲۳، رقم ۱۱۴۱

تاريخ دمشق، من اسمه عبدالله و يقال عتيق، جلد ۳۰، صفحه ۱۵۵

الرياض النفره، ذكر اختصاصه بمواساة النبی، صفحه ۶۰

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی سند میں حضرت سفیان بن عینیہ، حضرت سفیان ثوری اور حضرت وکیع بن الجراح جیسی شخصیات بھی شامل ہیں تو لامحالہ ماننا پڑے گا یہ حضرات حضرت ابوبکر صدیق کو سب سے افضل (صحابہ میں) سمجھتے تھے۔

۲۔ وہ برس جس میں کوئی رنج نہ ہو تو اُس میں بہار آجاتی ہے۔

بالجملہ ابوعمر کی یہ حکایت غریبہ روایۃً معلول اور درایۃً غیر مقبول، اور اس کی تسلیم میں حفظ حرمت صحابہ سے عدول۔ اور برتقدیر ثبوت ظن غالب ملتحق بسرحد یقین کہ ان صحابہ کا کلام فضل جزئی پر محمول۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جیسے معنی غیر ثابت کا ثبوت یمکن ویحتمل کی توسیعوں سے غیر متصور، یوں ہی امر متحقق وثابت کا رفع بھی کأنّ ولعلّ کی طول امل پر تجویز عقل سے باہر، جب کہ جماہیر ائمہ سلف تفضیل شیخین پر تصریح اجماع کرتے آئے، تو ایسی روایت سے نقض اجماع (جس میں صدہا احتمال پیدا، اور افادہ مقصود میں تعین وکفایت سے محض جدا، بلکہ اطراف وجوانب کا ملاحظہ خلاف مراد کو صریح ترجیح دے رہا ہے) کیوں کر معقول ہوسکتا ہے۔

ہاں اگر ہمت کر کے ہمارے تمام اعتراضات مذکورہ اٹھا دیجیے، اور روایت کی صحت، اور شذوذ ونکارت وقدح علت سے سلامت، اور ان حضرات کا مولی علی کو بمعنی فضل کلی تفضیل دینا، اور انعقاد اجماع سے پیش تر اس خلاف کا ظاہر ہونا، اور اخیر تک مستمر ومستقر رہنا، بدلائل ساطعہ ثابت کردو، تو البتہ اس ساری عرق ریزیوں کا اس قدر پھل تمہیں ملے گا کہ یہ اجماع درجہ اول کا نہ ٹھہرے گا، مگر ہیہات ہیہات کہاں تم اور کہاں یہ اثبات۔ پھر ایسے خیالی شعبدوں پر ناز کرنا عاقل کا کام نہیں، سوار پکڑے ڈوبنے سے بچنا معلوم، اللہ اتصافِ انصاف عطا فرمائے آمین، هكذا ينبغي تحقيق المقام بتوفيق الملك العزيز العلام۔

فائدہ جلیلہ: بحمد اللہ تعالی ہم نے ان مباحث مہمہ کو ایسی روش بدیع پر تقریر کیا جس سے نگاہِ حق بیں میں اس روایت کی مطلق وقعت نہ رہی، اور دامن اجماع غبارِ نزاع سے یک سر پاک وصاف ہوگیا، اور قطعیت اجماع میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ ایسے احتمالات واوہام کی بنا پر اجماع کو درجہ ظنیت میں اتار لانا جیسا کہ بعض علماء سے واقع ہوا ہرگز ٹھیک نہیں، اور جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیلِ شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا۔ ہمارا اور ہمارے مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب۔ (۱) اگرچہ برخلاف امام اہل سنت سیدنا ابوالحسن اشعری رحمۃ

۱۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ تفضیل الشیخین کی قطعیت کے دعوی میں متفرد نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ذیل میں چند علماء کے حوالہ سے اس مسئلہ کی قطعیت پر کچھ حوالہ جات پیش کیے جارہے ہیں اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو قطعی ثابت کرنے

اللہ علیہ وغیرہ متاخرین کو اس میں شکوک ہوں۔ اگر منظور خدا ہوا اور زمانہ نے فرصت دی تو ہم خاتمہ کتاب میں اس مبحث کی تنقیح وتوضیح کریں گے۔ مگر تفضیل اگرچہ ظنی ہو تفضیلیہ یا سنفضیہ کی خوشی کا کوئی محل نہیں، ہم ان فرقوں کو کافر تو نہیں کہتے جو قطعیت مسئلہ کی حاجت ہو، بدعتی بتاتے ہیں۔ سواس کے لئے قطعی کا خلاف ضرور نہیں۔

....

کے لیے اپنے رسالہ "الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی" میں تفصیلاً گفتگو فرمائی ہے۔

اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل خود مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی ہیں جیسا کہ آپ علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"لاأجد احدا فضلنی علی اَبی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری"

یعنی میں جسے پاؤں گا مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اَسی (۸۰) کوڑے ماروں گا۔"

(الاعتقاد والهداية الی سبیل الرشاد للبیهقی، صفحه ۳۵۸)

(السنة لابن أبی عاصم رقم الحدیث ۱۰۱۸)

(المؤتلف والمختلف للدارقطنی، باب الحاء، جلد ۳، صفحه ۹۲)

اِسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ

"نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو اس کے خلاف کہے گا بس وہ جھوٹا ہے اور اُسے حد مفتری لگائی جائے گی۔"

(السنة لعبدالله بن احمد بن حنبل، رقم الحدیث، ۱۳٦٤)

اس مقام پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ حدود کے اثبات میں قیاس کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا اور حدود کا اثبات فقط کسی مسئلہ پر اتفاق امت یا پھر شریعت کی طرف سے اُس مسئلہ پر صریح و واضح رہنمائی کر دینے کے بعد قیام میں آتا ہے جسے توقیف کہا جاتا ہے یعنی کہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا حد لگانے کا حکم یقیناً اس بات کو مستلزم ہے کہ یا تو انھیں اس مسئلہ پر صحابہ کرام کا اتفاق معلوم تھا یا شریعت کی طرف سے کسی نص کا وارد ہونا اُن کے علم میں تھا اجماع صحابہ کو ہم اس سے قبل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ثابت کر چکے ہیں نیز امام یحیی بن سعید اور امام قرطبی کے حوالہ جات بھی اس

ضمن میں دیئے جا چکے ہیں۔

ثانیاً: اہلِ علم سے یہ مسئلہ بھی مخفی نہیں کہ حدود شبہات سے زائل ہو جاتی ہیں لہٰذا حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا حد لگانا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ دونوں حضرات کو اس مسئلہ میں کوئی شبہہ نہ تھا جو کہ مفید قطعیت ہے نیز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارکہ ہے:

"ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلو سبیله فان الامام اَن یخطی فی العفو خیرٌ من اَن یخطی فی العقوبة"

یعنی جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو اگر اس کے لی کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔

(معرفة السنن والاثار رقم الحدیث ۵۳۳۷)

(السنن الکبری، للبیهقی، رقم الحدیث ۱۶۸۳۴)

(السنن للترمذی، رقم الحدیث، ۱۳۴۴)

اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اس حدیث مبارکہ سے اس مسئلہ کی قطعیت پر استدلال فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ: "اجلہ صحابہ کرام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احباب سے اسّی (۸۰) حضرات نے تفضیل شیخین رضی اللہ عنہم کا مسئلہ روایت کیا ہے اور ان حضرات نے مختلف مواقع میں یہ مسئلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سُنا ہے اور دار قطنی اور دوسرے محدثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایات بیان کی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو شخص مجھ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم پر فضیلت دے گا اُس کو اَسّی درے ماروں گا۔"

ان الفاظ سے صراحۃً معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ قطعی ہے اس واسطے کہ اجماع سے ثابت ہے کہ امور ظنیہ میں (حدود) سزا نہیں ہے۔

(فتاوی عزیزیہ، مترجم صفحہ ۳۸۳)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسئلہ میں قطعیت کے قائل ہیں۔ "امام حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تفضیل شیخین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب دیا:

"لیس فی أبی بکر و عمر شك"
یعنی ان دونوں کی تفضیل میں کوئی شک نہیں۔
(شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، باب جماع، فضائل الصحابۃ، جلد۲، صفحہ۱۹۴، رقم ۲۱۴۱)
اسی طرح امام احمد بن سالم السفارینی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ
"ای الناس أفضل بعد نبیھم فقال ابوبکر ثم عمر ثم قال أوفی ذلك شك"
''نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل کون ہے آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر فرمایا کیا اس میں شک ہے۔''
(لوامع الانوار البھیة، جلد ۲، صفحه ۳٦٥)
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو امام زین الدین عراقی نے بھی نقل فرمایا۔ ملاحظہ ہو:
(شرح التبصره والتذکره، صفحه ۲۱۵)
اسی طرح اس قول کو امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:
(فتح المغیث، باب معرفة الصحابة، جلد ۳، صفحه ۱۲۷)
امام ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب (المتوفی: ۸۰۲ھ)
لکھتے ہیں کہ:
"فعند الاشعری و مالك قطعی"
یعنی مسئلہ تفضیل امام اشعری اور امام مالک کے ہاں قطعی ہے۔
(الشند الضیاح، النوع التاسع والثلاثون، جلد ۲، ص ۵۰۷)
امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل ہیں جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:
"وقال الاشعری قطعی"
(تدریب الراوی، باب معرفة الصحابه، صفحه ٤٨٩)
امام زین الدین عراقی امام ابوالحسن اشعری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"فالذی مال الیه الاشعری قطعی"

(شرح التبصرہ والتذکرہ، صفحہ ۲۱۵)

امام سخاوی نے بھی امام اشعری کے حوالہ سے اس مسئلہ کو قطعی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(فتح المغیث، باب معرفة الصحابة، جلد ۳، ص ۱۲۷)

نیز علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ:

"حق اشعری کے ساتھ ہے۔"

(مرام الکلام، صفحہ ۴۶)

یعنی امام عبدالعزیز پرہاروی بھی اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل ہیں مزید فرماتے ہیں کہ:

اِس اجماع کو ظنی کہنا اسلاف سے بدظنی ہے اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افضلیت شیخین پر متفق اس لیے ہوئے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس موضوع پر واضح احادیث سُن لی تھیں لہٰذا اب ظن کہاں رہا۔

(مرام الکلام، صفحہ ۴۷)

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت باقی اُمت پر قطعی ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ (مولا علی) سے بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنی خلافت اور مملکت کے زمانہ میں جم غفیر یعنی بڑی کثیر جماعت کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس اُمت میں سب سے بہتر ہیں۔

امام ربانی آگے چل کر اسی مکتوب میں مزید فرماتے ہیں کہ:

غرض شیخین کی فضیلت ثقہ اور معتبر راویوں کی کثرت کے باعث شہرت اور تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہے، اس کا انکار سراسر جہالت ہے یا تعصب۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۳۶، صفحہ ۹۳)

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

الغرض شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور حضرت عثمان کی افضلیت اس سے کم تر ہے لیکن احوط یہی ہے کہ

حضرت عثمان کی افضلیت کے منکر بلکہ شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ دیں اور مبتدع اور گمراہ جانیں کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۵۸۸)

امام شمس الدین ذھبی رحمۃ اللہ علیہ سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں کہ:

"والا فضل منهما بلاشك ابوبكر و عمر"

(سیرُ اعلام النبلا، ترجمه الدار قطنی، رقم ۳٦٧٩، جلد ۱۰، صفحه ٦١٢)

نیز امام ذھبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا کہ:

"هذا متواتر عن علی"

یعنی تفضیل شیخین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

(تاریخ الاسلام للذهبی، باب عهد الخلفاء، جلد ۳، صفحه ۱۱۵)

امام قسطلانی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ:

پس اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک قطعی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(المواهب اللدنيه، جلد ۲، صفحه ۷۵۲، مترجم)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں رقم طراز ہیں کہ:

حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت باقی تین خلفاء پر اور حضرت عمر کی فضیلت باقی دو خلفاء پر اجماع اہلِ سنت سے ثابت ہے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے اور اجماع مفید قطعیت ہے۔

(الفتاوی الحدیثیه، صفحه ۲۰۸، طبع کراچی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو قطعی لکھا ہے آپ لکھتے ہیں کہ:

''افضلیت شیخین در ملت اسلامیہ قطعی است''

ملت اسلامیہ میں افضلیت شیخین کا مسئلہ قطعی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ:

شیخ ابوالحسن اشعری نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوسری صحابہ پر فضیلت قطعی ہے۔ میں

کہتا ہوں اسی پر سلف الصالحین کا اجماع ہے۔

(تفسیر مظهری، تفسیر سوره حدید، آیت نمبر ۱۰، جلد ۱، صفحه ۲۷۳)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

''بعد انبیاء ابوبکر صدیق کا بڑا پرہیزگار ہونا بھی قرآن سے ثابت ہے اور بڑے پرہیزگار کا افضل ہونا بھی قرآن سے ثابت ہے، لہٰذا افضلیت صدیق قطعی ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، تفسیر سورۃ الیل، آیت نمبر ۱۵، صفحه ۹۸۳)

نیز اس مسئلہ کی قطعیت پر سیر حاصل بحث اعلیٰ حضرت نے اپنے رسالہ ''الزلال الانقی'' فتاوی رضویہ جلد ۲۸، صفحہ ۶۷۲ تا ۶۸۰ تک فرمائی ہے، اس کے علاوہ علامہ ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقۃ القطع بالافضلیۃ'' میں کئی جید علماء کے حوالہ سے اس مسئلہ کو قطعی ثابت فرمایا ہے یہ کتاب تا حال طبع نہیں ہوسکی ہے راقم کے پاس یہ کتاب ''قلمی مخطوطہ'' کی صورت میں موجود ہے۔

مولانا ہاشم رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں کہ :

"ان الحق ان مسئلة الافضلية قطعية ثابة بالتواتر والاجماع"

یعنی حق یہی ہے کہ مسئلہ تفضیل قطعی ہے جو کہ تواتر اور اجماع سے ثابت ہے۔

(الطريقة المحمدية فی حقيقة القطع بالافضلية، صفحه ۸، قلمی)

مذکورہ بالا کتاب میں علامہ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ تفضیل کو ظنی ماننے والوں کا تفصیلی رد فرمایا ہے اور ایک جگہ علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ فی الکبائر والصغائر میں فرماتے ہیں کہ :

اَن تفضيل علي على الشيخين من الذنوب الكبائر"

یعنی مولا علی کو شیخین کریمین پر تفضیل (افضلیت) دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

(الطريقة المحمديه فی حقيقة القطع بالافضلية، صفحه ۷، قلمی)

"الله و رسوله اعلم بالصواب"

اس مسئلہ کو ظنی ماننے والوں میں امام باقلانی علماء بھی شامل ہیں۔

علماء تصریح فرماتے ہیں: جو شخص شب اسرا حضور کا آسمانوں پر تشریف لے جانا نہ مانے بدعتی ہے، حالانکہ دلیل قطعی سے صرف بیت المقدس تک جلوہ افروز ہونا ثابت۔

علامہ محمد طاہر کی عبارت اسی فصل میں گزر چکی کہ خبر واحد پر عمل میں خلاف کرنے والا بدعتی کہا جاتا ہے، حالانکہ احاد کو قطعیت سے کیا علاقہ، اور ہمارا دعویٰ کہ اس فرقہ کا بدعتی ہونا ہی خود اکابر علماء کی تصریحات سے ثابت، کما سبق۔ پھر قطعیت وظنیت کا خدشہ پیش کرنا محض بے سود ونا محمود۔

سیدی ابوالحسین احمد نوری مدظلہ العالی نے کیا خوب ارشاد فرمایا: کہ تفضیل قطعی ہوتی تو مرتبہ فرض میں رہتی (۱)

....

(تدریب الراوی، باب معرفة الصحابة، صفحه ۴۹۸)

(فتح المغیث للسخاوی، باب معرفة الصحابة، جلد ۳، ص ۱۲۷)

بعض علماء کرام اس مسئلہ میں توقف کے قائل ہیں لیکن یہ دعوی سراسر غیر مسموع ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے تمام دلائل کو اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے۔

''غیر مرضی ولا مقبول'' فرمایا ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تدریب الراوی میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں امام زین الدین عراقی نے شرح البقرہ والتذکرہ میں اور امام ابراہیم بن موسی بن ایوب نے الشذا الضیاح من علوم ابن الصلاح میں اس موقف کو بلا نکیر نقل فرمایا ہے۔

ثانیاً: کسی کا توقف افضلیت شیخین کی نفی کو مستلزم نہیں ہے ایسے بے شمار مسائل ہیں کہ جن میں بعض صحابہ اور آئمہ نے کلام فرمایا اور بعض نے توقف فرمایا ہے لیکن اہل سنت والجماعت نے ہمیشہ جمہور کے موقف کو اپنایا ہے جیسا کہ متعہ اور معراج جسمانی کے مسائل کی نظائر اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

۱۔ جیسا کہ فرض کی تعریف سے ظاہر ہے کہ

"هو ما طلب الشرع فعله طلبًا جازمًا بدليل قطعي لا شبهة فيه"

شریعت میں جس فعل کے کرنے کا لازمی مطالبہ کیا جائے اور وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو اسی طرح کہ اس میں کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ (الفقة الاسلامی وادلته، جلد ۱، صفحه ۵۱)

اب ظنی مانو تو درجہ وجوب میں ہے، (۱) دونوں کا خلاف نفس لحوق اثم میں یکساں (۲) پھر ظنی ٹھہرا کر کام کیا نکلا، کیا بر بنائے ظنیت ترکِ واجبات جائز ہے۔

اسی طرح یہ مغالطہ کہ مسئلہ تفضیل ضروریات دین سے نہیں، محض جہالت۔ اہل تحقیق کے نزدیک تو حقیتِ خلافت خلفائے اربعہ بھی ضروریاتِ دین سے نہیں، پھر کیا اس سے انکار کرنے والا آفت گمراہی سے اپنے کو بچا کر کہیں لے جائے گا۔ اس کے جواب میں بھی وہی دونوں باتیں کافی کہ ہم تفضیلیہ کو کافر نہیں کہتے جو مسئلہ کا ضروریاتِ دین سے ہونا ضرور ہو، بدعتی کہتے ہیں سو تصریحاتِ ائمہ سے ثابت۔ دوسرا جواب حضرت سید الواصلین مدظلہ کا کہ واجبات بھی تو ضروریاتِ دین سے نہیں، پھر کیا ان کا ترک شیر مادر ٹھہرے گا۔ ان خرافات بازیوں پر اہل علم سے مناظرہ، لاحول ولاقوۃ إلا باللہ۔

تنبیہ الختام، مذمتِ مخالفتِ جماعت: اے عزیز خدا اور رسول سے ڈر اور اپنے ایمان پر رحم کر، مسلمانوں کے خلاف راہ نہ چل، اور زمرۂ خارقان اجماع سے نکل، شاید جو سخت وعیدیں اور دردناک تہدیدیں مخالفتِ اجماع و مفارقتِ سوادِ اعظم پر وارد ہوئیں ابھی

۱۔ اور واجب کی تعریف امام زحیلی یوں فرماتے ہیں کہ:

"ماطلب الشرع فعله طلبًا جازماً بدليل ظنی فيه شبهة"

ایسا حکم جس کے کرنے کا شرع نے لازمی مطالبہ کیا ہو اور وہ دلیل ظنی سے ثابت ہو اس طرح کہ اس میں کوئی شبہ رہ جائے۔

(الفقه الاسلامی وادلته، جلد ۱، صفحه ۵۲)

۲۔ فرض اور واجب دونوں کا خلاف گناہ و معاصی میں یکساں ہے جیسا کہ اصول کی کتب میں تصریح موجود ہے کہ:

"حكمه كالفرض الا انه لا يكفره منكره"

واجب کا حکم فرض کی طرح ہے مگر واجب کا منکر کافر نہیں۔

(الفقه الاسلامی وادلته، جلد ۱، ص ۵۲)

تیرے گوش ہوش تک نہ پہنچیں، ورنہ مبتدعوں کا ساتھ نہ دیتا، اور ایسی بلائے عظیم اپنے سر نہ لیتا، اب سن لے۔

حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولى ونصله جهنم وسآء ت مصيرا﴾(۱)

جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ راہِ ہدایت اس کے لئے ظاہر ہوگئی اور مسلمانوں سے الگ راہ چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور جہنم میں بٹھادیں اور کیا بری جائے بازگشت ہے۔

وأخرج الحاكم عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمرو عن عبدالله بن طاؤس عن أبيه عن عبدالله بن عباس رضى الله تعالى عنهم، وهذا حديث ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: لايجمع الله هذه الأمة على الضلالة أبدًا وقال: يدالله على الجماعة، فاتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذ شذ في النار(۲)

وقد أخرجه بنحوه الترمذى من حديث ابن عباس مرفوعا، وأخرجه ابن ماجة من حديث أنس يرفعه فاقتصر على قوله اتبعوا إلى آخره(۳)

....

۱۔ سورة النساء، رقم الآية ۱۱۵

۲۔ المستدرك للحاكم، كتاب العلم، جلد ۱، صفحه ۱۹۹، رقم ۳۹۱

۳۔ اسی طرح امام ترمذی نے حضرت ابن عباس اور امام ابن ماجہ نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان فرمایا ہے ابن ماجہ نے "اتبعو......الخ" تک اختصار فرمایا ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

"يدالله مع الجماعة"

(السنن للترمذى، باب ماجاء فى لزوم الجماعة، رقم ۲۳۹۱)

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث مبارکہ کو مندرجہ ذیل متن کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: خدا اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔

اور فرمایا: خدا کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ پس بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ جو الگ ہو گیا تنہا دوزخ بھیجا گیا۔

وأخرج أيضاً أعني الحاكم في مستدركه عن ابي ذر، وعن الحارث الأشعرى في حديث طويل وعن نافع عن ابن عمر عن النبي ﷺ وهذى رواية أبى ذر قال: قال ﷺ: من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلق ربقة الإسلام من عنقه، وبمثله أخرجه عنه أحمد و أبوداؤد (١)

یعنی فرماتے ہیں: جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہو جائے پس بہ تحقیق اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال ڈالی۔

وايضاً الحاكم في مستدركه عن معاوية عن النبي ﷺ قال: من فارق الجماعة شبرًا دخل النار (٢)

یعنی فرماتے ہیں: جو جماعت سے بالشت بھر الگ ہو دوزخ میں جائے۔

....

"وان امتى ستفترق على ثنيتس و سبعين فرقة كلها فى النار الاواحدة وهى الجماعة"

(السنن لابن ماجه، باب افتراق الامم، رقم ٣٩٨٣)

(المعجم الاوسط، باب من اسمه محمود، جلد ٨، صفحه ٢٢، رقم ٧٨٤٠)

(السنة لابن أبى عاصم، جلد ١، صفحه ٧٥، رقم ٥٤)

١۔ (السنن لابى داؤد، باب فى قتل الخوارج، جلد ٣، ص ٣٧٤، رقم ٤١٣١)

(مسند احمد، حديث أبى ذر الغفارى، جلد ١١، صفحه ٤٤٥، رقم ٢١٥٦١)

(مسند الشهاب، باب من فارق الجماعة، جلد ١، صفحه ٢٧٦، رقم ٤٤٨)

٢۔ المستدرك للحاكم، كتاب العلم، جلد ١، صفحه ٢٠٥، رقم ٢٠٧

جامع الاحاديث، حرف الميم، رقم الحديث ٢٣٠٤٦

وایضاً عن حذیفة سمعت رسول الله ﷺ یقول: من فارق الجماعة واستذل الأمارة لقي الله ولا حجة له(۱)

یعنی فرماتے ہیں: جو جماعت سے جدا ہو اور بادشاہتِ اسلام کو ذلیل جانے خدا سے اس حال پر ملے کہ اس کے لئے کوئی حجت اور اپنی برأت کی دلیل نہ ہو۔

وأیضاً فضالة بن عبید عن رسول الله ﷺ أنه قال: ثلثة لا یسأل عنهم رجل فارق الجماعة وعصی إمامه فمات عاصیا إمامه الحدیث(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کی روزِ قیامت بات نہ پوچھی جائے گی: ایک وہ کہ جماعت سے مفارقت اور اپنے امام کی نافرمانی کرے اور اسی حال پر مر جائے۔

وأیضاً عن ابی ھریرة عن النبي ﷺ قال: الصلوة المکتوبة إلی الصلوة المکتوبة التی بعدھا کفارة لما بینھا، والجمعة إلی الجمعة، وشھر رمضان إلی شھر رمضان کفارة لما بینھا، ثم قال: إلا من ثلث: إلا من الإشراك بالله، ونکث الصفقة، وترك السنة. وقال: أما ترك السنة فالخروج من الجماعة ملخصا(۳)

خلاصہ یہ کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک نماز فرض دوسری نماز فرض تک کفارہ ہوتی ہے ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں واقع ہوں، اور جمعہ جمعہ تک، اور رمضان رمضان تک۔ مگر تین گناہ ان سے نہیں مٹتے، شرک، اور امام برحق کی بیعت توڑنا، اور ترک سنت۔ پھر فرمایا: ترک سنت کے معنی ہیں جماعت سے نکل جانا۔

....

۱۔ المستدرك للحاکم، کتاب العلم، جلد ۱، صفحه ۲۰۶، رقم ٤۱۱

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو تلخیص میں صحیح کہا ہے راقم کو مستدرک کے علاوہ یہ حدیث کسی اور کتاب میں نہیں مل سکی۔

۲۔ المستدرك للحاکم، کتاب العلم، جلد ۱، صفحه ۲۰٦، رقم ٤۱۱

شعب الایمان للبیھقی، فصل فی حجاب النساء، جلد ۳، صفحه ۱٦٥، رقم ۷۷۹۷

۳۔ المستدرك للحاکم، کتاب العلم، جلد ۱، ص ۲۰۷، رقم ٤۱۲

شعب الایمان، باب فضائل شھر رمضان، جلد ۳، صفحه ۳۰۸، رقم ۳٦۲۰

وایضاً من طریق عبدالله بن دینار عن عبدالله بن عمر عن عمر، والبیهقی بسنده عن الإمام الشافعي عن سفیٰن بن عینیة عن عبدالله بن أبی لبید عن ابن سلیمان بن یسار عن أبیه عن عمر عن النبی ﷺ قال :من أرادمنکم بنجیحة الجنة فلیلزم الجماعة، فان الشیطان مع الواحد وهومن الاثنین أبعد(۱)

یعنی نبی ﷺ نے فرمایا: جو وسطِ جنت چاہے جماعت کو لازم پکڑے کہ شیطان ایک کے ساتھ ہے، اور دو سے دور تر۔

وأخرج الإمام أحمد عن معاذبن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: إن الشیطان ذئب الإنسان کذئب الغنم یأخذ الشاذة والقاصیة والناحیة وإیا کم والشعاب، وعلیکم بالجماعة والعامة(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بے شک شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے یہ بھیڑیا بکریوں کا، کہ اسی بکری کو پکڑتا ہے جو گلے سے بھاگ جائے، یا گلے سے دور ہو جائے، یا ایک کنارے پر ہو۔ اور بچاؤ اپنے کو پہاڑ کی گھاٹیوں یعنی تنگ و تاریک راہوں سے جو طریقہ واضحہ سنت و جماعت سے جدا ہیں اور لازم پکڑو جماعت و جمہور کو۔

ولنعم ما قال العارف الرومي المولوي المعنوي قدس سره الزکي :

آں کہ سنت با جماعت ترک کرد　　در چنیں مسبع زخون خویش

ہست سنت رہ جماعت چوں رفیق　　بے راہ و بے یارافتی در مضیق

فائدہ: درراحت القلوب ملفوظات طیبات حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس

....

۱۔ المستدرك للحاکم، کتاب العلم، جلد ۱، صفحه ۱۹۷، رقم الحدیث ۳۸۷
مسند الشهاب، باب من سره أن لیسکن بحبوحة الجنة، ج ۱، ص ۲۷۷، رقم ۵٤۱
اتحاف الخیرة المهره للبوصیری، کتاب علامات النبوة، ج ۳، ص ۳۳۵، رقم ٦۹۹۰

۲۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ج ۷، ص ۱۳، رقم ۲۱۰۲۰
مسند الحارث، باب لزوم الطاعة، جلد ۱، صفحه ٤۹۹، رقم الحدیث ۵۹۷
المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاذ بن جبل، ج ۱۰، ص ۱٦٤، رقم ۱۷۱۰۱

سرہ الأطیب الأ طھر جمع فرمودۂ حضرت سیدنا سلطان الاولیا نظام الملۃ والدین محبوب الٰہی أفاض اللہ علینا من فیضہ اللا متناهي می فرماید مجلس نہم ماہ شعبان ۶۵۵ فرمود: ہر کہ از مرید وشیخ بر قانون مذہب اہل سنت و جماعت نباشد و حکایت او موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نباشد او در معنی یکے از راہ زنان ست۔ انتھی لفظہ الشریف

کیا ہی خوب فرمایا عارف رومی نے کہ جس نے سنت و جماعت کو چھوڑ دیا تو اس کا حال (اس کے) اپنے خون سے پیدا ہونے والے سات ماہ کے نامکمل بچے کی طرح (جس کا زندہ بچنا بہت مشکل ہوتا ہے) (اے طالب حق) سنت و جماعت کا راستہ ایک رفیق کی طرح ہے، جب کہ اچھے ساتھی اور درست راستے کے بغیر تو مصیبت اور تنگی میں مبتلا ہو جائے گا۔

(حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ الاطیب الاطہر کے ملفوظات طیبات جن کو حضرت سیدنا سلطان الاولیا نظام الملۃ والدین محبوب الٰہی افاض اللہ من فیضہ نے ''راحت القلوب'' میں جمع فرمایا، اس میں مجلس نہم ماہ شعبان ۶۵۵ میں فرماتے ہیں کہ شیخ نے فرمایا: جو کوئی مرید یا شیخ مذہب اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر نہ ہو اور اس کی گفتگو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لہو ولعب کے راستہ پر چل پڑا۔

احادیث اس بارے میں بکثرت ہیں۔ ولا مطمع في استقصائها (۱)

برادر تو نے سنا کہ علمائے دین وائمہ شرع متین تفضیلیہ کو بدعتی قرار دیتے ہیں: فإياك ثم إياك (۲) کہ تو ان کا ساتھ دے اور اس مصیبت ہائلہ کو اپنی جان پر گوارا کرے، بئس لاسم الفسوق بعد الإيمان (۳) مسلمان ہو کر بدعتی کہلانا کیا برا نام ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی کہ فرماتے ہیں:

....

۱۔ اس کی انتہا تک پہنچنے کی طمع نہیں۔

۲۔ پس تو ان سے بچ پھر بچ

۳۔ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۱

-ن- عن أنس أهل البدع شرّ الخلق والخليقة(١)

اہل بدعت تمام خلق وعالم سے بدتر ہیں۔

اورفرماتے ہیں:

-حم- عن أبي أمامة الباهلی أصحاب البدع كلاب أهل النار(٢)

بدعت والے دوزخیوں کے کتے ہیں۔

اورفرماتے ہیں:

-ا-د- عن الأمير معاوية -ت-عن عبدالله بن عمرو رضى الله تعالیٰ عنهم إن هذه الأمة ستفترق على ثلث وسبعين، اثنتان وسبعون في النار وواحدة في الجنة -ا-د-: وهي الجماعة: -ت- قالوا:من هي؟ يارسول الله! قال ماأنا عليه وأصحابي(٣)

بے شک عنقریب یہ امت تہتر فرقے ہو جائے گی، ان میں بہتر (۷۲) دوزخ میں ہیں اور ایک جنت میں، اور وہ فرقہ جماعت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ جنتی فرقہ کون ہے؟ فرمایا: وہ ملت جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔

....

١۔ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، جلد ٣، صفحه ١٩٦، رقم ٣٩٥٨
اخبار اصبهان، من اسمه علی، جلد ٦، صفحه ٣٧٠، رقم الحديث ٤٠٣٩٠
حلية الاولياء، من اسمه ابو مبسعود الموصلی، جلد ٨، صفحه ٢٩١

٢۔ العلل الواردة فی الاحاديث النبوية للدارقطنی، جلد ١، صفحه ٤٧٠، رقم ٢٧٠١
اطراف الغرائب والافراد للمقدسی، جلد ٢، صفحه ٣٤١، رقم الحديث ٣٩٩٩
العلل المتناهية لابن جوزی، جلد ١، صفحه ١٦٩، رقم الحديث ٢٦٢

٣۔ السنن لأبی داؤد، باب شرح السنة، جلد ٢، صفحه ١٩٦، رقم ٣٩٨١
السنن لابن ماجه، باب افتراق الامم، جلد ٢، صفحه ٤٩٤، رقم ٣٩٨٣
مسند أبی يعلی، مسند انس بن مالك، جلد ٢، صفحه ١٥٤، رقم ٤١٢٧

اورفرماتے ہیں:

-ت-طب-حب-كلهم عن أم المومنين الصديقة -مس-عن سيدنا علي أيضاً رضى الله تعالىٰ عنهما، ستة لعنتهم ولعنهم الله، وكل نبي مجاب فذكر منهم التارك السنة(۱)

چھ ہیں جنہیں میں نے لعنت کی، اور اللہ ان پر لعنت کرے، اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے، ایک وہ جوراہِ سنت چھوڑ دے۔

(لايصح ههنا عطف "كل" على فاعل "لعنتهم" و"مجاب" صفة لئلا يلزم كون بعض الانبياء غير مجاب)

اورفرماتے ہیں:

-طس-قی-ضم-کلهم عن أنس إن الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة حتى يدع بدعته(۲)

بے شک اللہ نے روک رکھی ہے توبہ ہر بدعتی سے یہاں تک کہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے، یعنی اگر نہ چھوڑی اور اسی حال میں موت آ گئی تو دنیا سے بے توبہ جائے گا۔

اورفرماتے ہیں:

-ق-قی-عا-فر-الاربعة عن ابن عباس: أبى الله أن يقبل عمل صاحب

....

۱۔ السنن للترمذی، باب ماجاء فی افتراق هذه الامة، جلد ۲، صفحه ۲۳٦، رقم ۲٥٦٥
المعجم الكبير، من اسمه عبدالله بن يزيد عن أبی امامة، جلد ٥، صفحه ۱٥۲، رقم ۷٦۷٥
الاربعون حديثا للاجری، صفحه ۱٤، رقم الحديث ۱۳

۲۔ صحيح ابن حبان، باب العن، جلد ۳، صفحه ٦۰، رقم ٥۷٤۹
أمالی ابن البشران، جلد ۱، صفحه ۲٤٦، رقم الحديث ۲۳۳
القضا والقدر للبيهقی، صفحه ۳۸٤، رقم الحديث ۳٦۲
المعجم الاوسط، من اسمه علی، جلد ۲، صفحه ٤۸۱، رقم الحديث ٤۲۰۲

بدعۃ حتی یدع بدعتہ (۱)

اللہ نہیں مانتا کسی بدعتی کا عمل قبول کرنا جب تک اپنی بدعت نہ ترک کرے۔

اور فرماتے ہیں:

-قی -ق -أشار ھھنا بتقدیم -قی -إلی أن اللفظ لہ عن حذیفۃ لایقبل اللہ لصاحب بدعۃ صلوۃً ولا صومًا ولا صدقۃً ولا حجًا ولا عمرۃً ولا جھادًا ولا صرفًا ولا عدلًا یخرج من الإسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین (۲)

خدائے تعالیٰ بدعتی کی نماز قبول کرے نہ روزہ، نہ زکوۃ نہ حج، نہ عمرہ نہ جہاد، نہ کوئی فرض نہ نفل۔ بدعتی اسلام سے نکل جاتا ہے جیسے خمیر سے بال۔

۱۔ السنۃ لابن أبی عاصم، باب ذکر البدع واظھارھا، جلد ۱، ص ۴۵، رقم ۳۲

السنن لابن ماجہ، باب اجتناب البدع، جلد ۱، صفحہ ۶۰، رقم ۵۲

تحفۃ الاشراف للمزی، جلد ۲، صفحہ ۲۷۸، رقم الحدیث ۶۵۶۹

۲۔ السنن لابن ماجہ، باب اجتناب البدع، جلد ۱، صفحہ ۲۱، رقم ۴۹

تحفۃ الاشراف للمزی، جلد ۲، صفحہ ۲۴۱، رقم ۳۳۶۹

تھذیب الکمال، من اسمہ محمد بن محصن العکاشی، رقم ۵۵۸۳، جلد ۲۶، صفحہ ۳۷۲

اقول: یہ حدیث محمد بن محصن العکاشی کے کذاب ہونے کی وجہ سے موضوع ہے۔

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں ''کذاب''

امام ابوحاتم فرماتے ہیں ''کذاب''

امام بخاری فرماتے ہیں ''منکر الحدیث''

امام ابن حبان فرماتے ہیں ''یضع الحدیث''

امام دارقطنی فرماتے ہیں ''متروک''

(تھذیب الکمال للمزی، ترجمہ محمد بن محصن العکاشی، جلد ۲۶، ص ۳۷۳، ص ۳۷۴

اور فرماتے ہیں:

خر۔خط۔عن أنس إذامات صاحب بدعة فقد فتح في الإسلام فتح (۱)

جب بدعتی مرتا ہے تو اسلام کو ایک فتح وکشائش حاصل ہوتی ہے۔

اور فرماتے ہیں:

۔طب۔عا۔حب۔الأخیران عن عبد الله بن عمر و، واماطب، واللفظ له فلم أقف علیه، والله اعلم، إن الإسلام لیشبع ثم تکون له فترة، فمن كانت فترته إلى غلو وبدعة فاولئك أهل النار (۲)

حاصل یہ کہ اسلام سیر ہوگا اور اپنے درجہ کمال کو پہنچے گا، پھر اسے ایک ضعف وسستی لاحق ہوگی۔ پس جس کی سستی طغیان وبدعت کی طرف ہو وہ دوزخی ہے۔

یہ سب احادیث ان شاء اللہ تعالیٰ صحاح وحسان ہیں۔أي ولو لغير هافي بعض

....

۱۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، جلد ۱، صفحه ۵٤۱، رقم ۱۸۳۱

العلل المتناهیه لابن جوزی، باب موت اهل البدع، جلد ۱، ص ۱٤٦، رقم ۲۱٤

الفتح الکبیر للسیوطی، حرف الهمزه، جلد ۱، صفحه ۱٤٤، رقم ۱٤۸۱

اقول: خطیب بغدادی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن متن منکر ہے۔

۲۔ المعجم الکبیر، من اسمه محمد بن کعب عن ابن عباس، جلد ۵، صفحه ۳۱۸، رقم ۱۰۷۹۸

کنز العمال، جلد ۱، صفحه ۲۲۰، رقم الحدیث ۱۱۰۵

مجمع الزوائد، باب الاقتصار فی العمل والدوام علیه، جلد ۲، صفحه ۵۳۲، رقم ۳۵٦۲

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"فیه المسیب بن شریك وهو فعیف"

منها إلا الأول فإسناده ضعيف(۱)
وقد أشرت إلى ذلك بصيغة التمريض

اورمروی ہوافرماتے ہیں:

-طب-قی- من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام(۲)
جوکسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔
الحذر الحذر، کہ ان مصائب کا تحمل محال ہے اور ان بلاؤں کے اٹھانے کی کسے مجال۔
عزیز اللہ اپنے نفس کو دوزخ وغضبِ الٰہی سے خرید لو اور شرار الخلق واعداء الخالق کا ساتھ نہ دو(۳)
خدا جانے تمہیں ان ہولناک آفتوں میں کیا میٹھا معلوم ہوتا ہے کہ جب ان سے ڈرائے جاتے ہو ترش رو ہوتے اور تلخی کے ساتھ بدمزگی ظاہر کرتے ہو۔

۱۔ یعنی اگر ان میں بعض مذکورہ بالا اسناد کے علاوہ احادیث صحیح اور حسن ہیں سوائے پہلی حدیث کے اس کی سند ضعیف ہے۔
اقول: ممکن ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے پیش نظر مذکورہ بالا احادیث کے کئی اور طرق بھی موجود ہوں۔ (الله و رسوله اعلم بالصواب)

۲۔ المعجم الاوسط، جلد ۳، صفحه ۲۸۵، رقم الحديث ۶۷۷۲
معجم ابن الاعرابی، جلد ۲، صفحه ۴۱۷، رقم الحديث ۱۹۰۹
الموتلف والمختلف للداقطنی، باب الخوزی والجوزی، صفحه ۱۴۷
شعب الايمان، جلد ۳، صفحه ۶۱، رقم الحديث ۹۴۶۴

۳۔ اسی لیے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
"لاتجالس صاحب بدعة فانه يمرض قلبك"
ترجمہ: کسی بدعتی کے پاس مت بیٹھو کیونکہ وہ تمہارے دل کو بیمار کردے گا۔
(الاعتصام للشاطبی، جلد ۱، صفحه ۸۳)
امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"واياك أن تجالس صاحب بدعة"

بدعتی کی مجالست (محبت) سے بچو

(اعتقاد اهل السنة والجماعة للالكائی، جلد ۱، ص ۷۹)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بدعتی کے پاس مت بیٹھو کیونکہ اللہ عزوجل اس کے اعمال کو رائیگاں فرمادیتا ہے اور اسلام کا نور اُس کے سینے سے خارج کردیتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بناتا ہے تو اُس کی خوراک پاک (حلال) کردیتا ہے اور فرمایا کسی بدعتی کو اپنے دین پر امین نہ بناؤ نہ اس سے مشاورت کرو نہ اُس کے پاس بیٹھو کیونکہ جو کسی بدعتی کے ساتھ بیٹھا تو اللہ تعالیٰ اُس کا حشر اندھوں (دل کے) کے ساتھ کرے گا دوسرے مقام پر آپ (فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ''اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو بروقت اہل ذکر کی مجالس ڈھونڈتے ہیں پس تو دیکھ کر تیرا ہمنشین کون ہے بدعتی کی محبت اختیار نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت نہیں کرتا نفاق کی علامت یہ ہے کہ کسی کی نشست و برخاست بدعتی کے ساتھ ہو اور فرمایا کہ میں نے تمام اخیار و صالحین اُمت کو اصحاب سنت پایا ہے جو کہ بدعتیوں سے اجتناب کرنے کی نصیحت فرماتے تھے فرمایا کہ بدعتی کا کوئی عمل قبولیت کے لیے اللہ عزوجل کی طرف نہیں اُٹھایا جاتا۔

(اعتقاد اهل السنة والجماعة، جلد ۱، صفحه ۱۳۷، رقم ۲۶۲)

(حلية الاولیا، جلد ۸، صفحه ۱۰۳)

(سیرُ اعلام النبلاء للذهبی، جلد ۸، صفحه ۴۳۵)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

''بدعتی کے ساتھ مت بیٹھو مجھے خوف ہے کہ اس پر اللہ عزوجل کی لعنت نازل ہوتی ہے۔''

(شعب الایمان، جلد ۳، صفحه ۲۶۳، رقم ۹۴۷۲)

(طبقات الحنابله، جلد ۲، صفحه ۴۱)

(مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، جلد ٦، صفحه ۲۸۴)

امام الوسی شافعی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں تفسیر سورۃ النساء آیت نمبر ۱۰۰ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

حکم تفضیلیہ وسنفضیہ

بالجملہ: بین و مبین ہوگیا کہ اہل بدعت کیسی افسوس ناک حالت میں ہیں اور تفضیلیہ وسنفضیہ ان کی شاخ۔ پس حکم نماز کا ان کے پیچھے وہی ہے جو مبتدعہ کے پیچھے، یعنی مکروہ بکراہت شدیدہ، جیسا کہ علامہ بحر العلوم قدس سرہ الشریف نے تصریح فرمائی کما مر (۱) اگرچہ ان کی بدمذہبی اور روافض کے فساد عقیدہ سے کم ہے۔ اب جو شخص ایسا اعتقاد رکھتا اور اپنے آپ کو سنی اور ان کی تصانیف کو مقبول کہتا ہے تو اس کے لئے اہل سنت و جماعت کا زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک اجماع دلیل کافی و برہان وافی (۲) سنیوں کی کتابیں بنظر تعمق و تحقیق دیکھے اور ان کے مطابق عقیدہ درست کرے، ورنہ دعویٰ تسنن سے دست برادر ہو، وبالله التوفيق وبيده أزمّة التحقيق (۳)۔

"بعض اہلِ علم نے اس آیت مبارکہ سے فساق اور بدعتیوں کے ساتھ بیٹھنے پر حرمت کی دلیل پکڑی ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود، ابراہیم نخعی، ابووائل اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

(تفسير روح المعانی، تفسير سورة النساء، آيت نمبر ۱۰۰، جلد ۱، صفحه ۵۱۷)

۱۔ ارکان اسلام، نماز با جماعت کا بیان، مترجم صفحہ ۲۸۵

۲۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "افضلهم على الاطلاق ابوبكر، ثم عمر، رضى الله عنهما باجماع اهل السنة" (تدريب الراوى، معرفة الصحابة، ص ۴۹۸)
یعنی صحابہ کرام میں علی الاطلاق سب سے افضل حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو کہ اجماع اہل سنت سے ثابت ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اجماع صحابہ اس باب میں گزشتہ اوراق میں نقل کیا جاچکا ہے۔

۳۔ اور اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور تحقیق کی لگامیں اُسی کے ہاتھ ہیں۔

الفصل الثانی فی الآیات القرانیۃ والنجوم الفرقانیۃ

آیت اولیٰ:

قال الله ربنا تبارك وتعالىٰ: ﴿إن أكرمكم عندالله أتقٰكم﴾(۱)

بے شک تم سب میں بزرگ تر اللہ کے نزدیک تمہارا اتقی ہے یعنی بڑا پرہیزگار۔

یہاں تو ''اتقی'' کو سب پر تفضیل اور زیادتِ کرامت عنداللہ میں ترجیح دیتے ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وسيجنبها الأتقى الذي يوتي ماله يتزكى، ومالأحد عنده من نعمة تجزى، إلاابتغآء وجه ربه الأعلى، ولسوف يرضى﴾(۲)

یعنی اور نزدیک ہے کہ جہنم سے بچایا جائے وہ بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو، اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، مگر تلاش اپنے برتر پروردگار کی رضامندی کی، اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

آیت کریمہ میں باجماع مفسرین ''اتقی'' سے جناب سیدنا امام المتقین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں (۳)

۱۔ سورة الحجرات، رقم الآية ۱۳

۲۔ سورة اليل، رقم الآية ۱۷ تا ۲۰

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی یہاں مقصود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنا ہے وہ انبیا کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی تمام لوگوں میں سے زیادہ متقی ہیں ہم نے انبیاء کے علاوہ لوگوں کو اس لیے خاص کیا ہے کیونکہ عقل، اجماع اور نصوص اس پر دلالت کرتے ہیں۔

(تفسیر مظھری، تفسیر سورۃ الیل، آیت نمبر ۱۷، جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۲)

اسی طرح امام ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی (المتوفی: ۸۷۵ھ) اپنی تفسیر الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن (تفسیر الثعالبی) میں لکھتے ہیں کہ:

"ولم یختلف اھل التاویل اَن المراد بالاتقی الی آخر السورۃ ابوبکر الصدیق"

یعنی اہلِ تاویل میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ سورۃ (لیل) کے آخر میں الاتقی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق کی ذات مبارکہ ہے۔

(تفسیر الثعالبی، تفسیر سورۃ لیل، آیت نمبر ۱۷، جلد ۵، صفحہ ۲۶۲)

امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسن التیمی الرازی الملقب فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) اپنی تفسیر مفاتیح الغیب المشتہر بالتفسیر الکبیر میں لکھتے ہیں کہ:

"اجمع المفسرون مناعلی آن المراد منہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ الاتقی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ مراد ہے۔

(تفسیر کبیر، تفسیر سورۃ لیل، آیت نمبر ۱۷، جلد ۱۷، صفحہ ٦٦)

امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر الشیحی، المعروف بالخازن (المتوفی ۷۴۱ھ) تفسیر خازن میں لکھتے ہیں کہ:

"وھو ابوبکر الصدیق فی قول جمیع المفسرین"

جمیع مفسرین کے قول کے مطابق (الاتقی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(لباب التأویل فی معانی التنزیل، تفسیر سورۃ الیل، آیت ۱۷، جلد ٦، صفحہ ۲۷٤)

امام نظام الدین الحسن بن محمد بن حسن القمی النیسابوری (المتوفی: ۸۵۰ھ) تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) میں لکھتے ہیں کہ:

"ھذہ السورۃ نزلتا باتفاق کثیر من المفسرین فی أبی بکر"

کثیر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ سور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

(تفسیر نیشاپوری، تفسیر سورۃ الیل، آیت ۱۷، جلد ۷، صفحہ ۳٤۸)

امام الاولیاء عمدۃ الاذکیا حضرت سھل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

امام محی السنہ بغوی فرماتے ہیں: يعني أبابكر في قول الجميع (۱)
اور امام علامہ شمس الدین ابن الجوزی نے بھی اس پر اجماع نقل کیا (۲)
اور یہ معنی ابوبکر بن ابی حاتم، وطبرانی، وابن زہیر، ومحمد بن اسحاق وغیرہم محدثین کی احادیث میں وارد (۳) حتیٰ کہ طبری نے باوجود رفض تفسیر مجمع البیان میں اسی کو مقبول رکھا، اور

....

"الاتقی هو الصدیق هو اتقی الناس"
الاتقی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی ہیں۔
(تفسیر التستری، تفسیر سورة الیل، آیت نمبر ۱۷، صفحه نمبر ۳۱۱)
اشکال: جن مفسرین نے "الاتقی" بمعنی "تقی" کیا ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کا رد بلیغ اپنے رسالہ "الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی" میں فرمادیا ہے اور اسے ابوعبیدہ (خارجی) کا مذہب ثابت کیا ہے۔ اہلِ علم حضرات فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۸، صفحہ ۴۹۱ پر اس مسئلہ کو دلائل و براہین کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ تفسیر معالم التنزیل، تفسیر سورۃ لیل، آیت نمبر ۱۸، جلد ۸، صفحہ ۴۴۸

۲۔ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ:
"الاتقی یعنی أبابكر الصدیق فی قول جمیع المفسرین"
(زاد المسیر فی علم التفسیر، تفسیر سورة الیل، آیت ۱۷، جلد ٦، صفحه ١٦٧)

۳۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر در منثور میں لکھتے ہیں کہ:
"امام بزار، ابن جریر، ابن منذر، طبرانی، ابن عدی، ابن مردویہ اور ابن عساکر ایک دوسری سند سے حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے اور انہوں نے اپنے والد سے یہ روایت کی ہے کہ یہ آیت مبارکہ کہ:
اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو بجز اس کے کہ وہ اپنے برتر پروردگار کی خوشنودی کا طلبگار ہے اور وہ ضرور اس سے خوش ہوگا۔"
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔
(تفسیر در منثور، تفسیر سورة لیل، آیت ۱۹، جلد ۱۰، صفحه ۲۸۲)

انکار کا یارا اور اقرار سے چارہ نہ پایا۔ (۱)

معہٰذا آیت کے لئے دوسرا محمل صحیح متصور ہی نہیں کہ بالضرور یہاں وہی مقصود جو افضل امتِ محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

تفسیر ابن ابی حاتم، جلد ۱۰، صفحه ٦١٣، رقم الحدیث ١٩٣٥٩

مسند البزار، جلد ١، صفحه ٣٤٧، رقم الحدیث ٢٢٠٩

تفسیر طبری، جلد ٢٤، صفحه ٤٧٩، تفسیر سورة لیل آیت ١٩

مستدرك للحاكم، جلد ٢، صفحه ٥٧٢، رقم الحدیث، ٣٨٤٢

شعب الایمان للبیهقی، جلد ٢، صفحه ١٣٤، رقم ٦٣٨٦

الروض الانف لابن اسحاق، جلد ٢، صفحه ٨٣

الكامل لابن عدی، ترجمه مصعب بن ثابت بن عبدالله، جلد ٦، ص ٣٦١

سیرة ابن هشام، جلد ١، صفحه ٣١٩

تاریخ دمشق لابن عساكر، جلد ٣٠، صفحه ٦٩

تاریخ الخلفاء للسیوطی، جلد ١، صفحه ٤٧

۱۔ مشہور شیعی مفسر علامہ ابن الحسن طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں اس آیت (سورہ لیل، آیت ۱۸) کا نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں تسلیم کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

''ابن زبیر سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی، آپ نے بہت سے غلام خریدے جو مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ بلال، عامر بن فہیرہ اور ابوبکر نے ان کو آزاد بھی کر دیا۔''

(تفسیر مجمع البیان، جلد۵، جز۱۰، صفحہ۵۰۱)

۲۔ مفسرین کی تصریحات سے اس دعوی کو گزشتہ اوراق میں مزین کر دیا گیا ہے کہ ''الاتقی'' سے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ مراد ہے۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول روایت کرنا حضرت ابوبکر صدیق کی شان میں ہمارے مذکورہ بالا دعوی کو تقویت پہنچانے کے لیے کافی وافی ہے جیسا کہ ارشاد مبارکہ ہے کہ:

"ماخلق الله مولودًا فی الاسلام أنقی ولا أتقی ولا أزکی ولا أعدل ولا افضل من أبی بکر الصدیق"

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں کوئی ایسا بچہ پیدا نہیں فرمایا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ نفیس، متقی، پاکباز، عادل اور افضل ہو۔

(جامع الاحادیث، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱۱، صفحہ ۲۶۰، رقم ۳٤۱۹۵)

(کنز العمال، جلد ۱۳، صفحہ ۲۳۳، رقم الحدیث ۳۶۷۰۱)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ہمارے دعویٰ کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"اذا تذکرت شجومن اخی ثقه

فاذکر اخاك ابابکر بما فعلا

خیر البریة اتقاها واعدلها

الا النبی واوفا ها بما حملا

والثانی التالی المحمود مشهده

واول الناس منهم صدق الرسلا"

یعنی: "جب تم اپنے کسی پرہیزگار بھائی کی مصیبت یاد کرو تو چاہیے کہ حضرت ابو بکر کے حالات پیش نظر رکھو وہ بعد نبی ﷺ کے تمام مخلوق سے بہتر اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور عادل تھے اور سب سے زیادہ اپنے فرائض کے پورا کرنے والے تھے انہی کے ہمراہ وہ دوسرے شخص تھے جن کا مشہد پسندیدہ تھا اور سب سے پہلے انہوں نے پیغمبر کی تصدیق کی (یعنی اسلام لائے تھے)

(مصنف أبن ابی ثیبة، باب اسلام ابی بکر، جلد ۱۱، صفحہ ۳۱۰، رقم ۳۷۷۳۸)

(معرفة الصحابة لابی نعیم، باب معرفة ان الصدیق کان اول الناس اسلاما و افضلهم ایمانا، جلد ۱، صفحہ ٤٦، رقم ٦٥)

(المجالسة و جواهر العلم للدینوری، جلد ۱، صفحہ ٥١٤، رقم ٦٢٥)

(تاریخ بغداد، ذکر من اسمه الهیثم، جلد ١٤، صفحہ ٥١)

ورنہ آیۃ اولیٰ سے مناقضت لازم آئے، اور ہم اور ہمارے مخالفین متفق کہ ماورائے صدیق ومرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما افضل امت نہیں، پس بالاتفاق تیسرا مراد نہیں ہوسکتا۔ مگر آیت اخیرہ کا سیاق شاہد کہ مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مراد نہیں کہ آگے ارشاد ہوتا ہے:

﴿وما لأحد عنده من نعمة تجزىٰ﴾ (۱)

اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا عوض دیا جائے۔

یہ صفت جناب مولی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر کب صادق کہ ان پر رسول اللہ ﷺ کے احسانات دنیویہ بھی جن میں معاوضہ ومکافات جاری بکثرت ہیں کہ انہوں نے اس پاک گود میں تربیت پائی، حضور والا نے اولاد کی طرح پالا، پرورش کیا، طعام وشراب سے خبر گیری فرمائی، اور انتہائے نعمتِ تزویج بتول زہرا پر ہوئی۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

....

(الزهد لاحمد بن حنبل، باب زهد ابی بكر الصديق، صفحه ۱۱۲)

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں اور تصریحات مفسرین نے واضح کر دیا کہ "الاتقی" سے مراد ذات حضرت ابوبکر صدیق ہے تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ آپ سب صحابہ میں سب سے زیادہ افضل بھی تھے کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"میری امت میں سب سے افضل میرے صحابہ ہیں اور اُن میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

(مسند الحارث، جلد ۱، صفحه ۶۱۱، رقم الحديث ۸۳۵)

(اتحاف الخيره المهرة للبوصيرى، جلد ۳، ص ۳۱۱، رقم ۵۲۴۴)

(بغية الباعث للهيثمى، جلد ۱، صفحه ۶۷۱، رقم ۸۴۶)

۱۔ سورہ الیل، آیت نمبر ۱۹

۲۔ یہ زبردست عقلی استدلال امام رازی نے تفسیر مفاتیح الغیب میں شیعہ حضرات کو رد کرنے کے لیے فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(تفسير كبير، تفسير سورة ليل، آيت ۱۷، جلد ۱۱، صفحه ۱۸۰)

بخلاف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ ہر چند جس قدر منتیں رسول اللہ ﷺ کی ان پر ہیں تمام امت میں کسی پر نہیں، مگر وہ نعمتیں ایسی نہیں جن کا عوض ہو سکے۔ (۱)

وہ انعام اس قسم کے ہیں جن کی نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وماأسألكم عليه من أجرإن أجرى إلا علىٰ رب العٰلمين ﴾(۲)

کہ میں نہیں مانگتا ہدایت پر تم سے کچھ نیگ، میرا نیگ تو اللہ ہی پر ہے جو پالنے والا سارے جہان کا۔

شاید اسی لحاظ سے قرآن عظیم میں قید "تجزیٰ" ذکر فرمائی گئی، پس بالیقین آیۃ کریمہ جناب صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل، اور شان نزول بھی کہ ولی اللہ صدیق وعدو اللہ امیہ بن خلف کا قصہ مشہور بھی اسی پر شاہد (۳)

اب اس آیت کو صغریٰ اور پہلی کو کبری کیجیے تو شکل اول بدیہی الانتاج سے یہ نتیجہ بشہادت قرآن عزیز نکلتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل امت ہیں (۴) وھو المقصود وکفیٰ بالله شهيدا۔ (۵)

....

"کسی کا بھی ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جس کا ہم نے بدلہ چکا نہ دیا ہو سوائے ابو بکر صدیق کے بے شک اُن کے ہمارے اوپر احسان ہیں جن کا بدلہ اللہ رب العزت قیامت کے دن چکائے گا۔"

۱۔ (سنن ترمذی، باب مناقب أبی بکر، جلد ۲، صفحه ۴۷۸، رقم ۳۵۹۴)

(علل الترمذی الکبیر، جلد ۱، صفحه ۴۱۴، رقم ۴۵۹)

(تحفة الاشراف للمزی، جلد ۱۰، صفحه ۴۲۴، رقم ۱۴۸۴۹)

۲۔ سورة الشعراء، آیت نمبر ۱۰۹

۳۔ تفسیر ابن ابی حاتم، جلد ۱۰، صفحه ۶۱۳، رقم ۱۹۳۵۹

۴۔ جیسا کہ خود مولا علی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔

(فضائل ابی بکر الصدیق للعشاری، صفحه ۶، رقم الحدیث ۲۳)

۵۔ اور یہی مقصود ہے اور اللہ گواہ کافی ہے۔

تنبیہ: جس طرح علما کے اس استدلال سے صدیق کی افضلیت ثابت ہوئی یوں ہی یہ معنی بھی خوب روشن ہو گئے کہ مناط افضلیت اکرمیت عنداللہ ہے، (۱) اور خدا کے نزدیک عزت ووجاہت وقدر ومنزلت کا زیادہ ہونا، نہ وہ جو حضرات سنفضیہ اپنی خیالی قینچیوں سے ہوائی پھول تراشتے ہیں کہ مناط کثرت لذائذ جنت، یا اولیت فی الخلافۃ وغیرہا امور کم وقعت ہیں۔

تنبیہ: آیۃ کریمہ جس طرح افضلیت صدیق پر دلیل ساطع، یوں ہی ان کے عرفان الٰہی وولایت ذاتی میں کافۂ امت سے زیادت پر برہان قاطع کہ بداہت ایمانی شاہد کہ کم رتبہ کا ولی ہرگز ہرگز اعلیٰ درجہ کے ولی سے اکرم عنداللہ وکثیر العز والجاہ نہیں ہوسکتا، اور اس کا انکار محض مکابرہ۔

اب نہیں معلوم جنہیں صدیق کے اعرف باللہ واعظم الاولیاء ہونے میں تردد ہے، آیۃ کریمہ سے انکار کر جائیں گے، یا ولی ادنی کا ولی اعلیٰ سے اکرم عنداللہ ہونا تسلیم فرمائیں گے۔ ہم انشاءاللہ اس مبحث کی غایت تنقیح فصل سابع میں برسر توضیح لائیں گے، فانتظروا إني معكم من المنتظرين۔ (۲)

اشتباہ: حضرات تفضیلیہ کو جب کہ آیت میں لفظ اتقیٰ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر محمول کرنے سے مفر نہ ملی، ناچار باعانت واہمہ یہ تقریر تراشی کہ یہاں اتقی سے مجرد تقی مراد ہے، یعنی پرہیزگار نہ وہ کہ اپنے سب ماسوا سے پرہیزگار ہو، کہ آخر تقوائے صدیق تقوائے حضرت سید المرسلین ﷺ سے بالیقین کم تھا، تو ان پر لفظ اتقی کا بمعنی متبادر اطلاق کیوں کر درست ہوتا، اور جب تقی مراد لے لیا تو اب کریمہ کو تفضیل سے کچھ علاقہ نہ رہا۔

۱۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ:
”کسی شخص کو کسی دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں مگر بسبب دین اور تقویٰ کے“
(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبة بن عامر، جلد ٤، صفحه ١٥٨، رقم الحديث ١٧٩٠٩)

۲۔ تو راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔
(سورة الاعراف، آیت نمبر ١١٧)

انتباہ: اس حرکت مذبوحی کی تسکین شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر فتح العزیز میں کی ہے۔☆

ہم اول ان کی عبارت التقاطاً نقل کر کے پھر اپنی رائے اظہار کریں گے۔ اعتراض تفضیلیہ ذکر کر کے فرماتے ہیں:

اہل سنت جواب میگویند کہ اتقی را بمعنی تقی گرفتن خلاف لغتِ عربیت ست پس حمل کلام الٰہی کہ قرآن عربی ست بران درست نباشد وضرورتے کہ دریں حمل بیان کردہ اند مندفع ست بآں کہ کلام در سائر ناس ست نہ در پیغمبران —علیہم الصلوٰۃ والسلام—؛ زیرا کہ از شریعت معلوم ست کہ پیغمبران در کرامت ومنزلت عنداللہ ممتاز ند، آنہا را بر سائر ناس وسائر ناس را بآنہا قیاس نتوان کرد، پس عرف شرع در مقام بیان تفاضل وافزونی مراتب ایں قسم الفاظ را مخصوص بہ امت می سازد، وتخصیص عرفی از تخصیص ذکری قوی ترست۔ واز بعضے بزرگانِ اہل سنت شنیدہ شد کہ می فرمودند: اتقی دریں جا بمعنی خودست یعنی کسے کہ افزون باشد در تقوی از کل ماعدائے خود، خواہ پیغمبر و خواہ امت لیکن مخصوص بکسانے ست کہ در قید حیات باشند، پس حضرت

....

☆سمعت حضرت شيخي رضى الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت حضرة شيخنا رضى الله تعالىٰ عنه يقول شاه عبد العزيز عما د الا سلام، وحدثنا المولىٰ ابو الحسين السيد أحمد النوري مد ظله العالي عمن حد ثه عن المولىٰ العظيم سيدنا الأحمد اچھے مياں المارهري رضى الله تعالىٰ عنه أنه قال ظاهر الشاه عبد العزيز يساوي باطني وباطنه يعدل بظاهري فناهيك به فضلاً وشرفًا والله أعلم۔

میں نے اپنے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا کہ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: شاہ عبدالعزیز اسلام کے ستون ہیں، اور ہم سے بیان کیا ہمارے سردار ابوالحسین سید احمد نوری مدظلہ العالی نے، انہوں نے روایت کیا اس شخص سے کہ جس نے سید اچھے میاں مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں: شاہ عبدالعزیز کا ظاہر میرے باطن کے مساوی ہے اور ان کا باطن میرے ظاہر کے مساوی، تمہارے لیے ان کو شرف وفضیلت کافی ہے۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصداق ایں کلمہ در آخر عمر خود کہ اوان خلافت ایشان بعد از رحلت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود می توانند شد، وحضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چوں مرفوع برآسمان اند حکم اموات دارند، واتقی را لازم نیست کہ در ہر وقت ونسبت بہر کس از احیاء واموات افزون تر در تقوی باشد، والا ہیچ کس را اتقے گفتن راست نیاید؛ چہ در زمان طفولیت تقوی متصور نیست، ودر ہر منصب محمود شرعی اعتبار بہ آخر عمر ست مثل صلاح وفسق وغوثیت وقطبیت وولایت ونبوت، ولہٰذا کسانے را کہ در آخر عمر بایں مراتب مشرف شدہ اند بالفاظ ایں مراتب یاد می کنند، اگر چہ در اول عمر ایں مراتب بآنہا حاصل نبود، پس اتقے کسے ست کہ در آخر عمر کہ وقت اعتبار اعمال ست از دیگر موجودین در تقویٰ افزوں باشد۔ وبہ یثبت المدعی بلا تکلف وبلا تاویل، انتھی کلامہ مع بعض اختصار۔(۱)

....

۱۔ ترجمہ: اہلِ سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اتقی کو تقی کے معنوں میں لینا لغت عربیہ کے خلاف ہے تو کلام الٰہی کو جو کہ قرآن عربی ہے اس پر محمول کرنا درست نہ ہوگا اور اس معنی پر محمول کرنے کی جو ضرورت بیان کی گئی ہے وہ یوں دور ہو جاتی ہے کہ کلام سارے لوگوں کے بارے میں ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اس لیے کہ شریعت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عزت اور مرتبے میں انبیاء علیہم السلام ممتاز ہیں انہیں سارے لوگوں پر اور سارے لوگوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ پس عرفِ شرع میں درجات کی فضیلت اور بڑائی کے سلسلے میں اس قسم کے الفاظ اُمت کے لیے مخصوص کیے جاتے ہیں اور عرف کی تخصیص ذکر کی تخصیص سے زیادہ قوی ہے اور اہل سنت کے بعض بزرگوں سے سُنا گیا ہے فرماتے تھے کہ یہاں اتقی اپنے معنوں میں ہے یعنی وہ جو اپنے ماسوا سے تقویٰ میں بڑا ہو خواہ پیغمبر ہو خواہ اُمت لیکن ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ حیات ظاہری میں جو کہ سید عالم ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کی خلافت کا زمانہ تھا اس کلمے کا مصداق ہو سکتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں اُٹھائے گئے ہیں اور وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اور اتقی کے لیے لازم نہیں ہے کہ ہر وقت زندوں اور فوت شدگان میں سے ہر شخص کی نسبت سے تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو ورنہ کسی کو اتقی کہنا درست نہ ہو کیونکہ طفلی (بچپن) کے زمانے میں تقویٰ کا تصور نہیں ہے اور شرعی طور پر قابلِ تعریف ہر منصب میں اعتبار آخری عمر کا ہے جیسے صلاحیت،

اقول: وربي يغفرلي، جملہ اخیرہ کہ از بعضے بزرگانِ اہل سنت نقل فرمودہ دروخدشہ ہائے چند بخاطر مستمند می رسد، واز آنہا انچہ تعلق بمقام دارداین ست کہ حدیث اعتبار بآخر اعمار نمودن ودرنعوت واوصاف ہم براں مدار کارداشتن یکسر مسلم، اما خرد گواہ کہ چوں کسے رااز احیائے موجودین بوصفے از اوصاف یادمی کنند اتصافش بدان وصف ہم در حال مفہوم می شود، نہ آں کہ درمآل ایں چنین خواہد گشت، وما دامیکہ قرینہ برقصد خلاف قیام نہ پذیرد ہمی معنے باذہان وخواطر جاے می گیرد، والتبادر دليل الحقيقة پس اتقی رابر کسے کہ درزمانہ آئندہ ایں چنین خواہد بود حمل نمودن از حقیقت گزشتن وراہ مجاز پیمودن، ومعلوم ست کہ تا حقیقت راست آید باب تجوز ہرگز نکشاید، وایں جا حقیقت بے تکلف ومشقت تخصیص کہ خوددراذہان متمکن ست ودرافادہ مقصود از ملفوظ بہ ہیچ وجہ کمتر نیست بلکہ اقوی بہ واسرع الی الافہام ست، ولہٰذا عام رااز درجہ قطعیت فرود نیارد خود راست (۱) برکرسی صحت می نشیند، پس حاجت مصیر بسوئے مجاز چیست وباعث بروکیست، وایں چنیں تخصیص راتکلف شمردن عجب تراز ہر عجب؛ چہ ایں گونہ تخصیصات درنصوص شرعیہ بیش از بیش شائع وذائع ست، اگرایں ہاہمہ تکلف باشد اے بسا کلامے کہ بے تکلف راست نیاید، واین نوع کلام ساقط از پایہ متانت بود، وحاشاہ عن ذلک، مع ہذا مجاز راقرینہ درکار وقرینہ خود جزین تخصیص چیست، پس بریں تخصیص اتکال نمودہ کلام رابر حقیقت وے داشتن اولی کہ بدلالت اودرزمین سخن تخم تجوز کاشتن علاوہ بریں ازیں تقریر بدیں تقدیر دلیل درافادہ مدعا قصورے کند کہ از وبذروۂ ثبوت نہ رسد مگر افضلیت صدیق از کسانے کہ درزمانہ خلافت اش بلکہ درآخریں ساعت عمرش بقید حیات بودند نہ از اناں کہ پیش از وے بکنج لحد آسودند، وتواند کہ یکے

....

غوثیت، قطبیت، ولایت اور نبوت لہٰذا ان لوگوں کو جو عمر کے آخری حصے میں ان درجات سے مشرف ہوئے ہیں ان درجات کے الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں اگر اوائل میں انہیں یہ درجات حاصل نہ تھے پس اتقی وہ ہے کہ جو عمر کے آخری حصے میں جو کہ اعمال کے اعتبار کا وقت ہے دوسرے موجود لوگوں سے تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو اور اسی کے ساتھ کسی تکلف اور تاویل کے بغیر مدعی ثابت ہوجاتا ہے بعض بزرگان دین کا کلام کچھ اختصار

زانہا اتقی وافضل از صدیق بودہ باشد، ونیز ایں کلام رادر معرض مدح وثنائے صدیق آوردہ اند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وغالب مدح نباشد مگر بوصفے خاص، وایں وصف بر نہجے کہ آں بزرگ تقریر نمودہ ہیچک خصوصیتے بذات پاکش ندارد کہ حضرات فاروق وذوالنورین ومرتضی ابوالحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہمہ ہا درآخر عمر خودشان ہم چنیں بودہ اند بلکہ در ہر قرن وہر طبقہ تاروز قیامت بندہ از بندگان خدا متصف بدیں وصف باشد کمالا یخفی فتبصرو تشکرو في عظم الاء اللہ فتفکر واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔ (۱)

کے ساتھ ختم ہوا۔

(تفسیر عزیزی، تفسیر سورۃ لیل، آیت نمبر ۱۷، جلد ۴، صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱)

اقول: (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں)

میرا رب میری بخشش فرمائے جملہ اخیرہ جس کو بعض بزرگان اہل سنت سے نقل کیا گیا ہے اس میں کئی خدشات ہیں اس میں چند خدشات بندہ بے نوا کے دل میں پیدا ہوئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اگرچہ مقام کے لائق از روئے حدیث یہ ہے کہ اعمال واوصاف کا دارومدار عمر کے آخری حصہ پر ہے لیکن عقل گواہ ہے کہ جب موجود زندوں میں سے کسی شخص کو کسی وصف وخوبی سے متصف کرتے ہیں تو اس سے یہی مراد ہوتا ہے کہ فی الحال وہ شخص اس وصف سے متصف ہے نہ کہ مستقبل میں وہ اس خوبی سے متصف ہوگا اور جب تک اصلی معنی کے خلاف کو قرینہ نہ پایا جائے تو اصل معنی ہی قلوب واذہان میں قائم رہتا ہے۔

پس اتقی کو ایسے معنی پر محمول کرنا جو کہ مستقبل میں واقع ہوگا تو یہ حقیقت کو چھوڑ کر مجازی معنی اختیار کرنا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جب تک حقیقی معنی مراد لینا صحیح نہیں اور اس جگہ حقیقت بغیر کسی تکلف و مشقت کی تخصیص کے ساتھ خود اذہان میں قائم ہے اور افادہ مقصود میں ملفوظ سے کسی وجہ سے کم نہیں بلکہ اقوی اور فہ کی طرف جلدی سبقت کرنے والا ہے اس لیے کسی عام کو درجہ قطعیت سے نیچے نہیں لایا جائے گا اگر اس بات کو مان لیا جائے تو مجاز کی طرف جانے کی حاجت کیا ہے اور اس کا باعث کیا ہے اس طرح کی تخصیص کو تکلف شمار کرنا ہر عجب سے عجب تر ہے کیا اس قسم کی تخصیصات نصوص شرعیہ میں شائع وذائع نہیں۔

آیت ثانیہ: قال اللہ عزمن قائل:

﴿ثم أورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات بإذن الله ذلك هو الفضل الكبير﴾(۱)

پھر ہم نے وارث کیا کتاب کا ان کو جنہیں چن لیا اپنے بندوں میں سے۔ پس کوئی ان میں اپنی جان پر ستم کرنے والا ہے اور کوئی بیچ کی چال چلنے والا اور کوئی آگے بڑھ جانے والا ہے بھلائیوں میں خدا کی پروانگی سے۔ یہی ہے بڑی فضیلت۔

اگر ان سب کے باوجود یہ تکلف ہے تو بسا اوقات بے تکلف کلام درست نہیں ہوتا اور کلام کی یہ قسم پایہ متانت سے گر جاتی ہے اللہ اس سے بچائے باوجود اس کے مجاز کے لیے قرینہ درکار ہے اور خود قرینہ اس تخصیص کے علاوہ کیا ہے پس اس تخصیص پر اشکال وارد ہوگا لہٰذا کلام کو اس کی حقیقت پر رکھنا اس بات سے اولیٰ ہے کہ اس کی دلالت کے لیے زمین سخن میں مجاز کا بیج بویا جائے اور اس کے علاوہ یہ تقریر اس تقدیر کے ساتھ دلیل ہے کہ کوتاہی کرنے والے کے مدعا کے فائدہ دینے میں اس سے بلند اور ثبوت نہیں مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں تمام سے بلکہ اپنی عمر کی آخری گھڑی تک اس افضلیت کے ساتھ متصف رہے نہ کہاں سے جو قبروں میں آرام فرما ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اتقی وافضل ہو نیز اس کلام کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کے مقام میں لایا گیا ہے اور ان کی مدحت اور غالب ہونا ایک خاص وصف کی وجہ سے ہے اور یہ وصف اس طریقے پر ہے کہ وہ بزرگ ہیں اس سے کم کوئی خصوصیت ان کی ذات پاک نہیں رکھتی اور یہ کہ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہم تمام اپنی آخری عمر میں اس شان کے ساتھ متصف تھے بلکہ تاقیامت ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بندگانِ خدا میں سے کئی ایک اس وصف کے ساتھ متصف ہوں گے۔

۱۔ سورۃ الفاطر، آیت نمبر ۳۲

اقول: وباللہ التوفیق، آیتِ کریمہ میں چنے ہوئے بندوں سے یہ امت مرحومہ مقبولہ محمدیہ مصطفویہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیہ مراد جس کی حق سبحانہ وتعالیٰ نے تین قسمیں فرمائیں۔

ایک وہ جو خدا کی نافرمانیوں سے اپنی جان پر ستم اور اسے مبتلائے دردوالم کرتے ہیں، جیسے ہم گناہگار، سیاہ کار، معاصی میں منہمک لیل ونہار، جن کا سوا ارحم الراحمین کی رحمت اور شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت کے کہیں ملجاو ماوا، اور بجز مژدہ جانفزائے۔

-قی -فی البعث -مد- کلاهما عن ابن عمر ظالمنا مغفور له(۱)

اور نوید غمزدائے -مس- عن أبی الدرداء بسند صححه العلماء: الظالم لنفسه یحاسب حسابًا یسیرًا ثم یدخل الجنة (۲) کے کوئی دل تھامنے اور امید بندھانے والا نہیں، فحسبنا الله ورسوله إنه هو الرؤف الرحیم(۳)

دوسرے وہ میانہ رو کہ ﴿خلطوا عملاً صالحًا وأخر سیئا﴾ (۴) جن کی حکایتِ حال ہے کہ اگر گناہ کرتے ہیں تو نیکیاں بھی رکھتے ہیں،

....

۱۔ البعث والنشور للبیهقی، جلد ۱، صفحه ٦٤، رقم الحدیث ٦٠

تفسیر در منثور، تفسیر سورة الفاطر آیت ۳۲، جلد ۸، صفحه ۳۲

تفسیر مفاتیح الغیب للرازی، تفسیر سورة الفاطر، آیت ۳۲، جلد ۱۱، صفحه ۲٤۱

۲۔ اپنی جان پر ظلم کرنے والے کا حساب آسان ہوگا پھر جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(مستدرك للحاکم، تفسیر سورة الملائکة، جلد ۲، صفحه ٤٦۲، رقم ۳٥۹۲)

(البعث والنشور للبیهقی، جلد ۱، صفحه ٦٠، رقم ٥٦)

(مجمع الزوائد الهیثمی، باب سورة فاطر، جلد ۷، صفحه ۲۱٥، رقم ۱۱۲۹۱)

۳۔ ہمیں اللہ اور رسول کافی ہے بے شک وہ رؤف اور رحیم ہیں۔

۴۔ ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا بُرا۔

(سورة التوبه، آیت نمبر ۱۰۲)

انہیں حدیث میں: ـقی ـمد ـناجی، اور ـمس ـیدخل الجنۃ بغیر حساب (۱) فرمایا۔

جعلنا اللہ منهم برحمته، إنه هو الغفور الرحیم۔ (۲)

تیسرے وہ اعلیٰ درجہ کے مطیع ومنقاد سراپا اہتدا و رَشاد جو حسنات کی طرف مسارعت کرتے اور میدانِ خیرات میں قصب السبق لے جاتے ہیں، ان کی نسبت ان کا مالک مہربان فرماتا ہے: ذلك هو الفضل الكبير (۳) فضلِ کبیر و بزرگی عظیم اُن ہی کو حاصل۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب بہ نسبت بقیہِ امت اسی قسم میں داخل، لہٰذا وہی فضیلت عالیہ لے گئے، اور ساداتِ امت قرار پائے۔ (۴)

۱۔ جنت میں بغیر حساب و کتاب داخل ہوں گے۔

(البعث والنشور للبیهقی، جلد ۱، صفحه ٦٨، رقم الحدیث ٦٤)

(المعجم الکبیر، احادیث عبداللہ بن عباس، جلد ۱۱، صفحه ۱۸۹، رقم ۱۱٤٥٤)

(مجمع الزوائد، باب منه فی الشفاعة، جلد ۱۰، صفحه ٦٨٦، رقم ۱۸٥۱۹)

امام طبرانی نے معجم الکبیر میں اس حدیث مبا ند بیان فرمائی ہے اس سند میں ''موسیٰ بن عبدالرحمٰن الصنعانی'' نام کا راوی وضاع ہے امام عبداللہ بن عدی (المتوفی: ۳٦٥ھ) الکامل میں فرماتے ہیں کہ ایسی تمام احادیث جو اس راوی نے حضرت عبداللہ بن عباس کے طریق سے روایت کی ہیں بواطیل کی قبیل سے ہیں اور مذکورہ بالا حدیث بھی معجم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، من اسمه موسی، رقم ۱۸۳۱، جلد ٦، صفحه ۳٤۹)

۲۔ اللہ اپنی رحمت سے ہمیں ان میں سے بنائے بے شک وہ مغفرت اور رحم فرمانے والا ہے۔

۳۔ سورۃ الشوری، آیت ۲۲

۴۔ جیسا کہ سرکارِ دو عالم کا ارشاد مبارکہ ہے کہ: ''میری اُمت میں سب سے افضل میرے صحابہ ہیں۔''

(مسند الحارث، جلد ۲، صفحه ٥۱۳، رقم ۸۳٥)

(اتحاف الخیرة المهرة، جلد ٦، صفحه ۲٥، رقم ٥۲٤٤)

(بغیة الباعث للهیثمی، جلد ۲، ص ۳۱٥، رقم ۸٤٦)

اب تلاش کرنا چاہیے اسے جو گروہ صحابہ میں سرفراز اور اس صفت شریفہ کے ساتھ ممتاز ہو کہ بحکم آیۃ کریمہ افضلیت مطلقہ اسی کا بہرہ خاصہ، لیکن ہم جو غور کرتے اور کان لگا کر سنتے ہیں تو دربار دربارِ رسالت سے پیہم اراکین دولت وعمائدین سلطنت بلکہ خود اس بادشاہ عرش بارگاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من اللہ کی نور افشاں صدائیں گوش دل کو اپنی شعاع ریزیوں سے معدنِ انوار ومنزل اقمار کر رہی ہیں کہ ہاں وصف مذکور میں اس بارگاہِ اکرم کے وزیر اعظم یعنی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب پر تفوق ظاہر وتقدم باہر ہے (۱) حتیٰ کہ سباق بالخیرات (۲) اس ذات جامع البرکات کا نام قرار پایا، اور صیغۂ مبالغہ نے لطف تازہ دکھایا۔

فقد أخرج أبويعلى عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال كنت في المسجد أصلى فدخل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومعه أبوبكر وعمر فوجدني أدعو فقال: سل تعطه، ثم قال: من أراد أن يقرء القرآن غضًا طريًا فليقرء بقراءة ابن أم عبد فرجعت إلى منزلي فأتاني أبوبكر فبشرني ثم أتاني عمر فوجد أبا بكر خارجًا قد سبقه فقال: إنك لسباق بالخير (۳)

یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں نماز

....

۱۔ جیسا کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ:

"افضل أمتى أبوبكر رضى الله عنه"

میری اُمت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں۔

(فضائل أبى بكر للعشارى، صفحه ٦، رقم الحديث ٢٣)

۲۔ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے

(مسند ابويعلى، جلد ١، صفحه ٢٦، رقم الحديث ١٧)

(الاحاديث المختاره للمقدسى، جلد ١، صفحه ١٢، رقم ١٣)

(مجمع الزوائد، جلد ٩، صفحه ٤٧٠، رقم ١٥٥٥٢)

۳۔ (مسند ابويعلى، جلد ١، صفحه ٢٦، رقم الحديث ١٧)

(الاحاديث المختاره للمقدسى، جلد ١، صفحه ١٢، رقم ١٣)

پڑھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضور کے ہمراہ صدیق وفاروق تھے۔ پس حضور نے مجھے دعا کرتے پایا، فرمایا: مانگ تجھے دیا جائے گا، پھر فرمایا: جو شخص قرآن کو تروتازہ پڑھنا چاہے وہ ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود کی قرأت پر پڑھے، بعدہ میں اپنے گھر لوٹ آیا، صدیق آئے اور مجھے اس دولت عظمی کے حصول اور حضور کے ان کلمات ارشاد فرمانے کا مژدہ دیا۔ پھر فاروق آئے تو ابوبکر کو نکلتے پایا کہ پہلے ہی خوش خبری دے چکے ہیں۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق سے کہا: بے شک آپ سباق بالخیر اور نیکیوں میں نہایت پیشی لے جانے والے ہیں۔

وأخرج أبوبكر بن أبي شيبة من حديث عمر رضي الله تعالىٰ عنه في قصة سقيفة بني ساعدة في حديث طويل أنه قال: يامعشر الأنصار! يامعشر المسلمين! إن أولى الناس بأمر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعده ثاني اثنين إذهما في الغار أبوبكر السباق المبين (۱)

یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے گروہ انصار! اے جماعت مسلمین! بے شک امر رسول اللہ ﷺ کا ان کے بعد زیادہ مستحق دوسرا دو کا ہے جب وہ دونوں غار میں تھے ابوبکر سباق مبین، جن کا خیرات میں بہت پیشی لیجانا ظاہر وروشن ہے۔

اقول: وربي يغفرلي، یہ کلمہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں فرمایا جب انصار کرام بقصد خلافت مجتمع ہوئے اور مہاجرین سے کہتے تھے: ایک امیر ہم میں ایک تم میں۔ نزاع ومناظرہ نے طول کھینچا تھا، طرفین سے بابِ استدلال وا تھا، اس وقت فاروق نے فضائل جلیلہ صدیق اور ان کا صاحب الغار وسباق بالخیرات ہونا اظہار اور اس سے استحقاق خلافت پر استظہار کیا کہ اسی کلمہ پر فیصلہ ہوگیا۔ انصار خلافت سے باز آئے اور دستِ صدیق پر بیعت کی، پس ثابت ہوا کہ صدیق کا ان اوصاف سے اتصاف تمام حاضرین کو مسلم ومقبول تھا، ورنہ معرکہ مباحثہ میں اس کے اذعان وقبول اور اس کی بنا پر منازعت سے رجوع وعدول کے کیا معنی تھے؟ اور خود ارشاد فاروقی میں لفظ ''مبین'' اس معنے پر دلیل مبین کہ صدیق کی

....

۱۔ مصنف ابن أبي شيبة، ماجاء في خلافة ابی بکر، ج ۱۱، ص ۵۶۶، رقم ۳۸۱۹۷)
الاحادیث المختارہ للمقدسی، جلد ۱، صفحہ ۱۰۸، رقم ۱۷۸ (اسنادہ حسن)

نہایت سبقت بالخیرات روشن وبین ہے، اور کون اس سے آگاہ نہیں۔

وأخرج البخاري عن ابن عباس عن عمر ليس فيكم من تقطع الأعناق إليه مثل أبى بكر (۱) قال في مجمع البحار: أي ليس فيكم سابق الخيرات يقطع أعناق مسابقيه حتى يلحقه۔

خلاصہ یہ کہ تم میں یہ شان سبقت بالخیرات کی صدیق ہی میں ہے کہ جوان سے فضائل وحسنات میں مسابقت کرے پیچھے رہ جائے اوران تک نہ پہنچنے پائے۔

وأخرج البزاز عن عبدالرحمن بن أبى بكر عن عمر رضي الله تعالىٰ عنهم زعم أنه لم يرد خيرًا قط إلا سبقه إليه أبوبكر (۲)

یعنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی بھلائی کا ارادہ نہ کیا مگر یہ کہ ابوبکراس کی طرف مجھ سے سبقت لے گئے۔

وأخرج الطبراني عن أمير المومنين علي رضى الله تعالىٰ عنه قال: والذي نفسي بيده ما استبقنا إلى خيرقط إلا سبقنا إليه أبوبكر (۳)

....

۱۔ صحیح البخاری، باب رجم الحُبلی من الزنا اذا احصنت، جلد ۲، ص ۶۱۳، رقم ۶۳۲۸

المسند الجامع، للمعاطی، جلد ۵، صفحہ ۷۱۱، رقم الحدیث ۱۰۵۵۴

۲۔ راقم کو یہ حدیث مبارکہ مسند البزار میں نہیں مل سکی یہ حدیث مبارکہ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

السنة لابن أبى عاصم، جلد ۱، صفحه ۷۱۳، رقم الحديث ۱۰۴۲

تاریخ دمشق، من اسمه عبدالله ويقال عتيق، جلد ۳۰، صفحه ۹۸

تاريخ الخلفاء، باب الاحاديث الواردة فى فضله وحده، صفحه ۵۲

۳۔ المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۴۲۱، رقم الحديث ۷۱۶۸ (عن عن بن ابى طالب)

مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب، ج ۱، ص ۲۷۵، رقم الحديث ۲۷۱

مجمع الزوائد، باب جامع فى فضله، جلد ۹، صفحه ۲۹، رقم الحديث ۱۴۳۳۲

یعنی مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ہم نے کبھی کسی خیر و نیکی کی طرف ایک دوسرے سے بڑھ جانا نہ چاہا مگر یہ کہ ابو بکر ہم سے اس کی طرف سبقت و پیشی کر گئے۔

وأخرج ابن عساكر عن عبدالرحمن بن أبی بكر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: حدثنی عمر بن الخطاب أنه ما سابق أبابكر إلى خير إلاسبقه أبوبكر (۱)

یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے عمر بن الخطاب نے بیان کیا کہ اس نے جب کسی خیر میں ابو بکر سے مسابقت کی ہے ابو بکر اس پر سبقت لے گیا۔

اقول: وربي يغفرلي، فکر تدقیق اساس و طرز سخن شناس درکار ہے کہ اس حدیث کے اندازِ کلام کو پہچانے، کس درجہ سید المرسلین علیہ وسلم کو نشان صدیق سے اعتنا اور ان کی سبقت بالخیرات کا اثبات منظور ہے۔ تمام عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت اور ان کے کلام پاک کو دلیل و حجت کرتا ہے، یہاں خود حضور سراپا نور کس پیار سے فرماتے ہیں: ہم سے عمر بن الخطاب کہتا تھا کہ ہمارا ابو بکر سباق بالخیر ہے۔ صلى الله تعالیٰ عليه وعليهما وسلم۔

۱۔ تاریخ بغداد للخطیب، جلد ۱، صفحہ ۷۶۱، رقم ۲۴۶۳

تاریخ دمشق، من اسمہ عبداللہ ویقال عتیق، جلد ۳۰، صفحہ ۶۵

کنز العمال، جلد ۱۲، صفحہ ۵۱۲، رقم الحدیث ۳۵۶۶۸

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وہ خطبہ جو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال پر فرمایا تھا اُس میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

"والله سبقاً بعيدا واتبعت من بعدك اتعابا شديدا و فزت بالخير"

اللہ کی قسم آپ دین پر عمل کے اعتبار سے اتنا آگے نکل گئے کہ اپنے بعد والوں کو تھکا دیا۔

(مسند البزار، جلد ۱، صفحہ ۶۹۱، رقم الحدیث ۹۲۸)

(الاحادیث المختارہ للمقدسی، جلد ۲، صفحہ ۱۲، رقم ۳۹۸)

آیت ثالثہ: قال ربنا ذوالفضل العظیم في تنزیله العلي الحکیم:

﴿ولا یأتل أولوا الفضل منکم والسعة أن یؤتوا أولی القربیٰ والمساکین والمهاجرین في سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا، ألا تحبون أن یغفر الله لکم والله غفور رحیم﴾(۱)

اور قسم نہ کھائیں بڑائی اور گنجائش والے تم میں سے قرابت داروں اور محتاجوں اور خداہ کی راہ میں گھر بار چھوڑنے والوں کو دینے کی اور چاہئے کہ بخش دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم دوست نہیں رکھتے کہ خدا تمہیں بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت کہ آیت میں اولوا الفضل کا خلعت گراں قیمت صدیق اکبر کو عطا ہوا۔

فقد أخرج الإمام البخاري عن أم المؤمنین الصدیقة رضي الله تعالیٰ عنها في حدیث الإفك الطویل قالت: فلما أنزل الله هذا في براء تي، قال ابوبکرِ الصدیق وکان ینفق علی مسطح بن اثاثه لقرابته منه وفقره: والله !لاأنفق علی مسطح شیئا ابدًا بعد الذي، قال في عائشة ماقال: فأنزل الله ولا یأتل أولوا الفضل منکم والسعة الایة قال أبوبکر، والله: إنی لاحب أن یغفر الله لي فرجع إلی مسطح النفقة التي کان ینفق علیه وقال: والله لاانزعها منه آبدا(۲)

حاصل یہ کہ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کہ فقرائے مہاجرین سے تھے اور صدیق کے رشتہ دار اور صدیق بوجہ ان کی فقر وقرابت کے ان کی خبر گیری کرتے اور بسلوک وانفاق پیش آتے، جب بلائے افک میں مبتلا ہوئے اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے دامن عفت مامن، محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وسلم کی طہارت اور ہر لوث سے ان کی برأت دس آیتیں نازل کر کے ظاہر فرمائی، صدیق نے قسم کھائی اب مسطح کو کچھ نہ دوں گا۔

....

(۱) سورۃ النور: آیت نمبر ۲۲

۲۔ صحیح البخاری، باب حدیث الافك، جلد ۲، صفحہ ۵۱۰، رقم الحدیث ۳۸۲۶
مسند اسحاق بن راهویه، مایروی عن سعید بن المسیب، ج ۲، ص ۵۱۶، ۱۱۰۴
سنن البیهقی الکبری، باب ماجاء فی الیمین، جلد ۱۰، صفحہ ۳۶، رقم ۱۹۶۵۹

اللہ جل جلالہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ فضل ووسعت والے اہل قرابت ومساکین ومہاجرین پر انفاق کی قسم نہ کھائیں اوران کی اس خطا سے جوناد انستگی میں اتفاقاً صادر ہوگئی درگزریں، معاف کریں۔ آخروہ بھی تو ہماری بخشش کے طلب گار ہیں۔ جب صدیق نے یہ ارشاد سنا کہا خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے بخشے اور جو ادرار مسطح کا مقرر تھا، جاری فرمایا اور قسم کھائی کبھی بند نہ کروں گا۔

اب عقل سلیم غور کرے کہ صحابہ کرام سب اولوا الفضل اور بزرگی والے تھے، قرآنِ عزیز میں بالتخصیص جناب امام المتقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صفت سے یاد فرمانا دلیل واضح ہے کہ یہ وصف ان کی ذات سے ایک خصوصیت خاصہ رکھتا ہے، اور جو افضلیت انہیں حاصل دوسرے کو نہیں۔ (۱) جیسا کہ تمام صحابہ شرفِ صحبت سے مشرف تھے مگر لفظ صاحبی کہ بیسیوں حدیثوں میں آیا خاص اسی جناب گردوں قباب کے لئے ہے (۲) کہ جیسی صحبت انہیں ملی دوسرے کو میسر نہ ہوئی۔ سولہ برس کی عمر سے رفاقتِ حضور اختیار کی، عمر بھر حاضر دربار و شریک ہر کار و مونس لیل ونہار رہے، بعد وفات کنار جاناں میں جا پائی، روزِ قیامت حضور کے ہاتھ میں ہاتھ محشور ہوں گے، حوضِ کوثر پر ہمراہ رکاب رہیں گے، پھر فردوسِ اعلیٰ میں رفاقت دائمی ہے۔

....

۱۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ النور آیت ۲۲، المسألۃ الثانیہ کے ضمن میں ''اولوالفضل'' پر گفتگو فرماتے ہیں کہ: ''مفسرین کا اجماع ہے کہ ''اولوالفضل'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ تمام لوگوں سے افضل ہیں کیونکہ اس آیت مبارکہ میں فضل مذکور سے مراد یا تو دنیا ہے یا دین پہلی شق (دنیا) باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقام مدح کے لیے بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی مدح کیے جانا جائز نہیں ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ: یہ بات حد تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے نازل ہوئی۔ (تفسیر مفاتیح الغیب، تفسیر سورۃ النور، آیت ۲۲،

۲۔ جیسا کہ سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مبارک

''فھل انتم تارکون لی صاحبی'' سے صاف ظاہر ہے۔

عارف سنی حکیم سنائی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

بود چنداں کرامت وفضلش

کہ اولوا الفضل خواند ذوالفضلش

روز وشب ماہ وسال در ہمہ کار

ثانی اثنین إذهما فی الغار

صورت وسیرتش ہمہ جان بود

ذات ز چشم عوام پنہاں بود(۱)

اقول: وبالله استعین، اگر صرف لفظ اولو الفضل پر اکتفا ہوتا تو شاید وہ عقول دانیہ جو ہمیشہ دستِ مالِ اوہام رہتی ہیں، احتمال پیدا کرتیں کہ قاعدۂ بلاغت ہے جب کسی سے کوئی کام لینا اور اس پر اسے تخصیص واغرا مقصود ہوتا ہے، مخاطب کے اوصاف سے وہ وصف جو اس کام پر حامل ہو بیان کیا جاتا ہے، تا اس کے قلب کو اشتعال اور داعیہ اطاعت کو انبعاث ہو۔

مثلاً معرکہ قتال میں کہیں: ہاں بہادرو! یہی وقت جانبازی وتر کتازی کا ہے۔ یا انفاق مال کی ضرورت میں: اے جوادو! یہی زمانہ سخا پروری ونام آوری کا ہے۔ اس سے مخاطبین کا

....

(سنن الکبری للبیهقی، باب شهادة اهل العصبية، جلد ۱۰، صفحه ۲۳۶، رقم ۲۰۸۸۴)

۱۔ یعنی وہ (ابوبکر صدیق) تو ایسے صاحب شرف وکرامت ہیں کہ ان کو علم ودانش کی برتری والا اور ذوالفضل کہا جاتا ہے روز وشب ماہ وسال بلکہ تمام کاموں میں وہ ثانی اثنین اذھما فی الغار ہیں لیکن ان کی صورت وسیرت بلکہ تمام سراپا کی چمک دمک لوگوں کی نظروں سے چھپی رہی۔

امام نصر بن محمد سمرقندی (المتوفی: ۳۷۳ھ) تفسیر بحر العلوم میں لکھتے ہیں کہ:

"اولو الفضل منكم" فی طاعة الله لانه كان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ"

یعنی اولوالفضل سے اللہ کی طاعت میں فضیلت ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق سرکار علیہ السلام کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں۔"

(تفسیر بحر العلوم، تفسیر سورة النور، آیت ۲۲، جلد ۳، صفحه ۲۰۸)

ان اوصاف سے اختصاص نہیں سمجھا جاتا، مگر قرآن مجید وفرقان حمید وہ کلام بلاغت نظام ہے کہ کسی معاند خواہ مشکک کے لئے حجت نہیں چھوڑتا، لفظ ''منکم'' نے اس احتمال کی قطع عرق فرمادی۔ صدیق کو صرف بڑائی والا نہیں کہتے بلکہ فرماتے ہیں تم میں کا بڑائی والا، یعنی تم سب ارباب فضل وکرامت، اور وہ تم سب میں فضل وبزرگی والا ہے۔ غلاموں کے سردار سب ہوتے ہیں، پوری سرداری اس کی جو سرداروں کا سردار ہو۔

ثم اقول: وربي يغفرلي، شاید خارواہمہ کی خلش پھر عود کرے اور یوں نقض اجمالی سے خلجان بڑھائے کہ بعینہٖ یہی تقریر معطوف فضل یعنی سعت مال میں جاری، حالانکہ صدیق اغنی الصحابہ نہ تھے۔ بعض اصحاب کرام مثل حضرت ذی النورین، وجناب عبدالرحمٰن بن عوف، وثابت بن قیس بن شماس وغیر ھم۔ رضوان الله تعالىٰ عليهم أجمعين۔ ان پر تونگری وفراخی مال میں فائق تھے، تو اس ثوران وہم کی تسکین کے لئے ہماری اس تقریر کا منتظر رہا چاہئے جو باب ثانی کی فصل...... میں زیور گوش مشتاقین ہوگی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم وہاں ثابت کردیں گے کہ مال صدیق گو اکثر الاموال نہیں مگر افضل الاموال ہے، اسلام کو جس قدر ان کے مال سے نفع پہنچا کسی کے مال سے نہ پہنچا' اور رسول اللہ ﷺ کو جتنا ان کا مال کام آیا کسی کا نہ آیا، یہاں تک کہ سید المرسلین ﷺ نے اس جناب کو '' خير المسلمين مالا'' فرمایا، اور بے شک خدا کے نزدیک تعداد زروسیم محض بے وقعت۔ مال وہ ہے جو اس کی راہ میں صرف اور اس کے حبیب ﷺ کے قدموں پر نثار ہو، ورنہ مال نہیں سوءِ مآل ہے، اور طول آمال سے کمال اعمال کی جی کا وبال۔ پس جس کا مال اس وصف میں ممتاز تر وہی عنداللہ سعت مالی میں سرفراز تر، اسی لیے...... بروالدین وصلۂ رحم کو فرمایا: اس سے عمر زیادہ ہوتی ہے، اور...... کی نسبت ارشاد ہوا کہ اس سے گھٹتی ہے، حالانکہ جف القلم بما ھو کائن (۱) مقادیر میں کمی بیشی کو راہ نہیں، تو بات یہ ہے کہ وہ نیکیاں طیب اوقات وتوفیق خیرات کی موجب ہیں، اور یہ سیۂ محق برکت، وظلمت وقت، وتزیین سیآت

....

۱۔ جو ہونا تھا اس کو قلم لکھ کر خشک ہوگیا۔

کی باعث۔ اور وہ ساعتیں جو سیرت مرضیہ پر گزریں اگرچہ انفاسِ چند ہوں کثیر شہیر، اور جو گھڑیاں عیاذ أباللہ بری حالت پر کٹیں اگرچہ صدہا سال ہوں محض بے برکت، گویا کچھ نہ تھا اسی طرح کثرت وقلت مال، والله أعلم بحقائق الحال، فاستقر عرش التحقيق على ماأردنا من تفضيل الصديق رضى الله تعالى عنه۔ (۱)

آیت رابعہ: قال الله جل ذكره:

﴿الذى جآء بالصدق والذى صدق به أولئك هم المتقون﴾ (۲)

جو سچ لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ لوگ پرہیز گار ہیں۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

-عس- هكذا الرواية بالحق ولعلها قراء ة لعلي رضي الله تعالىٰ عنه، الذى جاء بالحق محمد ﷺ والذى صدق به أبوبكر الصديق (۳)

جو حق لائے وہ محمد ہیں ﷺ اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اقول: اب نظر باریک بیں کو اجازت غور وتعمق دیا چاہیے کہ اس آیت کریمہ سے صدیق کا فضل تقویٰ میں تمامِ امت سے اکمل ہونا کیسے روشن طور پر ثابت جس میں سوا منکر مکابر کے کسی کو مجال جدال نہیں۔

اول: تو وہی تخصیص کہ صحابہ کرام سب خیار و اصفیا و ارباب دیانت واتقا تھے، مگر صدیق سا تقویٰ کسی کا تھا، تو اس کا ذکر کیوں متروک ہوا، اور رب العالمین کی اس خاص گواہی سے اسے کیوں نہ بہرہ ملا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ حقائق حال سے زیادہ آگاہ ہے جیسا کہ ہم نے تفضیل صدیق میں ارادہ کیا عرش تحقیق مستقر ہو گیا۔

۲۔ سورۃ الزمر، آیت نمبر ۳۳

۳۔ الاحادیث المختارہ للمقدسی، جلد ۱، صفحہ ۲۲۹، رقم ۳۹۸

مسند البزار، جلد ۱، صفحہ ۷۱۱، رقم الحدیث ۸۳۴

معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه اسید، جلد ۲، صفحہ ۲۴، قم ۸۴۱

دوسرے: رسول اللہ ﷺ کے نام پاک کے ساتھ ان کا ذکر کرنا، اور گویا یوں فرمانا کہ محمد ﷺ اور ابوبکر متقی ہیں، اس کلمہ کی قدر وہی جانے جو رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان ورفعت مکان سے آگاہ ہے۔ خیال تو کر کس کے ساتھ ذکر ہوتا ہے اور ایک وصف میں جمع کیا جاتا ہے؟۔ انصاف شاہد ہے کہ جب تک تقوائے صدیق اتقائے رسول اللہ ﷺ سے دوسرے درجہ میں نہ کہا ایسا ہرگز ارشاد نہ کیا۔ اور آیت اولی میں گزرا کہ مزیت تقوی موجب افضلیت ہے، اسی طرح انہیں صفت تصدیق سے یاد کرنا بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہ وصف ان کی ذات سے خصوصیت خاصہ رکھتا ہے۔ گویا ارشاد ہوتا ہے کہ صدیق کو عملا واعتقادا دونوں طرح سب پر تفضیل ہے۔ وناهيك بالقرآن حكما(۱)۔

آیت خامسہ: قال عز ذکرہ:

﴿لایستوی منکم من أنفق من قبل الفتح وقاتل أولئك أعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا﴾(۲)

برابر نہیں تم میں جس نے راہِ خدا میں خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑا، وہ درجہ میں بڑے ان سے جنہوں نے صرف کیا بعد فتح کے اور لڑے۔

آیت کریمہ باعلی ندا منادی کہ جنہوں نے ابتدائے اسلام میں جو زمانہ ضعف وغربت تھا اپنی جان ومال سے اس کی امداد واعانت کی، وہ عنداللہ ان سے افضل جنہوں نے بعد اس کے غنا وشوکت وظہور وقوت وثبات وقرار وامن وانتشار کے قتال وانفاق مال کیا۔ اب جسے تاریخ وقائع اسلام اور اس کے حالات ابتدائیہ پر وقوف ہے وہ بالیقین جانتا ہے کہ جیسے نازک اوقات میں اور جس حسن وخوبی کے ساتھ صدیق نے اسلام پر جانثاری وسپرداری وپروانہ واری کی داد دی کسی سے نہ بن پڑی۔ پھر بشہادت قرآن کون ان سے ہمسری کرسکتا ہے۔ ہم ان شاء اللہ العظیم اس دلیل کی تفصیل وتشریح وتحقیق وتوضیح کی طرف باب ثانی کی فصل ...... میں عود کریں گے فارتقب۔

۱۔ تمہیں قرآن حاکم ہونے کے اعتبار سے کافی ہے۔

۲۔ سورۃ الحدید، آیت نمبر ۱۰

آیت سادسہ: قال تعالیٰ وتقدس:

﴿اھدنا الصراط المستقیم﴾ (۱)

دکھا ہمیں راہ سیدھی۔

حضرت خواجہ حسن بصری وابوالعالیہ کہ دونوں حضرات اجلہ علماء تابعین سے ہیں، تفسیر آیت میں فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ وصاحباہ صراطِ مستقیم۔ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے دونوں یار صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۲)۔

اقول: وربی یغفرلی، اس تفسیر پر آیت کریمہ میں صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو راہ راست اور انہیں اس وصف میں محمد ﷺ کے ساتھ شریک، پھر مسلمانوں کو عموماً اور صحابہ کرام کو جن میں مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی داخل ابتداء حکم فرمایا جاتا ہے: ہماری بارگاہ میں التجا کرو کہ الٰہی ہمیں ان کی چال سکھا اور انہیں کی راہ چلا۔ اور یہ بات متصور نہیں جب تک نفوس عالیہ شیخین اعلیٰ درجہ تقیٰ ونقیٰ میں نہ خلق کیے گئے ہوں اور اطاعت وانقیاد وارشاد واتیان مرضیات واجتناب مکروہات میں رسول اللہ ﷺ کے بعد انہیں کا مرتبہ ہو، اور ان کے سوا کوئی اس فضل میں ان کا عدیل وسہیم نہ ہو حتی کہ کافہ امت کو ان کی تقلید کا حکم دیں (۳) اور نہایت مہربانی سے خود تعلیم

۱۔ سورۃ الفاتحہ، آیت نمبر ٦

۲۔ تفسیر جامع البیان فی تاویل القرآن، تفسیر سورۃ الفاتحہ، آیت نمبر ٦، رقم الحدیث ١٨٤، جلد ١، صفحہ ١٧٥

تفسیر القرطبی، تفسیر سورۃ الفاتحہ، آیت ٦، جلد ١، صفحہ ٣٦

المحرر الوجیز لابن عطیۃ الاندلسی، سورۃ الفاتحہ، آیت ٦، جلد ١، صفحہ ٦٦

۳۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ

''تم میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی اور اقتدا کرنا۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ علی، جلد ٤، صفحہ ١٤٠، رقم ٣٨١٦)

(مسند الحمیدی، احادیث حذیفہ، جلد ١، ص ٢١٤، رقم ٤٤٩)

(مسند الشامیین، جلد ٢، صفحہ ٥٧، رقم ٥١٣)

کریں، ہماری بارگاہ میں یوں التجا کرو کہ ہمیں محمد ﷺ اور ابوبکر و عمر کی روش پر چلنا نصیب کر۔ آیا اب بھی آیت کریمہ اپنی اس تفسیر پر صاف صاف نہیں کہہ رہی ہے کہ شیخین بعد سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہما وسلم کے امام متبوع وپیشواء ومقتدی واطوع واتقی وافضل واعلیٰ واکرم امت ہیں۔ (۱)

عزیزا! اسی ارشاد کا اثر ہے کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش اقدس پر فرمایا:

ــ عس ــ میں ان سے زیادہ کسی کی نسبت یہ نہیں چاہتا کہ اس کے سے عمل کر کے خدا سے ملوں۔ (۲)

پھر جب جناب فاروق کا وصال ہوا:

۔خ۔م۔ق۔ان کے جنازہ پر بھی ایسا ہی کلمہ کہا (۳)

۱۔ جیسا کہ حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ
"انبیاء ورسل کے بعد سورج ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم سے بہتر کسی بھی شخص پر نہ ہی طلوع ہوا اور نہ ہی غروب۔"
(كتاب الثقاب، لابن حبان، باب العين، من اسمه عبدالملك بن عبدالعزيز، رقم ٩١٥٦، جلد ٧، صفحه ٩٤)

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال پر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم جو کلمات مبارکہ ارشاد فرمائے تھے چونکہ وہ ستائشی کلمات کافی طویل ہیں لہٰذا یہاں پر بوجہ خوف طوالت نقل نہیں کیے جا رہے ہیں کتاب کے آخر میں مکمل حدیث مبارکہ بمع عربی متن وتخریج ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال پر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تھا:
"ما خلقت أحدا أحب الى ان القى الله بمثل عمله منك"
یعنی (اے عمر) آپ نے اپنے بعد کسی کو ایسا چھوڑا کہ اس جیسے نامہء اعمال کی میں خواہش کروں۔
(مسند احمد، مسند على بن أبى طالب، جلد ١، صفحه ١١٢، رقم ٨٩٨)
(صحيح البخارى، باب مناقب عمر بن الخطاب، جلد ٢، صفحه ٦١١، رقم ٣٤٠٩)
(صحيح مسلم، باب من فضائل عمر، جلد ٢، صفحه ٥٨٩، رقم ٤٤٠٢)

سبحان اللہ، اللہ جل جلالہ نے کیا خوب دعا قبول فرمائی شیخین کی: واجعلنا للمتقین إماماً(۱) ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا کردے،

کہ انہیں تمام امت کا امام بنایا اور صحابہ جیسے متقین کو ان کی تقلید کا حکم فرمایا(۲) ذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم(۳)

آیت سابعہ: قال العزیز الحکیم تعالیٰ مجدہ:

﴿فإن الله هو مولاه وجبريل وصالح المومنين والملائكة بعد ذلك ظهير﴾(۴)

پس بے شک خدا اس کا مولا ہے اور جبریل اور مسلمانوں میں کے نیک اور فرشتے بعد اس کے مددگار ہیں۔

آیت کریمہ میں اکابر صحابہ مثل حضرت عبداللہ بن مسعود، وسلطان المفسرین عبداللہ بن عباس، وعبداللہ بن عمر، وابی بن کعب، وبریدۂ اسلمی، وابوامامہ باہلی، اور افاضل تابعین مثل سعید بن جبیر، ومیمون بن مہران، وعکرمہ، وخواجہ حسن بصری، ومقاتل بن سلیمان وغیرہم، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، "صالح المومنین" کو ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تفسیر کرتے ہیں، بلکہ

....

۱۔ سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۷٤

۲۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورکونین حضرت محمد ﷺ کا ارشاد والاشان ہے کہ "میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو"

(المعجم الاوسط، من اسمه علی، جلد ۳، صفحه ٤٧١، رقم ٣٨١٦)

(مسند الحمیدی، احادیث حذیفه بن یمان، جلد ۱، صفحه ٢١٤، رقم ٤٤٩)

(تثبیت الامامة لابی نعیم، صفحه ٥١، رقم الحدیث ٤٨)

۳۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (سورۃ الجمعہ، آیت ۴)

٤۔ سورة التحریم، آیت ٤

۔ طب ۔ مد ۔ خط ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: صالح المومنین ابوبکر وعمر،

اور اسی طرح حضرت ابو امامہ نے جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی:

قال کان أبی یقرؤھا: وصالح المومنین ابوبکر وعمر،

یعنی جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سید القراء ہیں اس آیت کو یوں پڑھتے: وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر، یہ لفظ ان کی قرأت میں داخل قرآن تھا۔ (۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کو فلاں امر کی کیا فکر ہے، اگر ایسا واقع ہوا تو اللہ آپ کے ساتھ ہے اور اسکے فرشتے اور جبریل ومیکائیل اور میں اور ابوبکر اور مسلمان آپ کے ساتھ ہیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے تصدیق فاروق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (۲)

....

۱۔ تفسیر در منثور، جلد ۱۰، صفحہ ۵۷، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤
تفسیر ثعلبی، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ۷، صفحہ ۵۳۷
تفسیر بحر العلوم، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ٤، صفحہ ۸۰۳
تفسیر سراج المنیر، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ٦، صفحہ ٤۱
تفسیر خازن، تفسیر سورۂ التحریم آیت ٤، جلد ۷، صفحہ ۱۲۱)
(المعجم الکبیر، جلد ۱۰، صفحہ ۲۰۵، رقم ۱۰٤۷۷)
(معجم ابن الاعرابی، جلد ۳، صفحہ ٤٤٤، رقم الحدیث ۱٤٤۰)
مجمع الزوائد، جلد ۷، صفحہ ۲٦۹، رقم الحدیث ۱۱٤۲۷
مستدرک للحاکم، جلد ۳، صفحہ ۷۳، رقم ٤٤۳۳

۲۔ تفسیر در منثور، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ۱۰، صفحہ ۵۷

اقول: پس بخوبی ثابت کہ صالح المومنین کا خطاب مستطاب رفعت مآب حضرات شیخین کو کرامت ہوا، اور اس سے وصف صلاح میں شیخین کی مزیت وتفوق کہ بالیقین موجب رفع درجات و کثرت ثواب ہے۔ بعینہ اسی طریقۂ استدلال سے ثابت جو کریمۂ ثالثہ بلفظ ''اولوا الفضل'' سے مسلوک ہوا۔ اسی لیے فاضل صوفی علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تیسیر شرح جامع صغیر'' امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی میں حدیث مذکور: '' صالح المومنین ابوبکر وعمر'' کی یوں شرح کی: أي هما أعلى المومنين صفةً وأعظمهم بعدالأنبياء قدرًا، انتهى

صالح المؤمنین کے یہ معنی کہ وہ دونوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب مسلمانوں سے اعلی ہیں نعت وصفت میں، اور انبیاء علیہم السلام کے بعد ان سب سے بڑے ہیں قدر و منزلت میں۔ (۱)

اس عبارت سے استدلال فقیر کی عجب تائید ہوگئی، فالحمدلله۔

آیت ثامنہ: قال الله سبحانه وتعالیٰ:

﴿قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون﴾ (۲)

تو کہہ کیا برابر ہیں وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے۔

آیت تاسعہ: قال تبارك وتقدس:

﴿يرفع الله الذين آمنوامنكم والذين أوتوا العلم درجات﴾ (۳)

بلند کرے گا اللہ تم میں سے ایمان والوں کو اور انہیں جو علم دیے گئے درجوں میں۔

اقول: والله يغفرلي، ان آیات طیبات سے ثابت کہ علم باعث فضل اور مثل ایمان موجب رفع درجات ہے، اور پھر ظاہر کہ زیادت سبب باعث زیادت مسبب، پس جس قدر علم بیش فضیلت افزوں، اور احادیث و آثار سے ثابت کہ جناب شیخین رضی

....

۱۔ فیض القدیر للمناوی، جلد ٤، صفحه ٢٥١، تحت رقم الحدیث ٤٩٨٥

۲۔ سورۃ الزمر، آیت ۹

۳۔ سورۃ المجادلہ، آیت ۱۱

اللہ تعالیٰ عنہما کے برابر صحابہ میں کسی کو علم نہ تھا، بلکہ اعلمیتِ صدیق تو قرآن عزیز سے ثابت، جیسا کہ ہم اس کے دلائل ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثانی کی فصل .....میں بسط کریں گے،فانتظر۔(۱)

....

۱۔ ''مطلع القمرین'' کا مکمل نسخہ چونکہ دستیاب نہیں ہوسکا جس کی وجہ سے زیرنظر نسخہ میں اعلمیت شیخین کی بحث موجود نہیں ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ زیربحث مسئلہ کو اختصار کے ساتھ حاشیہ میں آئمہ کرام کی تصریحات کی روشنی میں واضح کردیا جائے جس سے اہل علم حضرات کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ میں منفرد نہیں ہیں۔

تصریحات اکابرین اُمت

۱۔امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"وتقديمه له دليل على انه اعلم الصحابة واقرأهم"

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم (امامت کے لیے) کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صدیق اکبر تمام صحابہ سے زیادہ علم والے اور بہتر قاری تھے۔

(السيرة النبوية لابن كثير، جلد ٤، صفحه ٤٦٧)

(البداية والنهاية لابن كثير، جلد ٥، صفحه ٢٥٦)

۲۔حافظ ابن کثیر امام اشعری کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

"قلت : وهذا من كلام اشعرى رحمة الله عليه مما ينبغى اَن يكتت بماء الذهب"

میں کہتا ہوں کہ امام ابوالحسن اشعری کا یہ کلام سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

(السيرة النبوية لابن كثير، جلد ٤، صفحه ٤٦٧)

۳۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو امامت کروانے والی حدیث مبارکہ کا ترجمۃ الباب

"باب اهل العلم والفضل احق الامامة"

(صحيح البخاری، جلد ١، صفحه ٣٢١، باب ٤٦، رقم الحديث ٦٧٨)

۴۔امام ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح بخاری میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے

بعد امام ابوبکر بن السمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ
''حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت اور اعلمیت پر اہل سنت کا اجماع ہو چکا ہے۔''

(فتح الباری لابن رجب، جلد ۱، صفحہ ۷۱۱، تحت رقم الحدیث، ٦٧٨)

۵۔ امام محمد بن عبد الهادی السندی المدنی صحیح البخاری کے حاشیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت والی حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"أن امره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بامامة أبى بكر بناء على أنه كان اعلم و افضل من غيره"

کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کروانے کا حکم اس بنا پر تھا کہ آپ تمام صحابہ سے اعلم و افضل تھے۔''

(حاشية السندى على صحيح البخارى، تحت باب اهل العلم والفضل احق بالامامة، جلد ۱، صفحه ۱۱۹)

٦۔ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الھام (التوفی: ۸٦۱ھ) نے فتح القدیر میں ''امامت ابوبکر صدیق'' سے اعلمیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر استدلال فرمایا ہے۔

(فتح القدير، باب الامامة، جلد۱، صفحه ۳۱۱)

۷۔ امام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی (التوفی: ۷۴۳ھ) نے بھی تبیین الحقائق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت سے آپ کی اعلمیت پر استدلال فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:

"وكان ابوبكر الصديق اعلمهم"

اور حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔

(تبيين الحقائق، باب الحق بالامامة، جلد ۱، صفحه ٤١٣)

۸۔ امام شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس (التوفی: ۱۰۲۱ھ) نے بھی حاشیہ الشلبی میں اس موقف کو برقرار رکھا ہے۔

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق و حاشية الشلبى، باب الاحق بالامامة، جلد ۱، صفحه ۲۲۷)

۹۔ امام عبد العلی محمد فرنگی محلی نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت سے آپ کے عالم

بالسنۃ پر استدلال فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے عالم تھے۔''

(ارکانِ اسلام، نماز با جماعت کا بیان، صفحہ ۲۸۲، مترجم)

۱۰۔ علامہ بدرالدین العینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

"فیه دلیل أن ابابکر اعلم الصحابة"

اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے۔

(عمدة القاری، باب الخوخة والممرفی المسجد، جلد ٤، صفحه ٢١٣)

۱۱۔ امام ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

"ان ابابکر اعلم الصحابة لان ابا سعيد شهد له بذلك بحضرة جماعتهم ولم ينكر ذلك عليه احد۔"

حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ کرام سے زیادہ عالم تھے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے سامنے آپ کی اعلمیت تسلیم کی اور کسی بھی صحابی نے انکار نہیں کیا۔

(شرح صحيح بخاری لابن بطال، کتاب الصلاه، جلد ٢، ص ١١٥)

۱۲۔ امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ان ابابکر الصديق اعلم الصحابة لانهم كلهم وقفوعن فهم الحكمة من المسألة الا هو ثم ظهرلهم بمباحثته لهم ان قوله هو الصواب، فرجعو اليه۔"

''کہ حضرت ابوبکر صحابہ رضی اللہ عنھم میں سب سے زیادہ صاحبِ علم تھے۔ کیونکہ سوائے آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھ سکا پھر بحث وتمحیص کے بعد ان (صحابہ کرام) پر واضح ہوا کہ آپ کی بات صحیح ہے اور انہوں نے آپ کی طرف رجوع کیا۔

(تهذيب الاسماء واللغات للنوی، جلد ١، صفحه ٧٦٠)

۱۳۔ امام خلیل بن کیکلای العلائی اجمال الاصابۃ میں لکھتے ہیں کہ:

"ان ابابكر رضى الله كان اعلم الصحابة رضى الله عنهم بالسنة"

کہ حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ کرام سے زیادہ عالم بالسنۃ تھے۔

(اجمال الاصابة، المرتبة الثالثة فی قوله کل واحد من الخلفاء الاربعة اذا انفرد صفحه ۵۳)

۱۴۔امام احمد بن محمد بن اسماعیل المرادی النحاس ابوجعفر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ

"فضل أبی بکر رضی الله عنه وانه اعلم الناس بعد رسول الله باحکام الله عزوجل و شرائع بیه علیه السلام لانه اجاب عمر رضی الله عنهما بمثل جواب رسول الله"

''حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے احکام اور نبی کریم علیہ السلام کی شریعت کے جاننے والے ہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل جواب ارشاد فرمایا۔

(الناسخ والمنسوخ للخاس، صفحه ۷۳۳)

۱۵۔علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

"وکان اعلم الصحابة باتفاق الصحابة کما قال ابو سعید الخدری وکان ابوبکر رضی الله عنه أعلمنا"

حضرت ابوبکر صدیق باتفاق صحابہ سب سے زیادہ علم والے تھے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

(اغاثة اللهفان، جلد ۲، صفحه ۱۲۳)

۱۶۔امام ابواسحاق الشیر ازی فرماتے ہیں۔

"کان من اعلم الصحابة قدمه رسول الله صلی الله علیه وسلم للصلاة بالناس فی حیاته"

حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں ہی لوگوں کی امامت کے لیے آپ کو آگے کردیا تھا۔

(طبقات الفقهاء، ذکر ابوبکر الصدیق، صفحه ۳۶)

۱۷۔امام ابن عابدین لکھتے ہیں کہ:

"وهو اعلم الصحابة وافضلهم"

حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ عالم اور افضل تھے۔

....

(ردالمحتار، فعل فی العصبات، جلد ٤، صفحه ٥١١)

۱۸۔امام ابن المنذر رایک حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :

"فیه دلیل علی أن ابابکر کان اعلم الناس باحکام الله، واحکام رسوله صلی الله علیه وسلم و دینه بعد نبی الله صلی الله علیه وسلم۔"

یعنی حضرت ابوبکر صدیق کا نبی کریم علیہ السلام کے جواب کے مثل جواب دینا اسبات کی دلیل ہے کہ آپ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد احکامِ الٰہی اور احکامِ نبوی اور دین میں سب لوگوں سے زیادہ علم والے تھے۔

(الاوسط لابن المنذر، جلد ٣، صفحه ٢٣٣، تحت رقم الحدیث ٣٣٢٤)

۱۹۔علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

''روایات مذکورہ بالا سے حضرت صدیق اکبر کا اشجع الصحابۃ اور اعلم الصحابۃ ہونا ثابت ہے۔''

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، صفحہ ۲۹)

۲۰۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ فتاوی عزیزی میں فرماتے ہیں کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے کہیں زیادہ تھا اور اسی پر فتاوی کو قیاس کرنا چاہیے اور ایسا ہی حال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔

(فتاوی عزیزی، مترجم، صفحہ ۳۷۷)

۲۱۔حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابۃ میں افضل و اعلم تھے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کے لیے (؟؟؟؟؟؟)

۲۲۔شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدنا حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ میں افضل و اعلم تھے اسی لیے حضور نے امامت کیلئے ان کا انتخاب کیا۔''

(فیوض الباری، جلد ۲، صفحہ ۳۱۵)

۲۳۔شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ :

''تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل سب سے زیادہ تھا۔''

آیت عاشرہ: قال جلت الاؤہ :

﴿للفقرآء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله أولئك هم الصادقون﴾

ان فقیروں ہجرت کرنے والوں کے لیے جو نکالے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے خدا کے فضل و رضامندی کی تلاش اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے وہ لوگ ہیں سچے۔

آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ مہاجرین کے سچے راستگی ہونے کی گواہی دیتا ہے اور مہاجرین کا تفضیل شیخین پر اجماع ہے۔(۱)

....

(نعمة الباری شرح صحیح البخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۵۵، تحت رقم الحدیث، ۶۷۸)

۲۱۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

"جناب صدیق اکبر تمام صحابہ اور اہل بیت سے بڑے عالم، بہت ذکی وفہیم اور سب سے زیادہ مزاج شناسِ رسول تھے اسی لیے حضور انور نے اپنے مصلے پر آپ کو کھڑا کیا۔ امام وہی بنایا جاتا ہے جو سب سے بڑا عالم ہو سارے صحابہ میں آپ سب سے بڑے عالم تھے۔"

مرأة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۸، صفحہ ۲۷۵، کرامات کا بیان)

۱۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"ما اختلف أحد من الصحابة والتابعين فی تفضیل أبی بکر و عمر تقديمها علی جمیع الصحابة"

"یعنی صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے باقی صحابہ پر افضل ہونے میں اختلاف نہیں کیا۔

(الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد علی مذهب السلف واصحاب الحديث صفحه ۳۶۹)

کم کوئی مہاجری ہوگا جس نے افضلیتِ ابی بکر و عمر تصریحاً یا تلویحاً ارشاد نہ فرمائی ہو وسترى ذلك إن شاء الله تعالىٰ۔ (۱)

اقول: وربي غفار الذنوب، تحریر دلیل یہ ہے کہ صادق مطلق (۱) بے تقیید قول دون

(۱) مطلق، قید اطلاق اس غرض سے کہ اطلاق صدق مقید کو صدق واحد مصحح ہے مثلاً جو ہمیشہ جھوٹ بولے اور عمر بھر میں ایک بات مطابق واقع کہے اسے اس بات میں سچا ہی کہیں گے، کما قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "إن الكذوب قد يصدق۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''شیخین کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے چنانچہ بڑے بڑے آئمہ کی ایک جماعت نے جن میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس بات کو نقل کیا ہے۔''

(مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶، صفحہ ۵۸۶)

مزید براں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ:

''صحابہ و تابعین کا اس پر اجماع ہے کہ اُمت میں افضل حضرت ابو بکر اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔''

(قرۃ العینین، مسلک سوم، صفحہ ۲۶)

اسی طرح امام الاولیاء حضرت میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''پس جب کہ صحابہ کا اجماع جو نبیوں کا وصف رکھتے ہیں اس امر پر ہوا کہ شیخین کو فضیلت حاصل ہے اور مولا علی رضی اللہ عنہ خود بھی اس اجماع سے متفق اور اس میں شریک ہیں تو تفضیلی اپنے اعتقاد میں ضرور غلطی پر ہیں۔'' (سبع سنابل، پہلا سنبلہ، صفحہ ۷۳)

اس مسئلہ کو تحقیق کے ساتھ مطالعہ فرمانے کے لیے مولانا ہاشم سندھی کی کتاب ''الطریقۃ المحمدیۃ فی حقیقۃ القطع بالافضلیۃ'' کا مطالعہ فرمائیں یہ کتاب انشاء اللہ العزیز جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ رہی ہے۔

۱۔ ان شاء اللہ عنقریب تو اسے دیکھے گا۔

قول کا اطلاق اسی پر کیا جائے گا جو اپنی ہر بات میں سچا ہو، اور اطلاق کاذب کے لیے دروغ واحد کا ارتکاب کافی، جیسے عدالت کہ ایک گناہ اس کا مزیل اور فسق کا مثبت، پس جب کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مہاجرین کا نام صادقین رکھا تو بالضرور وہ اپنے ہر کلام میں سچے ہیں، اور تفضیلِ شیخین ان کے کلام سے ثابت۔ پس قرآن اس کی حقیقت پر شاہد۔

وبمثل هذا استدل الحسن البصري كمافي الكبير للامام وأبوبكر بن أبى عياش كماعندالخطيب البغدادى وهما كماترى من أجلة العلماء...... على حقية خلافة الصديق فإنهم اطبقوا على قولهم له ياخليفة رسول الله ﷺ سماهم صادقين فلزم أن يكونوا صادقين فيما أطلقوا عليه وهو استنباط حسن قاله ابن كثير، وكذا أقره عليه العلامة ابن حجر في صواعقه وغيره في غيرها۔ (۱)

۱۔ اس کی مثل حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا ہے جیسا کہ امام کبیر میں ہے اور ابوبکر بن عیاش نے استدلال کیا جیسا کہ خطیب بغدادی نے نقل کیا یہ دونوں جیسا کہ تم جانتے ہو بڑے علماء میں سے ہیں خلافتِ صدیقی کی حقیقت پر کہ مہاجرین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کہنے پر اتفاق کیا اللہ نے ان کا نام صادقین رکھا ہے پس لازم ہے کہ وہ اپنے اس کہنے میں بھی سچے ہوں یہ ایک اچھا استنباط ہے جس کو ابن کثیر نے بیان کیا ہے اور علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ کے اندر اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتب کے اندر اس کو برقرار رکھا ہے۔

اقول: بمثل هذا ''امام جلال الدین سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں لکھا کہ:

”وقد استنبط جماعة من العلماء خلافة الصديق من آيات القرآن فاخرج البيهقى عن الحسن البصرى فى قوله تعالىٰ (ياايها الذين امنو من هرتدمنكم عن دينه......الخ) قال هو والله ابوبكر واصحابه“

یعنی علماء کے ایک گروہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت دیا ہے۔ امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بصری نے اس آیت سے استنباط کیا ہے۔

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو پرواہ نہیں کیونکہ عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا کہ اللہ ان سے اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔)“ (سورۃ المائدۃ، آیت ۵۴)

اقول: ولكن عليك بتلطيف القريحة لعل الله يحدث بعد ذلك أمرًا، والله أحاط بكل شيء خبرا۔ (۱)

تنبیہ الختام: اے عزیز! دیکھا تو نے کہ آیات قرآنیہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو زور وشور سے ثابت فرما رہی ہیں اور ان کی افضلیت مطلقہ کا منشور کس شد و مد سے سنا رہی ہیں، اگر دعویٰ اسلام میں سچا ہے تو سوا تسلیم کے کیا چارا ہے، قرآن کے حضور اپنی عقل کو دخل دینا یا نفسانی خواہشوں اور طبعی رغبتوں پر کار بند ہونا کیسی ناسزا بات ہے۔ قرآن کے آگے کوئی منتہٰے نہ اس سے بڑھ کر کوئی مقتدیٰ، ہر ہر حرف اس کا مسلمانوں کا ایمان ہے ﴿لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه﴾ (۲) اس کی شان ہے، وہ خود فرماتا ہے: ﴿وما اختلفتم في شيء فحكمه إلى الله﴾ (۳) جس چیز میں تم مختلف ہو اس کا فیصلہ خدا کی طرف ہے۔

حضرت حسن بصری نے فرمایا واللہ وہ ابوبکر اور ان کے اصحاب ہی تھے۔

(تاریخ الخلفاء، الاحادیث المشیرہ ابی خلافتہ و کلام الائمۃ فی ذلک صفحہ ۵۸)

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

(تفسیر ابن أبی حاتم، جلد ۵، صفحہ ۱۳، رقم ۶۵۷۲)

(تفسیر بحر العلوم، جلد ۱، صفحہ ۴۸۴، تفسیر سورۃ مائدہ، آیت ۵۴)

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۳۵، تفسیر سورۃ مائدہ، آیت ۵۴)

(تفسیر النسفی، جلد ۱، صفحہ ۲۹۳، تفسیر سورۃ مائدہ، آیت ۵۴)

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں سورۃ التوبہ آیت ۶۰ سے خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر استشہاد فرمایا ہے۔ (اللہ و رسولہ اعلم بالصواب)

۱۔ تجھ پر لازم ہے کہ پہلے حصے کی لطافت کو دیکھے شاید کہ اللہ عز و جل تیرے لیے کسی امر کو پیدا فرمائے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

۲۔ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

(سورہ حم السجدۃ، آیت ۴۲)

۳۔ سورۃ الشوری، آیت ۱۰

واعجباه! جب خدا ہی کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا تو کیا کوئی اور حکم و حاکم تلاش کر رکھا ہے۔ ﴿ألاله الحكم وإليه ترجعون﴾(۱) ﴿أليس الله بأحكم الحاكمين﴾(۲)

....

۱۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ (سورۃ القصص، آیت ۸۸)

۲۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہیں۔ (سورہ التین، آیت ۸)

الفصل الثالث

فی الاحادیث النبویۃ والبوارق المصطفویۃ

علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتحیۃ

واضح ہو کہ احادیث مرفوعہ اثبات تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ایسی کثرت محدودہ پر نہیں جن کے استقصاء واستیعاب کی طرف دست طمع دراز کیا جائے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثانی میں ایک جم غفیران میں سے ذکر کر کے استنزال رحمت الٰہی کریں گے۔

قولاً وفعلاً سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر طرح بوضاحت تمام روشن وآشکار فرمادیا کہ جو رتبہ شیخین کا دربارِ الٰہی وبارگاہ رسالت پناہی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام میں ہے کسی کا نہیں (۱) اور جس جلالت شان ورفعت مکان پر یہ سرفرازی ان کو حاصل کسی کو میسر ومہیا نہیں۔ ہم یہاں صرف دانہ از خرمن وغنچہ از گلشن کے قبیل سے ان معدود حدیثوں پر اقتصار کرتے ہیں جو افادہ مقصود میں اصرح واوضح واجلی واسنی، اور نظر وفکر وتمہید مقدمات وترتیب دلائل وتکثیر مباحث سے اغنٰی ہیں۔ یا وہ جو فصول آتیہ باب ثانی کے مقاصد سے جدا ہیں۔

....

۱۔ جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

"ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبین والمرسلین خیر من ابی بکر و عمر"

(کتاب الثقافت لابن حبان، جلد ۷، صفحہ ۹۴، باب العین، رقم ۹۱۵٦)

ناظرین والاتمکین ہنگام مطالعہ اس فصل اور تمام فصول آتیہ کے اس طرف بھی ضرور لحاظ رکھیں کہ ان دلائل وبینات سے افضلیت شیخین کا نقش اس معنی پر کرسی نشین ثبوت ہوتا ہے جو ہم تبصرات مقدمہ میں تقریر کرآئے ـــ یا وہ خیالات خام نضج تام پاتے ہیں جو حضرات سنفضیہ نے حرارت جوش اوہام میں پکائے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ اس تقریر سے غفلت ہو اور ہمیں ہر دلیل پر شانہ ہلانے، خواب سے جگانے کی ضرورت ہو، اور یہ بھی سن رکھا چاہیے کہ ہم کہ اس وقت مقام تحدیث میں ہیں، ہمارے نزدیک وہ مضمون جسے چند صحابیوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بالفاظ متقاربہ خواہ متحدہ روایت کیا چند حدیثیں ہیں مگر ہر صحابی کی روایت جداگانہ ذکر کرنا منجر بہ تطویل، لہٰذا ہم غالباً نظم حدیث کے ذکر میں باتباع فقہا ایک ہی لفظ پر اقتصار رکھیں گے، اور شمار احادیث کے لئے ہندسہ جداگانہ کی علامت اختیار کریں گے۔

اب کہ اس تمہید سے فراغت پائی ـــ ہاں اب اکناف عالم میں ندائے دلنواز کیجیے، اور اطراف زمین میں صدائے جان گداز دیجیے، وہ دل نواز ندا جس سے اربابِ رشاد کے دلوں کی کلیاں کھل جائیں، اور وہ جان گداز صدا جس سے اصحابِ عناد کے جگر ہل جائیں، وہ دل نواز ندا کہ ابر بہاری بن کر چمن ہدایت میں پھول برسائے، اور وہ جاں گداز صدا کہ گرجتی امنڈ کر خرمن ضلالت پر بجلیاں گرائے، وہ دل نواز ندا جس میں اہل حق کے لیے فرحت ابدی کے سامان نکلیں، اور وہ جاں گداز صدا جس سے ابنائے باطل کے کلیجے چار چار ہاتھ اچھلیں، کہ ہاں اے بلبلانِ گلہائے باغِ رسالت، وچاشنی خواہانِ شہدِ شیریں نبوت، سر جھکائے، آنکھیں بند کیے، لب خاموش، سب فراموش، یہاں حاضر ہو۔ اے اہل بزم! ہمہ تن گوش سراپا ہوش محو ومدہوش بن جاؤ، خبردار کہ صدائے انفاس بھی تند ظاہر ہو! کہ اس وقت اس بادشاہِ عرش بارگاہ کا فرمان واجب الاذعان پڑھا جاتا ہے کہ فرش تا عرش وسمک تا سماک جس کے زیر نگین، وہ تاجدار والا اقتدار جس کے سوا جہان وجہانیاں میں کوئی حاکم نہیں۔ وہ پاک ستھرا کلام جس کے سننے کو مرغان اولی اجنحہ پر ڈالے، ہوش سنبھالے، سر بجیب ودم بخود، تصویر بے جان ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جانفزا پیارا سخن جسے سن کر مریضان جاں بلب، وتلخ عیشان اجل طلب، شفائے تازہ وحیات بے اندازہ پاتے ہیں۔

طوبیٰ طوبیٰ ہزار طوبیٰ اس خوش نصیب کو جو اس کے حضور گردن اذعان خم کرے اور وائے مصیبت وبلا وآفت اس حرمان مقدر کی جو اس سے سرتابی کر کے اپنی جان زار پر جفا وستم کرے:

ألافاستمعوا وأنصتوا وآمنوا واذعنوا لعلكم ترحمون، فبسم الله وبالله وتوكلا على الله وإلىٰ الله ترجعون۔(۱)

حدیث اول:

امام ہمام، جبل الحفظ، بحرطام، علامۃ الوری، صاحب کتاب المصطفی ﷺ، امیرالمومنین فی الحدیث سیدنا محمد بن اسماعیل بخاری اور حافظ اجل حبرِ اکمل ابوداؤد سلیمان بن اشعث سنجری سجستانی اور محدثِ کبیر عالم خبیر ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باسانید خودہا حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

وهذا لفظ الطبراني وهو أصرح في الرفع قال: كنا نقول ورسول الله ﷺ حي: أفضل هذه الأمة بعد نبيها ﷺ أبوبكر وعمرو عثمان فيسمع ذلك رسول الله ﷺ فلاينكره(۲)

۱۔ خبردار کان لگا کر سنو اور خاموش رہو اور ایمان لاؤ اور یقین رکھو یہ امید کرتے ہوئے کہ تم پر رحم کیا جائے اللہ کے نام سے اللہ سے مدد چاہتے ہوئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔"

۲۔ المعجم الكبير، من اسمه عبدالله بن عمر، جلد ۱۲، صفحه ۲۸۵، رقم ۱۳۱۳۲، مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحه ۴۹، رقم الحديث ۱۴۳۸۵

مذکورہ بالا متن کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ صرف ان دو کتب میں ہی مروی ہے اس کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ "فيسمع ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا ينكره" کے متن کے علاوہ کئی کتب حدیث میں موجود ہیں جن میں سے چند کتب کے ذیل میں حوالہ جات دیئے جارہے ہیں۔

السنن لابی داؤد، باب فی التفضيل، جلد ۲، صفحه ۷۱۱، رقم ۴۰۱۲

مسند الحارث، باب فيما اشترك فيه ابوبكر وغيره من الفضل، ج ۱، ص ۳۲۴،

معجم ابن الاعرابی، جلد ۱، صفحه ۲۲۳، رقم الحديث ۴۷۴

اتحاف الخيرة المهرة للبوصيرى، كتاب علامات النبوة، جلد ۳، ص ۱۵۹، رقم ۶۵۶۶

یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کہا کرتے افضل اس امت کے بعد اس کے نبی ﷺ کے ابوبکر و عمر و عثمان ہیں پس یہ بات رسول اللہ ﷺ کے سمع اقدس تک پہنچتی اور حضور انکار نہ فرماتے۔

حدیث دوم ۲:

عبد بن حمید اپنی مسند، اور ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیسابوری صحیح مستدرک، اور حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں، اور حافظ محمود بن النجار بہ چند طرق اسناد سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ماطلعت الشمس ولاغربت علی أحد أفضل من أبی بکر إلا أن یکون نبیا۔

نہ طلوع کیا آفتاب نے اور نہ غروب کیا کسی شخص پر جو ابوبکر سے افضل ہو سوا نبی کے (۱)

فائدہ:

یہاں دو امر قابل لحاظ جو اس حدیث اور اس کے ماورا میں اکثر بکار آمد ہوں گے۔

اولاً: بلغا کا قاعدہ ہے جب کسی شے کی نفی کلی مقصود ہوتی ہے اسے اسی قسم الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ آفتاب ایسی چیز پر طالع نہ ہوا — یا اس پر طلوع و غروب نہ کیا — یا زیر سایہ آسمان ایسا کوئی نہیں۔ یا وجہ ارض اس سے خالی ہے۔ یا زمین نے نہ اٹھایا اور فلک نے سایہ میں نہ لیا کسی ایسے کو۔ یا دن نہ چمکا اور رات نہ تاریک ہوئی اس پر۔ اور مقصود ان سے بطریق اثبات لازم بثبوت ملزوم، خواہ یوں کہیے کہ نفی ملزوم بانتفاء لازم، وہی سلب مطلق و عدم عام ہوتا ہے۔ پس حاصل یہ کہ زمانۂ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آج تک بعد انبیاء و مرسلین کے کوئی شخص ابوبکر سے افضل پیدا نہ ہوا۔

....

۱۔ مسند عبد بن حمید، جلد ۱، صفحہ ۱۰۱، رقم الحدیث ۲۱۲
فضائل الصحابۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۲، رقم الحدیث ۵۰۸
اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری، جلد ۳، صفحہ ۱۴۹، رقم ۶۵۴۱
حلیۃ الاولیاء، من اسمہ عطا بن أبی رباح، جلد ۳، صفحہ ۳۲۵

ثانیاً: عرف دائر و سائر ہے کہ معنی تفضیل کو نفی افضل کے پیرایہ میں ادا کرتے ہیں، کہتے یہ ہیں کہ فلاں شخص سے کوئی افضل نہیں اور مراد یہ کہ نہ اس سے کوئی بہتر نہ اس کا کوئی ہم سر، بلکہ وہی سب سے خیر و برتر، اور شاید سر اس میں یہ ہے کہ مساوات تامہ کلیہ حقیقیہ دو شخصوں میں کہ ہر وصف و ہر نعت و ہر خوبی و ہر کمال میں کانٹے کی تول ایک سانچے کی ڈھال ہوں از قبیل محال عادی، پس نفی افضل افادۂ مقصود میں کافی۔ تو معنی حدیث یہ ہوئے کہ تمام جہاں میں انبیاء و مرسلین کے بعد نہ کوئی صدیق سے افضل، نہ کوئی ان کا مثل و مثیل، بلکہ وہی سائر مخلوق سے افضل۔

حدیث سوم ۳:

طبرانی سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماطلعت الشمس على أحدمنكم أفضل من أبى بكر (١)

تم میں کسی ایسے پر آفتاب نہ نکلا جو ابو بکر سے افضل ہو۔

....

١۔ المتفق والمفترق للخطيب بغدادى، من اسمه اسماعيل بن زياد الأبلى، جلد ١، صفحه ۵۱۷، رقم ۱۸۱

الكامل فى ضعفاء الرجال، من اسمه عكرمه بن عمار، جلد ٥، صفحه ٢٧٦

مجمع الزوائد، باب جامع فى فضله، جلد ٩، صفحه ٢٤، رقم ١٤٣١٥

تاريخ الخلفاء للسيوطى، بيان أنه افضل الصحابة و خيرهم، صفحه ٤٤

اقول: یہ حدیث مبارکہ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں طبرانی کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے لیکن امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب میں راقم کو یہ حدیث نہیں مل سکی اس کے علاوہ یہ ہی حدیث مبارکہ تبدیلی متن کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

"عن أبى الدرداء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما طلعت الشمس ولا غربت على احدا افضل أو أخير من أبى بكر الا أن يكـ

فائدہ: اس حدیث کے لیے شواہد کثیرہ ہیں اور حافظ عماد الدین بن کثیر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا۔

حدیث چہارم ۴:

طبرانی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

إن رسول الله ﷺ قال: إن روح القدس جبريل أخبرني أن خير أمتك بعدك أبوبكر (١)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بے شک روح القدس جبریل نے مجھے خبر دی کہ بہتر آپ کی امت کے بعد آپ کے ابوبکر ہیں۔

....

(مسند عبد بن حميد، مسند أبي الدرداء، صفحه ١٠١، رقم ٢١٢)

(فضائل الصحابه للامام احمد بن حنبل، صفحه ٣٥٢، رقم ٥٠٨)

جب کہ ایک جگہ پر مندرجہ ذیل متن کے ساتھ موجود ہے۔

"قال رسول الله ابوبكر الصديق خير اهل الارض الا أن يكون نبی الامؤمن آل ياسين ولا مؤمن آل فرعون"

(حديث خيثمه، باب اسلام أبي بكر، صفحه ١٣٢)

اور ایک اور مقام پر یوں موجود ہے۔

"أن الشمس لم تشرق على أحد أو تغب خير من أبي بكر الا النبين والمرسلين"

(حديث خيثمه، باب اسلام أبي بكر، صفحه ١٣٣)

(فضائل الخلفاء الراشدين لابی نعيم، صفحه ١٦، رقم ١٠)

١۔ مسند الفردوس، جلد ٤، صفحه ٧٠، رقم الحديث ٦٢١٦

الفتح الكبير للسيوطی، جلد ٣، صفحه ٨٩، رقم الحديث ١٠٦٥٦

كنز العمال، جلد ١١، صفهح ٥٤٦، رقم الحديث ٣٢٥٦٤

حدیث پنجم ۵:

طبرانی معجم کبیر اور احمد بن عدی کامل میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور خیر البشر علیہ الصلوۃ والتحیہ فرماتے ہیں:

أبو بكر خير الناس إلا أن يكون نبيًا(۱)

ابوبکر سب آدمیوں سے بہتر ہیں سوا انبیاء کے۔

حدیث ششم ۶:

حاکم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماصحب النبيين والمرسلين ولا صاحب ياسين أفضل من أبى بكر (۲)

یعنی انبیاء ومرسلین کے جس قدر صحابی ہیں اور صاحب یاسین (یعنی حبیب نجار جن کا قصہ حق سبحانہ نے یاسین شریف میں ذکر فرمایا اور ان کا جنتی اور مکرم ہونا بیان کیا) ان میں کوئی صدیق سے افضل نہیں۔

حدیث ہفتم ۷:

دیلمی مسند الفردوس میں جناب امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی حضور اکرم الاکرمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

....

۱۔الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى، حديث:۱٤۱۲،

۲۔ تاريخ دمشق لابن عساكر، من اسمه عبدالرزاق بن أبى الغارات، جلد ٦٢، صفحه ٤٢٧، سبل الهدى والرشاد، جلد ۱۱، صفحه ۲٤۷

الصواعق المحرقه، الفصل الثالث فى ذكر فضائل أبى بكر، صفحه ۲۱۹

أتـانـی جبریل فقلت: من یهاجر معي؟ قال: أبوبکر وهویلی أمر أمتك من بعدك وأفضل أمتك(۱)

یعنی جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام میرے پاس آئے، میں نے کہا: میرے ساتھ مدینہ طیبہ کو کون ہجرت کرے گا، عرض کیا: ابوبکر، اور وہ والی ہوں گے امر امت کے بعد حضور کے، تمام امت سے افضل ہیں۔

حدیث ہشتم ۸:

ابن عساکر حضرت مولیٰ المسلمین اسد اللہ الغالب اور حواری رسول اللہ ﷺ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور افضل الانبیاء علیہ افضل التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں: خیر أمتي بعدي أبوبکر وعمر(۲)

بہترین امتِ محمد ﷺ بعد میرے ابوبکر و عمر ہیں۔

حدیث دہم ۱۰:

حاکم کنی اور ابن عدی کامل اور خطیب تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت خیر البریہ علیہ الصلوۃ والتحیہ کا ارشاد ہے:

أبـوبـکـر وعـمـر خیـر الأولیـن والأخـریـن وخیر أهل السموات وخیر أهل الأرضین إلا النبیین والمرسلین(۳)

ابوبکر و عمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے اور بہتر ہیں سب زمین والوں کے سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔

....

۱۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، من اسمه عبید بن احمد بن عبید، جلد ۳۸، ص ۱۶۸، مسند الفردوس للدیلمی، جلد ۱، صفحه ٤٠٤، رقم ۱٦۳۱

کنز العمال، جلد ۱۱، صفحه ٥٥۱، رقم ۳۲٥۸۸

۲۔ کنز العمال، فضائل ابوبکر وعمر، حدیث: ۳۲٦٦٠

۳۔ جمع الجوامع، حرف الهمزه، حدیث ۱۲٤

حدیث یازدہم ۱۱:

ترمذی نے جامع اور ابن ماجہ نے سنن اور عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں روایت کی:

وهذی روایة ابن الإمام عن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب كرم الله تعالیٰ وجوههم قال حدثنی ابی عن ابیه عن علی قال: كنت عند النبی ﷺ فاقبل أبوبكر وعمر فقال :یاعلی هذان سیدا كهول أهل الجنة وشبابها بعد النبیین والمرسلین (۱)

یعنی حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت حسن بن زید فرماتے ہیں: مجھے میرے پدر بزرگوار حضرت زید بن حسن نے اپنے والد ماجد حضرت امام حسن انہوں نے حضرت امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے تحدیث کی کہ جناب مرتضوی نے فرمایا: میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر وعمر سامنے سے آئے، حضور نے ارشاد فرمایا: اے علی یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے، بعد انبیاء ومرسلین کے۔

فائدہ: یہی مضمون ترمذی نے جامع اور ابویعلی نے مسند (۲)
اورضیا نے مختارہ میں حضرت انس بن مالک (۳)

....

۱۔ السنن للترمذی، باب فی مناقب ابی بکر و عمر، جلد ۲، صفحه ۴۱۷، رقم ۳۵۹۷
السنن لابن ماجه، باب فضل أبی بکر الصدیق، جلد ۱، صفحه ۱۰۵، رقم ۹۲
مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، صفحه ۳۸۹، رقم ۶۰۲
مسند البزار، جلد ۳، صفحه ۱۶، رقم الحدیث ۷۴۹

۲۔ مسند أبی یعلی، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، صفحه ۴۰۵، رقم ۵۳۳

۳۔ الاحادیث المختاره للمقدسی، جلد ۱، صفحه ۶۷۹، رقم الحدیث ۳۲۲۶۰

اور ابن ماجہ نے سنن میں حضرت ابوجحیفہ (۱)

اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابوسعید خدری رضي الله تعالیٰ عنهم أجمعين سے روایت کیا۔ (۲)

ترمذی حدیث انس کی تحسین کرتے ہیں (۳)

تیسیر میں ہے: حدیث علی کے رجال، رجال صحیح ہیں (۴)

اور بعض علمائے متأخرین نے اسے متواترات سے شمار کیا۔

حدیث شانز دہم ۱۶:

دار قطنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

من طريق ابن جريج عن عطاء عنه أن النبي ﷺ رأى أبا الدرداء يمشي أمام أبي بكر فقال: تمشي قدام رجل ماطلعت الشمس على خيرمنه (۵)

....

۱۔ السنن لابن ماجه، باب فضل أبي بكر الصديق، جلد ۱، صفحه ۳۸، رقم ۱۰۰

۲۔ الطبراني في المعجم الاوسط (عن جابر بن عبدالله)، من اسمه مقدام، جلد ۸، صفحه ۳۴۰، رقم الحديث ۸۸۰۸

الطبراني في المعجم الاوسط (عن أبي سعيد الخدري)، من اسمه عبدالله، جلد ۴، صفحه ۳۵۹، رقم الحديث ۴۴۳۱

۳۔ امام ترمذی اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه"

یہ حدیث حسن غریب ہے اس طریق سے

(سنن ترمذی، باب فی مناقب أبي بكر و عمر، جلد ۲، صفحه ۴۱۷، رقم ۳۵۹۷)

۴۔ امام مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں:

"ورجاله رجال الصحيح"

(التيسير بشرح جامع الصغير للمناوى، حرف الهمزه، جلد ۱، صفحه ۳۴)

۵۔ العلل الواردة في الاحاديث النبويه للدارقطني۔ جلد ۱، صفحه ۵۸۹، رقم ۳۲۷۰

وأخرج ـعم ـفلـم يذكر اسم من مشى أمامه و اللفظ عنده: تمشي بين يدی من هوخيرمنك۔

وذكر ـصوـ عن أبى الدرداء قال: رأنی رسول الله ﷺ وأنا أمشى أمام أبى بكر، قال: ياأبا الدرداء، تمشي أمام من هو خير منك، ماطلعت الشمس ولاغربت على أحد بعد النبيين والمرسلين أفضل من أبى بكر(۱)

قال ومن وجه آخر: أتمشي بين يدی من هوخير منك، فقلت: يارسول الله، أبوبكر خير مني؟ قال: ومن أهل مكة جميعًا، قلت: يارسول الله، أبوبكر خير مني ومن أهل مكة جميعا؟ قال: ومن أهل المدينة جميعًا، قلت: يارسول الله، أبوبكر خيرمني ومن أهل الحرمين؟ قال: ماأظلت الخضراء ولاأقلت الغبراء بعد النبيين والمرسلين خيراً وأفضل من أبى بكر(۲)

....

۱۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ مندرجہ ذیل کتب میں مروی ہے۔

مسند عبد بن حميد، مسند أبى الدرداء رضى الله عنه، صفحه ۱۰۱، رقم ۲۱۲

فضائل الخلفاء الراشدين لابى نعيم، جلد ۱، صفحه ۱۵، رقم ۹

امالى ابن بشران، جلد ۱، صفحه ۱۲۵، رقم الحديث ۵۸۹

فضائل الصحابة للامام احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحه ۳۵۲، رقم ۵۰۸

۲۔ الصواعق المحرقه لابن حجرمکی، باب فی التخيير والخلافة، صفحه ۷۱۱

خلاصہ محصل روایات یہ کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کے آگے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا: تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جس سے بہتر پر آفتاب نے طلوع نہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے: تو اس کے آگے چلتا ہے جو تجھ سے بہتر ہے، آفتاب نے انبیاء مرسلین کے بعد کسی ایسے پر طلوع وغروب نہ کیا جو ابوبکر سے افضل ہو۔ اور ایک میں یوں ہے: کیا تو اس کے آگے چلتا ہے جو تجھ سے بہتر ہے، ابودرداء نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں؟ فرمایا: اور تمام اہل مکہ سے، عرض کیا: یارسول اللہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں اور تمام اہل مکہ سے؟ فرمایا: اور تمام اہل مدینہ سے، عرض کیا: یارسول اللہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں اور تمام اہل مکہ ومدینہ سے؟ فرمایا: آسمان نے سایہ نہ ڈالا کسی ایسے پر اور زمین نے نہ اٹھایا کسی ایسے کو جو انبیاء ومرسلین کے بعد ابوبکر سے بہتر وافضل ہو۔

حدیث ہیجدہم ۱۸:...

....

....

....

یہاں بیاض ہے

(پہلا مخطوطہ یہاں ختم ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل اول

جان نثاری و پروانہ واری صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے حکمت کاملہ کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دین متین کی تائید واعانت اور سید المرسلین ﷺ کے نصرت وحمایت کے لیے پیدا کیا اور جنہیں زیادت فضل عطا کرنا منظور ہوا ان سے وہ کارہائے خطیر لیے کہ غیر سے نہ بن پڑے، کسی کو سیاست بلاد، وتدبیر جہاد، ورعایت رعایا، ونکایت اعدا میں وہ سلیقہ کامل بخشا کہ جس کے زور بازو نے قاف تا قاف، کفر سے صاف اور دین سے معمور کر دیا۔ رعیت نے جو اس کے سایہ حمایت میں آرام پایا کبھی نہ پائے گی یہاں تک کہ حتی ضرب الناس بعطن اس کے چہرہ کمال کا غازہ جمال ہوا، کسی کو تجہیز جیش العسرہ، وقف بیر رومہ، زیادت مسجد نبوی، فقراء کی خبر گیری میں ممتاز کیا، اور عطیہ ماعلیٰ عثمان مافعل بعد ھذہ (۱) صلہ میں دیا، کسی کو جہاد سنانی میں کمال بخشا کہ صنادید کفار کو قتل کیا، درِخیبر سپر بنایا، اسد اللہ الغالب لقب پایا۔ فصل قضا میں ید طولیٰ ملا، اقضاھم علی (۲) کا تمغا ملا، کسی کو اصلاح ذات بین، حقن دمائے فریقین، پر مامور کیا کہ ہزاروں مسلمانوں کی جانیں بچا کر خلعت سیادت لیا۔

ہر کسے بہر کارے ساختند ۔۔۔ میلِ او اندر دلش انداختند (۳)

۱۔ المعجم الاوسط، جلد ۱، صفحہ ۶۸۷، رقم الحدیث 2013

مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، باب غزوہ تبوک، جلد ۱، صفحہ ۴۸

۲۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ذکر من اسمہ سلمان، جلد ۲۱، صفحہ ۴۱۴

تاریخ الخلفاء للسیوطی، بیان أنہ افضل الصحابۃ و خیرھم، صفحہ ۴۴

۳۔ ترجمہ: ہر کوئی اپنے کام کو خوبصورت بناتا ہے کہ لوگ اس طرف مائل ہوں لیکن اس کا بُرا کردار اس کی خوبصورتی کو گرا دیتا ہے۔

مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریف ترین کار ہا یعنی سید المحبوبین ﷺ پر جان نثاری اور حضور کے شمع جمال پر پروانہ واری سے مخصوص فرمایا کہ لوگوں کے اعمال ہزار سالہ ان کی خدمت یک ساعت کو نہیں پہنچے، یہاں تک کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :ابوبکر کا ایک دن رات عمر کی تمام عمر سے بہتر ہے،(۱) شب غارِ ثور کی شب، اور روز روزِ ارتداد عرب، اب ہم اپنے اس دعویٰ کو کہ مصائب شدیدہ واحوال منیفہ میں ابوبکر صدیق ہی نے نصرت وحمایت کا کام کیا اور کسی نے ساتھ نہ دیا، دس وجہ سے ثابت کرتے ہیں۔

وجہ اول:

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حدیث جامع میں کہ سابق بالا ستعاب مروی ہوئی

....

۱۔ ایک حدیث مرفوع میں الفاظ کچھ یوں ملتے ہیں کہ

"وان عمر لحسنة من حسنات أبی بکر"

یعنی عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔"

(مسند أبی یعلی، مسند عمار بن یاسر، جلد ۳، ص ۱۷۹، رقم ۱۶۰۳)

(المعجم الاوسط، جلد ۱، صفحه ۶۹۹، رقم الحدیث ۱۵۷۰)

(أمالی ابن سمعون، صفحه ۷۰، رقم الحدیث ۳۰۰)

جبکہ ایک موقع پر مولا علی مشکل کشا، امام الاولیاء، شیر خدا، فاتح خیبر، منبع علم وسخا نے خود فرمایا کہ

''میں تو ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔''

عربی متن یوں ہے:

"وهل أنا الاحسنة من حسنات أبی بکر"

(فضائل أبی بکر الصدیق للعشاری، صفحه ۹، رقم الحدیث ۲۹)

(فضائل أبی بکر الصدیق للعشاری، صفحه ۹، رقم الحدیث ۲۹)

(تاریخ دمشق، من اسمه عبدالله، جلد ۳۰، صفحه ۳۸۳)

(جامع الاحادیث للسیوطی، جلد ۱۲، صفحه ۱۶۶، رقم ۳۴۹۸۱)

فرماتے ہیں:

یرحمك الله یاأبا بکر! کنتَ إلف رسولِ الله ﷺ وأنسه ومرجعه وثقته وکنت أحوطهم علی رسول الله ﷺ. صدّقت رسول الله ﷺ حین کذّبه الناس، وواسیته حین بخلوا، وقمت به عندالمکاره حین..... عنه مقدوا، وصحبته في الشدة(۱)

اے ابوبکر خدا آپ پر رحمت کرے، آپ رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے اوران کے مونس ومرجع کار، معتمد علیہ محافظ سرور عالم ﷺ ہیں، آپ کے برابر کوئی نہ تھا، آپ نے ان کی تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا، اور غمخواری کی جب اوروں نے بخل کیا، مکروہات میں ان کی خدمات پر قائم رہے جب لوگ انہیں چھوڑ کر بیٹھ رہے، اور مصیبتوں میں ان کا ساتھ دیا۔

وجہ دوم:

ابتدائے اسلام میں جب کافروں کا نہایت غلبہ تھا اور وہ سید العالمین ﷺ کو طرح

۱۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوا تو نفاق نے سر اُٹھایا، عرب مرتد ہوگئے اگر اتنی مشکلات پہاڑ پر پڑتیں جو میرے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) پر پڑیں تو وہ بھی نہ اُٹھا سکتا۔

(السنن الکبری للبیهقی، باب مایحرم به الدم من الاسلام زندیقا، جلد ۸، صفحه ۲۰۰، رقم ۱۷۳۰۰)

(الفوائد الشهیر، بالغیلانیات لابی بکر الشافعي، جلد ۱، صفحه ۵۱۱، رقم الحدیث ۸۶۰)

(تاریخ دمشق، من اسمه عبدالله، جلد ۳۰، صفحه ۳۱۱)

السنة للخلال، جلد ۱، صفحه ۲۸۶، رقم ۳۵۱

مسند البزار، جلد ۳، صفحه ۱۳۸، رقم الحدیث ۹۲۸

الاحادیث المختاره للمقدسی، جلد ۲، صفحه ۱۵، رقم الحدیث ۳۹۸

یہ حدیث مبارکہ مکمل عربی متن بمع ترجمہ ومکمل تخریج کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

طرح سے ایذاء پہنچاتے ،اس وقت سوا صدیق اکبر کے اور کون سپر ہوتا تھا، ہر طرح حضور کی حمایت کرتے ، جب بوجہ تنہائی و بے کسی و کثرت اعدا کے کچھ قابو نہ چلتا ، ایسی باتیں کرتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ، آپ ان کی ضرب وایذا گوارا کرتے اور محبوب پر آنچ نہ آنے دیتے۔

عقبہ بن ابی معیط نے رسول اللہ ﷺ کے گلوئے اقدس میں نماز پڑھتے میں چادر باندھ کر نہایت زور سے کھینچی ، ابو بکر نے آکر اس شقی کو دفع کیا اور فرمایا: کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس امر پر کہ وہ کہتا ہے: رب میرا اللہ ہے، حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں اپنے رب سے۔ (۱)

وجہ سوم:

کفار نے ایک بار حضور کو یہاں تک ایذا دی کہ غش آ گیا، ابو بکر نے کھڑے ہو کر ندا دی خرابی ہو تمہارے لیے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے: رب میرا اللہ ہے۔ کافر آپس میں بولے یہ کون ہے؟ کہا ابو قحافہ کا بیٹا ہے دیوانہ۔ (۲)

وجہ چہارم:

مشرکین مسجد میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ اور حضور کا ان کے جھوٹے خداؤں کا برا کہنا ذکر کر رہے تھے کہ سید المرسلین ﷺ مسجد میں تشریف لائے ، کافر آپ کی طرف آئے اور جب وہ کچھ دریافت کرتے آپ سچ فرماتے ، پوچھا کیا تم ہمارے خداؤں کو ایسا ایسا نہیں کہتے؟ ارشاد ہوا کیوں نہیں۔ کفار نے اک بارگی حضور پر حملہ کیا۔ فریادی ابو بکر کے پاس آیا کہ اپنے یار کی خبر

....

۱۔ صحیح البخاری، باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین جلد ۲، صفحہ ۲۸۹، رقم الحدیث ۳۵٦۷

مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، جلد ۸، ص ۱۵۲، رقم ٦٦١٤

سنن الکبری للبیھقی، باب مبتداء الفرض علی النبی، جلد ۹، ص ۷، رقم ۱۷۵۰٦

۲۔ المستدرك للحاكم، جلد ۳، صفحه ۷۰، رقم الحديث ٤٤٢٤

مسند البزار، مسند أبی حمزه، جلد ۲، صفحه ۳٦۲، رقم ۷۵۰۷

لو۔ یہ مسجد میں آئے اور حال ملاحظہ کیا، فرمایا: خرابی ہو تمہارے لیے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس روشن نشانیاں اپنے رب سے۔ مشرکین حضور کو چھوڑ کر انہیں مارنے لگے، جب مکان کو واپس آئے شدت ضرب سے بالوں کا یہ حال تھا کہ جدھر ہاتھ لگایا لٹیں ساتھ آ گئیں اور وہ کہتے تھے: برکت والا ہے تو اے ذوالجلال والاکرام۔ (۱)

وجہ پنجم:

وقت چاشت حضور سید المرسلین ﷺ خانۂ کعبہ کا طواف فرماتے تھے، جب فارغ ہوئے کافروں نے چادر اقدس پکڑ کر کھینچی اور کہا تمہیں ہو جو ہمیں ان چیزوں سے منع کرتے ہو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے؟ فرمایا: میں ہی ہوں، پس ابوبکر حضور کی پیٹھ کو چپٹ گئے، اور کہا کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ خدا کو اپنا رب بتائے اور وہ تو کھلی نشانیاں لایا ہے تمہارے پاس اپنے پروردگار سے، اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر ہے جھوٹ اس کا، اور جو سچا ہے تو تمہیں پہنچے گی بعض وہ چیز جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے، بے شک خدا راہ نہیں دکھاتا فضول خرچ بڑے جھوٹے کو ـــ بہ آواز بلند یہ کہتے جاتے تھے اور آنکھیں بہہ رہی تھیں یہاں تک کہ کفار نے حضور کو چھوڑ دیا۔ (۲)

....

۱۔ مسند أبی یعلی، مسند أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، جلد ۱، ص ۵۲، رقم ۵۲
فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم الاصبهانی، صفحه ۱۴۳، رقم ۸۱
الکتاب اللطیف لابن شاهین، باب فضیلة لابی بکر الصدیق، ص ۱۹۰،
امام ابوحفص عمر بن أحمد بن شاہین (التوفی، ۳۸۵ھ) اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "تفرد ابوبکر بهذه الفضیلة" یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس فضیلت میں منفرد ہیں۔

۲۔ المعجم الاوسط، من اسمه مسعدة، جلد ۵، صفحه ۲۲۱، رقم الحدیث ۹۱۰۰
یہ حدیث مبارکہ ان الفاظ کے ساتھ صرف مذکورہ بالا کتاب میں ہی دستیاب ہو سکی ہے۔

(اللہ و رسوله اعلم بالصواب)

وجہ ششم:

مولی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو مجھے بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ کہا آپ، فرمایا خبردار رہو میں جس کے مقابلہ میں میدان میں آیا اس سے آدھا رہا۔ ولیکن مجھے بتاؤ سب آدمیوں سے زیادہ بہادر کون ہے؟ بولے ہمیں نہیں معلوم آپ بتائیے۔ فرمایا: ابوبکر، بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ قریش نے حضور کو پکڑا تھا اور وہ کہتے جاتے تھے تمہیں ہو جس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا۔ جناب امیر فرماتے ہیں: سو خدا کی قسم ہم میں سے کوئی پاس نہ گیا سوا ابوبکر کے، کہا: اسے مارتے ہو، اور کہتے تھے خرابی ہو تمہارے لیے، کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے۔ پھر جناب مرتضوی رضی اللہ عنہ چادر شریف منہ پر رکھ کر اس قدر روئے کہ ریش اقدس تر ہو گئی۔ پھر فرمایا: ابوبکر بہتر ہیں۔ یا مومن آلِ فرعون؟ لوگ چپ ہو رہے، فرمایا: کیا مجھے جواب نہیں دیتے، سو خدا کی قسم ابوبکر کی ایک گھڑی مومن آلِ فرعون کی تمام سعی سے بہتر ہے۔ وہ ایک مرد تھا جس نے اپنا ایمان چھپایا اور اِنہوں نے ظاہر و آشکار فرمایا۔

مومن آل فرعون وہ صاحب تھے جنہوں نے در پردہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لا کر ان کی حمایت کی اور کلام اللہ شریف میں ان کا قصہ اور یہ قول کہ فرعون و ملاء فرعون سے کہا تھا، نقل فرمایا ﴿اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله وقد جاء کم بالبینت من ربکم (۱)﴾

غرض امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی یہ ہے کہ رسول کی حمایت اور کفار سے اس قول کے کہنے میں دونوں شریک تھے مگر ترجیح کسے ہے؟ جب ملاحظہ فرمایا کہ لوگ جواب نہیں دیتے خود تفضیل و ترجیح ابوبکر ارشاد فرمائی۔

....

۱۔ مسند البزار، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، ص ۴۳۷، رقم ۷۶۱

فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم الاصبهانی، صفحه ۳۶۵، رقم الحدیث ۲۳۷

مجمع الزوائد، باب جامع فی فضله، جلد ۹، صفحه ۲۹، رقم الحدیث ۱۴۳۳۳

وجہ ہفتم:

جب صرف انتالیس (۳۹) مسلمان تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا، اور یہ پہلے خطیب تھے جنہوں نے خدا اور رسول کی طرف دعوت کی۔ کافر نہایت ضرب شدید سے پیش آئے، پاؤں سے پامال کیا، عتبہ بن ربیعہ نے سخت بے ادبیاں کیں، چہرہ کی چوٹ سے ناک منہ پہچانے نہ جاتے تھے، لوگوں کو ان کے مرنے میں کچھ شک نہ رہا، کپڑے میں لپیٹ کر گھر اٹھالائے، دن بھر بات منہ سے نہ نکلی۔ آخر نہار میں کلام کیا تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے، ان کے باپ اور اقارب ملامت کرنے لگے اور برا بھلا کہا، یعنی اپنا تو یہ حال ہے اور اس وقت میں بھی انہیں کا خیال ہے، ان کی ماں سے کہا انہیں کچھ کھلاؤ پلاؤ، انہوں نے تنہائی میں نہایت الحاح کیا، آپ نے یہی جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ماں نے کہا خدا کی قسم مجھے تمہارے یار کا حال نہیں معلوم۔ فرمایا ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاکر پوچھو، ام الخیر ام الجمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا: ابوبکر تم سے محمد ﷺ بن عبداللہ کا حال پوچھتا ہے، انہوں نے براہ احتیاط چھپایا، اور کہا نہ میں ابوبکر کو پہچانوں نہ محمد بن عبداللہ ﷺ کو، ہاں اگر تم یہ چاہو کہ تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلوں تو میں ایسا کروں، ام خیر نے کہا ہاں، ام جمیل آئیں، صدیق اکبر کو دیکھا پڑے ہوئے ہیں۔ ام جمیل نے نزدیک جاکر آواز بلند کی اور کہا یہ لوگ تم سے اس طرح پیش آئے، اہل فسق ہیں، مجھے امید ہے کہ خدا تمہارا بدلہ ان سے لے۔ ان کا تو وہی کلام تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ام جمیل نے کہا تمہاری ماں سن رہی ہیں، وہ اس وقت تک ایمان نہ لائی تھیں، خوف ہوا مبادا مشہور کردیں، صدیق اکبر نے فرمایا: ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کرو، کہا صحیح وسالم ہیں، کہا کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ کہا دار ارقم میں، کہا میں نے قسم کھائی ہے جب تک حضور کو نہ دیکھ لوں گا کچھ نہ کھاؤں پیوں گا۔ بالآخر جب رات کو سب سو رہے اور پچل موقوف ہوئی، اپنی والدہ اور ام جمیل، تکیہ لگا کر محبوب کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت پر گر پڑے اور بوسہ دینے لگے اور صحابہ بے تاب ہوکر ان پر گر پڑے، اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے نہایت رقت فرمائی۔ ابوبکر نے عرض کیا: میرے ماں باپ حضور پر قربان، میرے ساتھ جو کیا، مجھے اس کا کچھ غم نہیں، یعنی جب

حضور کو سلامت پایا تو اپنی مصائب کی فکر کیا ہے ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ (۱)

وجہ ہشتم:

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: روز بدر ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک عریش تیار کیا تھا، پھر آپس میں کہا، ایسا ہم میں کون ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور حضور کی محافظت کرے تا کوئی مشرک آپ کو ضرر نہ پہنچائے۔ سو خدا کی قسم ہم میں سے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ تھا سوا ابوبکر کے، کہ شمشیر برہنہ کیے حضور کے پاس کھڑے تھے اور مشرکین سے جو کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف جاتا اسے دفع کرتے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ملائکہ نے ابوبکر صدیق کے اس فعل پر مباہات کی اور آپس میں کہا: نہیں دیکھتے ابوبکر صدیق کو عریش میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ (۲)

وجہ نہم:

جب شب ہجرت سرور عالم ﷺ کفار سے پوشیدہ شب کو برآمد ہوئے، ابوبکر ہمراہ تھے، کبھی حضور کے آگے چلتے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں، کبھی بائیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر یہ کیا کرتا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ جب یہ خیال آتا ہے مبادا کوئی کمین میں بیٹھا ہو تو حضور کے آگے چلتا ہوں، اور جب یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید لوگ پیچھے آتے ہوں تو پس پشت،

....

۱۔ من حدیث خیثمة بن سلیمان القرشی الاطرابلسی، باب اسلام أبی بکر، صفحه ۱۲۶
تاریخ دمشق، من اسمه عبدالله ویقال عتیق، جلد ۳۰، صفحه ۴۷
سبل الهدی والرشاد، الباب الخامس فی سبب دخول النبی صلی الله علیه وسلم دارالارقم، جلد ۲، صفحه ۳۱۹
الریاض النضره، ذکر اسلام أمه أم الخیر، جلد ۱، صفحه ۳۰

۲۔ من حدیث خیثمة بن سلیمان القرشی الاطرابلسی، باب اسلام أبی بکر، صفحه ۱۳۵
تاریخ دمشق، من اسمه عبدالله ویقال عتیق، جلد ۳۰، صفحه ۹۶
تاریخ الخلفاء للسیوطی، باب صحبته ومشاهده، صفحه ۳۸

اور کبھی دہنے اور کبھی بائیں، کافروں کی جانب سے مجھے حضور پر اطمینان نہیں۔ پس شب بھر رسول اللہ ﷺ پنجوں کے بل راہ چلے یعنی کہ تا نشان قدم سے سراغ نہ لگے یہاں تک کہ پائے اقدس ورم کر گئے۔ جب صدیق اکبر نے یہ کیفیت دیکھی حضور کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے دوڑے یہاں تک کہ غارِ ثور تک لائے، پھر حضور کو اتار کر عرض کیا: قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا حضور غار میں تشریف نہ لے جائیں جب تک میں نہ جاؤں کہ اگر اس میں کوئی چیز ہو تو پہلے میری ہی جان پر آئے۔ جب غار میں گئے، وہاں کچھ نہ دیکھا، حضور کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ غار میں سوراخ تھا جس میں سانپ اور اژدھے تھے، دلدادۂ جانان کو خوف ہوا، مبادا اس میں سے کوئی چیز نکل کر محبوب کو ایذا پہنچائے، اپنا پاؤں سوراخ میں رکھ دیا اور سید المرسلین ﷺ نے ان کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا، ادھر سانپوں اور اژدھوں نے کاٹنا اور سر مارنا شروع کیا۔ صدیق اکبر نے اس خیال سے کہ جان جائے مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے، مطلق حرکت نہ کی یہاں تک کہ آنسوان کے شبنم وارگل بستانِ اصطفا ﷺ کے چہرہ اقدس پر پڑے۔ حضور کی آنکھ کھل گئی ارشاد ہوا: اے ابوبکر کیا ہے؟ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے کاٹا، حضور نے لعاب دہن اقدس لگا دیا تکلیف زائل ہوئی۔ آخر عمر میں اُس نے عود کیا اور سببِ شہادت ہوا۔ (۱)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: شب غار صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ! پہلے مجھے جانے دیجیے کہ اگر سانپ یا کوئی اور چیز ہو تو پہلے مجھے پہنچے، فرمایا: جاؤ، پس گئے اور بہ سبب تاریکی غار کے ہاتھوں سے تلاش کرنے لگے، جہاں کہیں سوراخ پایا اپنے کپڑے پھاڑ کر اس میں رکھ دیے یہاں تک کہ تمام کپڑے سوراخوں میں بھر دیے، ایک سوراخ باقی رہ گیا، اس پر اپنی ایڑھی رکھ دی اور حضور سے عرض کیا تشریف لائیے۔ پس جب صبح ہوئی نبی ﷺ نے فرمایا: کپڑے تمہارے کہاں ہیں اے ابوبکر؟ انہوں نے جو کیا تھا سمع اقدس تک

....

۱۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالکائی، باب جماع فضائل الصحابة، جلد ۱، صفحه ۸۹۱، رقم الحدیث ۱۹۷۴

دلائل النبوة للبیهقی، جلد ۱، صفحه ۳۱۷، رقم ۷۳۱

پہنچایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر جنابِ باری دعا کی: الٰہی ابوبکر کو قیامت کے دن میری جنت کے درجہ میں میرے ساتھ کر۔ حضور کو وحی آئی کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ (۱)

مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

إن الله ذم الناس كلهم ومدح أبا بكر فقال: ﴿ألا تنصروه فقد نصره الله إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين إذ هما في الغار، إذ يقول لصاحبه: لا تحزن إن الله معنا﴾۔

یعنی اللہ جل جلالہ سب لوگوں کی مذمت فرمائے، اور ابوبکر کی مدح وستائش کہ فرماتا ہے، ﴿الا تنصروہ﴾ اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے، تو اللہ نے اس کی مدد کی جب اسے نکال دیا کافروں نے دوسرا ان دو کا جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے کہتا تھا: غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (۲)

....

۱۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالكائى، باب جماع فضائل الصحابة، جلد ۱، صفحه ۸۹۲، رقم الحديث ۱۹۷۵

حلية الاولياء، من اسمه ابوبكر الصديق، جلد ۱، صفحه ۳۳

سبل الهدى، الباب الرابع فى هجرة رسول الله صلى الله عليه وسلم، جلد ۳، صفحه ۲٤۰

۲۔ تاريخ مدينة دمشق لابى القاسم على بن الحسن، حرف العين، صفحه ۳۰، صفحه ۲۹۱

جامع الاحاديث للسيوطى، مسند على بن أبى طالب، جلد ١٤، صفحه ۹۹، رقم ۳۳۸۸۷

كنز العمال، جلد ۱۲، صفحه ٥١٤، رقم الحديث ۳٥٦۷٤

وجہ دہم:

جب غار سے نکلے دن رات جاگتے گذرا یہاں تک کہ ٹھیک دو پہر ہو گیا، صدیق نے تلاشِ سایہ میں نظر دوڑائی، ایک چٹان نظر پڑی اس کی طرف گئے دیکھا کچھ سایہ باقی ہے، وہاں زمین کو صاف و ہموار کر کے حضور کے لیے بچھونا بچھا دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آرام فرمائیے۔ حضور ﷺ نے استراحت فرمائی۔ یہ کفار کو دیکھنے نکلے کہ مبادا آنہ پہنچے ہوں۔ اسی اثنا میں ایک چرواہے کے پاس بکریاں دیکھیں، تھن صاف کرا کے دودھ دوہا، پھر اس میں پانی ملایا کہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا، پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ جاگ چکے تھے، عرض کیا: نوش فرمائیے، صدیق اکبر فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے یہاں تک پیا کہ میرا جی خوش ہو گیا، پھر کوچ کیا کفار درپے تھے، سراقہ رضی اللہ عنہ کہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے قریب حضور ﷺ کے پہنچ گئے کہ نیزہ دو نیزہ یا تین نیزہ کا فرق رہ گیا، صدیق نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ دوڑیے ہمیں پکڑ لیا، فرمایا: غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے، جب سراقہ اور قریب ہو گئے کہ اس کا گھوڑا ہی بیچ میں فاصل تھا، صدیق نے پھر وہی کلمہ عرض کیا اور رونے لگے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: خدا کی قسم! میں اپنی جان کے لیے نہیں روتا، لیکن حضور کے غم سے روتا ہوں۔ (۱)

الغرض ہر وقت و ہر حال میں اس یارِ غار نے حقِ جاں نثاری کما ینبغی ادا کیا، اور نہایت سخت سخت مصیبتوں میں اور بے کسی اور تنہائی کے وقت میں حضور کا ساتھ دیا اور یہ سب مضامین احادیث معتبرہ سے ثابت ہیں۔

....

۱۔ مسند امام احمد، مسند أبی بکر الصدیق، جلد ۱، صفحہ ٦، رقم ۳
مسند أبی عوانة، باب بیان فضیلة ایثار الرجل، جلد ۲، صفحہ ٤٠١، رقم ٨٣٩٤
الصحیح للبخاری، باب هجرة النبی صلی اللہ علیه وسلم، جلد ۲، صفحہ ٦٨٩، رقم ٣٦٢٦

فقد أخرج البخاري في صحيحه عن عروة عن الزبير قال: سألت عن عبدالله بن عمررضي الله تعالىٰ عنهما من أشد ماصنع المشركون برسول الله ﷺ قال: رأيت عقبة بن أبى معيط جاء إلى النبي ﷺ وهو يصلي، فوضع ردائه في عنقه فخنقه به خنقًا شديدًا،فجاء أبوبكر حتى دفعه عنه فقال: أتقتلون رجلاأن يقول: ربي الله، وقدجاء كم بالبينات من ربكم.

الحاكم عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: لقد ضربوا رسول الله ﷺ حتى غشي عليه، فقام أبوبكر فجعل ينادي ويقول: ويلكم، أتقتلون رجلا أن يقول: ربي الله، قالوا:من هذا؟ قالوا: هذا ابن أبى قحافة المجنون:

أبو عمروفي الاستيعاب عن أسماء بنت أبى بكر رضي الله عنهما أنهم قالو الها:ما أشدمارأيت المشركين بالغوامن رسول الله ﷺ ؟ قالت: كان المشركون قعودًافي المسجد، فتذا كروا رسول الله صلى الله عليه وسلم ومايقول في الهتهم، فبينا هم كذلك إذدخل رسول الله ﷺ المسجد فقاموا إليه، وكان إذا سألوه عن شيء صدقهم، فقالوا: ألست في آلهتنا كذا وكذا؟ قال؟ بلى، فنشوا به بأجمعهم فأتى الصريخ إلىٰ أبى بكرفقيل له: أدرك صاحبك، فخرج أبوبكر حتى دخل المسجد فوجد رسول الله ﷺ والناس مجتمعون عليه، فقال: ويلكم أتقتلون رجلاأن يقول: ربي الله، وقد جاء كم بالبينات من ربكم، قالت: فلهوا عن رسول الله ﷺ وأقبلوا على أبى بكر يضربو نه، قالت: فرجع الينا لايمس شيئا من غدائره إلاجاء معه وهو يقول: تباركت ياذاالجلال والاكرام۔

وروي عن عمروبن العاص رضى الله عنه قال: ماتنوول رسول الله ﷺ بشيء كان أشدمن أن طاف بالبيت ضحًى فلقوه حين فرغ فاخذوا بمجامع ردائه وقالوا: أنت الذى تنهانا عما كان يعبد آباؤنا؟قال: أناذاك، فقام أبوبكر فالتزمه من ورائه ثم قال: أتقتلون رجلاأن يقول: ربي

الله، وقد جاء كم بالبينات من ربكم ، إن يك كاذبًا فعليه كذبه، وإن يك صادقًا يصبكم بعض الذى يعدكم ، إن الله لايهدى من هومسرف كذاب، رافعًا صوته بذلك وعيناه تسيحان حتى أرسلوه۔

وأخرج البزار في مسنده عن على رضى الله تعالى عنه أنه قال: اخبروني من أشجع؟ قالوا: انت، قال: أما إني مابارزت أحدًا إلا انتصفت منه، ولكن أخبروني بأشجع الناس، قالوا: لانعلم فمن؟ قال: أبوبكر، إنه لما كان يوم بدر جعلنا لرسول الله ﷺ عريشًا فقلنا: من يكون مع رسول الله ﷺ ؟ لئلاهوى إليه أحد من المشركين، فوالله! مادنا منا أحد إلا أبوبكر شاهرًا بالسيف على رأس رسول الله ﷺ لايهوى إليه أحد إلاهوى إليه، فهذا أشجع الناس، قال علي: ولقدرأيت رسول الله ﷺ وأخذ به قريش فهذا يجاء ه وهذا يتلتله وهم يقولون: أنت الذي جعلت الآلهة الٰهاواحدًا؟ قال: فوالله مادنا منا أحد إلاابوبكر، يضرب هذا، ويجاء هذا، ويتلتل هذا، وهو يقول: ويلكم أتقتلون رجلا أن يقول: ربي الله، ثم رفع علي بردة كانت عليه فبكى حتى اخضلت اللحية، ثم قال: مومن آل فرعون خيرأم ابوبكر؟ فسكت القوم ، فقال: ألاتجيبوني فوالله لساعة أبى بكر خيرمن مثل آل فرعون، ذلك رجل كتم إيمانه، وهذا رجل أعلن إيمانه۔

في رياض النضرة عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: لما اجتمع أصحاب رسول الله ﷺ وكانوا تسعة وثلثين رجلا ألح أبوبكر على رسول الله ﷺ في الظهور، فقال: ياأبا بكر!أنا قليل فلم يزل يلح على رسول الله ﷺ حتى ظهر رسول الله ﷺ وتفرق المسلمون في نواحي المسجد، وقام أبوبكر في الناس خطيبا ورسول الله ﷺ جالس، وكان أول خطيب دعا إلى الله عزوجل وإلى رسوله ﷺ، وثار المشركون على أبى بكر وعلى المسلمين فضربوهم في نواحى المسجد ضربًا شديدًا ووطى أبابكر وضرب ضربًا شديدًا، ودنامنه الفاسق عتبة بن ربيعة فجعل يضربه

بنعلين مخصوفتين ويخرقهما بوجهه واثر ذلك حتى ما يعرف أنفه من وجهه، وجاء ت بنوتيم فدخلوا المسجد وقالوا: والله !لئن مات أبو بكر لنقتلن عتبة ورجعوا إلى أبى بكر، فجعل أبو قحافة وبنوتيم يتكلمون أبا بكر حتى أجابهم، فتكلم آخر النهار مافعل رسول الله ﷺ؟ فنالوه بألسنتهم وعذلوه، ثم قاموا وقالوا لأم الخيربنت صخر: انظري أن تطعميه شيئًا أوتسقيه إياه، فلما خلت به وألحت جعل يقول: مافعل رسول الله ﷺ؟ قالت: والله! مالى علم بصاحبك، فقال: اذهبي إلى أم جميل بنت الخطاب فاسأليها عنه، فخرجت حتى جاء ت أم جميل فقالت: إن أبابكر يسألك عن محمد بن عبدالله، قالت: ماأعرف أبا بكرو لامحمد بن عبدالله ﷺ، وإن تحبى أن أمضى معك إلىٰ ابنك فعلت، قالت: نعم، فمضت معهم حتى وجدت أبابكر صريعاً دلفاً، فدنت منه أم جميل وأعلنت بالصياح وقالت: إن قومًا نالوامنك هذا لاهل الفسق وإنى لارجوأن ينتقم الله لك، قال مافعل رسول الله ﷺ، قالت: هذه أمك تسمع، قال: فلاعين عليك منها، قالت: سالم صحيح، قال: فاين هو؟ قالت: فى دار الأرقم ،قال: فان لله على .... أن لاأذوق طعامًا ولاشرابًا أواتى رسول الله ﷺ فامهلتا حتى إذا هدأت الرجل وسكن الناس خرجتها به يتكىء عليهما حتى أدخلناه على النبي ﷺ ،قالت: فانكبّ عليه فقبّله وانكبّ عليه المسلمون ورقّ له رسول الله ﷺ رقة شديدة، فقال ابوبكر: بأبي أنت وأمي ليس بي مانال الفاسق من وجهي هذه أمى برة بوالديها وأنت مبارك فادعها إلى الله تعالىٰ وادع الله عزوجل لها عسى أن يستقذها بك من النار، فدعا لها رسول الله ﷺ فاسلمت، فاقاموامع رسول الله ﷺ شهرًا وهم تسعة وثلثون رجلا، وكان إسلام حمزة يوم ضرب أبوبكر. (البزار عن على كرم الله تعالىٰ وجهه)

ابن عساكر عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: تباشرت الملائكة

يوم البدر فقالوا: أماترون أن أبا بكرالصديق مع رسول اللهﷺ في الغريش.

عن حلبة بن محصن قال: قلت لعمربن الخطاب: أنت خيرمن أبى بكر، فبكى وقال: والله !ليلة من أبى بكرو يوم خير من عمر عمر، هل لك أن أحدثك عن ليلة ويومه؟ قال: قلت: نعم، ياأمير المومنين! قال: أما ليلة فلما خرج رسول اللهﷺ هاربًا من أهل مكة خرج ليلاً فتبعه أبوبكر، فجعل يمشي مرة أمامه ومرة خلفه، ومرة عن يمينه ومرة عن يساره، فقال له رسول اللهﷺ: ماهذا ياأبا بكر من فعلك؟ قال: يارسول الله ! أذكر الرصد فأكون أمامك، وأذكر الطلب فأكون خلفك، ومرة عن يمينك، ومرة عن يسارك، لا امن عليك، قال: فمشى رسول اللهﷺ ليلة على أطراف أصابعه حتى حفيت رجله، فلما رأها أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه أنهاقد حفيت حمله على كاهله جعل يشتدبه حتى أتى به فم الغار، فأنزله، ثم قال له: والذي بعثك بالحق !لاتدخله حتى أدخله، فإن كان فيه شيء نزل بي قبلك، فدخل فلم يرشيئا، فحمله فأدخله، وكان في الغار فرق فيه حيات وأفاعي، فخشي أبوبكر أن يخرج منهن شيء فيوذي رسول اللهﷺ فألقمه قدمه، فجعلن يضربنه وتلسمه الحيات والأ فاعي وجعلت دموعه تنحد ر ورسول اللهﷺ يقول له: ياأبا بكر!............لاتحزن إن الله معنا فأنزل الله السكينة والطمانية لابى بكر فهذه ليلة. الحديث۔

وروى رزين عن أميرالمومنين رضي الله تعالىٰ عنه قريبا من ذلك وقال فيه: ثم قال لرسول اللهﷺ: ادخل فدخل رسول اللهﷺ ووضع رأسه في حجره ونام، فلدغ أبوبكر في رجله من الجحرولم يتحرك مخافة أن ينتبه رسول اللهﷺ فسقطت دموعه على وجه رسول اللهﷺ فقال: مالك ياأبا بكر! قال: لدغت، فداك أبي وأمي، فتفل رسول اللهﷺ فذهب مايجد، ثم انتقض عليه وكان سبب موته.

عن أنس بن مالك قال: لماكانت ليلة الغار قال أبوبكر: يارسول الله! دعني فلأدخل قبلك، فان كانت حية أوشيء كانت بي قبلك، قال: ادخل، فدخل

أبوبكر فجعل يلمس بيديه، فكلمار أى جحرًا قال بثوبه فشقه، ثم ألقمه الجحر حتى فعل ذلك بثوبه أ- ع وبقي جحر فوضع عليه عقبه، وقال: ادخل، فلما أصبح قال له النبى ﷺ: فأين ثوبك؟ ياأبا بكر! فأخبره بالذى صنع، فرفع النبي ﷺ فقال: اللهم اجعل أبابكر معي في درجتي يوم القيمة، فأوحى الله إليه أن استجاب الله لك.

البخارى ومسلم عن البراء بن عازب في حديث طويل قال فيه: فقال أبوبكر: خرجنا فأدلجنا فأحيينا يومنا وليلتنا حتى أظهرنا وقام قائم الظهيرة وضربت ببصري هل أرى ظلًا، فآوي إليه، فاذًا أنا بصخرة، فأهويت إليها، فاذًابقية ظلها فسويته لرسول الله ﷺ وفرشت له فروة، وقلت: اضطجع يارسول الله! فاضطجع ثم خرجت أنظر هل أرى أحدًا من الطلب، فاذًا أنا براعي غنم فقلت: لمن أنت؟ ياغلام !فقال: لرجل من قريش، فسماه فعرفته، فقلت: هل في غنمك من لبن، قال: نعم، قلت: وهل أنت حالب بي، قال: نعم، قال: فأمرته فاعتقل شاة منها، ثم أمرته فمقض ضرعها فحلب مكثبة ثم صببت الماء على القدح حتى برد أسفله، ثم أتيت رسول الله ﷺ فوافيته قداستيقظ، فقلت: اشرب يارسول الله! فشرب حتى رضيت، ثم قلت: الم يأن للرحيل فارتحلنا والقوم يطلبون فلم يدركنا منهم الاسراقة بيننا وبينه قدر رمح أور محين أوثلثة، قلت: يارسول الله! هذا الطلب قد لحقنا، فقال: لاتحزن، إن الله معنا، حتى إذا دنىٰ فكان بيننا وبينه فرس له، فقلت: يارسول الله! هذا الطلب قدلحقنا وبكيت، قال لم تبكي؟ قال: قلت: أماوالله! لاأبكي على نفسي ولكن أبكي عليك، فدعا عليه رسول الله ﷺ. الحديث.

جب کہ تعدادِ وجوہ وسردِ احادیث سے فراغت پائی تو اب وقت وہ آیا کہ عنانِ قلم اتمامِ تقریب کی طرف پھیری جائے۔ (۱)

۱۔ تمام احادیث کے تراجم بمع تخاریج متصلاً گزر چکے ہیں۔

فاقول: وباالله التوفیق ،ہر مسلمان بلکہ ہر عاقل کو جس طرح وجوب وجود توحید الٰہی کا اذعان تام حاصل ہے ویسا ہی اس امر پر یقین کامل ہے کہ کارخانہ تقدیر ازلی ایک بڑے حکیم جلیل الحکمۃ کی صنعت ہے جس کے سراپردہ اتقان ومتانت کے گرد فضول ولایعنی کو ہرگز بار نہیں، جو کام کرتے ہیں عین حکمت ہوتا ہے، اور جو تقدیر فرماتی ہے سراپا مصلحت۔ ﴿ صنع الله الذی اتقن کل شيء ﴾(۱) مالک ومختار ہیں مگر کبھی تفضیلِ مفضول، ترجیح مرجوح روا نہیں رکھتے اور جس کام کی غایت اصلاح منظور ہوتی ہے ہرگز غیر الیق کے ہاتھ میں نہیں دیتے۔

ہاں جن کے معاملہ کو خراب وتباہ کرنا چاہتے ہیں اس کا ولی امر ایسے ہی لوگوں کو کرتے ہیں جو شریر مفسد ہوں، ورنہ صالحین سے سوا اصلاح کے کچھ نہیں ہوتا۔

آیاتِ کریمہ میں ﴿ حتی نؤتي مثل ماأوتی رسل الله، الله أعلم حیث یجعل رسلته ﴾(۲)

اور کریمہ ﴿ أنزل علیه الذکر من بیننا ﴾(۳)

اور کریمہ ﴿ ألیس الله بأعلم بالشکرین ﴾(۴)

۱۔ یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز

(سورۃ النحل، آیت ۸۸)

۲۔ جب تک ہمیں ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو ملا۔ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

(سورۃ الانعام، آیت ۱۲٤)

۳۔ کیا ان پر قرآن اتارا گیا ہم سب میں سے۔

(سورۃ ص ، آیت نمبر ۸)

۴۔ کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔

(سورۃ الانعام، آیت ۵۳)

اوراحادیث میں "یأبی اللہ والمومنون إلا أبابکر" (۱)

....

۱۔ المستدرك للحاكم، ذكر مناقب عبدالرحمن بن أبی بكر الصديق، جلد ٣، ص ٥٤٢، رقم ٦٠١٦

المعجم الاوسط، من اسمه عبدان، جلد ٣، ص ٤١١، رقم الحديث ٤٥٦٧

الصحيح لمسلم، باب من فضائل أبی بكر الصديق، جلد ٢، صفحه ٤١١، رقم ٤٣٩٩

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو مہاجرین وانصار صحابہ کرام کے تقدیم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"ومن تأمل ما ذكرناه ظهرله اجماع الصحابة المهاجرين والانصار على تقديم ابى بكر وظهر برهان قوله عليه السلام "يابى الله والمومنون الا أبى بكر"

(سيرة ابن كثير، جلد ٤، صفحه ٢٤٧)

اس (مذکورہ بالا) حدیث مبارکہ کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جس کو خود مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے کہ:

"سألت الله عزوجل اَن يقدمك ثلاثا فابى على الا ان يقدم أبابكر"

مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ عزوجل سے تین بار علی کو مقدم کرنے کا سوال کیا لیکن اللہ عزوجل اس بات کو نہیں مانا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم فرمایا۔ (فضائل أبى بكر الصديق للعشارى، صفحه ٤، رقم الحديث ١٠)

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"ولم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقدم عليه احدا"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کسی کو مقدم نہیں سمجھتے تھے۔

(المستدرك للحاكم، ذكر ابوبكر صديق بن أبی قحافه، جلد ٣، صفحه ٦٦، رقم الحديث ٤٤٠٨)

اس مرسل روایت کی حدیث ضعیف ہے اسے بطور متابع پیش کیا گیا ہے۔

اور قول امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "إن یعلم الله فیکم خیرا یول علیکم خیارکم"(۱)

اور واقعات میں خلافت خلفائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

صورت اولیٰ پر۔ اور کریمہ ﴿ اذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنها تدبيرا﴾(۲)

اور حدیث "اذا وسدا لامر الی غیر اهله فانتظر الساعة"(۳)

ودیگر احادیث اشراط ساعت، وقرب قیامت از اول وسفہائے ریاست اور واقعہ امارت باطلہ یزید پلید ومتجبرہ مروانیان۔ صورت ثانیہ پر شاہد عادل ہے۔(۴)

۱۔ اللہ تم میں خیر جانتا ہے لہٰذا تم پر تم میں بہتر کو خلیفہ بنائے گا۔

(المستدرك للحاكم، ذكر مقتل امير المؤمنين على بن أبى طالب، جلد ۳، ص ۱۵٦، رقم ٤٦۹۸)

"وسنده ضعيف جدا"

۲ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اس کے خوش حالوں پر احکام بھیجے ہیں پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں تو اس پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اسے تباہ کر کے برباد کر دیتے ہیں۔

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۱۶)

۳۔ جب معاملہ نااہل کے ہاتھ ہو تو قیامت کا انتظار کرو۔

(الصحيح للبخارى، جلد ۱، صفحه ۱۰۳، رقم الحديث ٥۷)

(شرح السنة للبغوى، باب اشراط الساعة، جلد ٤، صفحه ۷۲۱)

(اطراف المسند المعتلى للعسقلانى، جلد ۷، صفحه ٤۱۸، رقم ۱۰۰٦۹)

۴۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ بخاری شریف کی اس حدیث مبارکہ کی طرف ہے جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد موجود ہے کہ:

"هلكة امتى على يدى غلمة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم غلمة فقال ابوهريرة ان شئت ان اسميهم بنى فلان و بنى فلان"

ترجمہ: کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو یہ سن کر مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو تو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور فلاں بن فلاں ہیں۔

(الصحیح للبخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلاک امتی علی یدی اغیلمۃ سُفھا، جلد ۲، صفحہ ۳۶۸، رقم ۶۵۳۴)

مفسرین وشارحین نے اس حدیث مبارکہ کا اوّلین مصداق یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کو قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

"فتح الباری، عمدۃ القاری، مرقات للقاری اور سراج منیر شرح جامع صغیر"

مذکورہ بالا حدیث سے مراد شارحین نے یزید بن معاویہ ہی کو کیوں لیا اس کی تائید ذیل میں دی گئی حدیث مبارکہ سے ہو جاتی ہے جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"لا یزال أمر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمه رجل من بنی أمیة یقال له یزید"

ترجمہ: میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنواُمیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔

(مسند أبی یعلی، مسند أبی عبیدۃ بن الجراح، جلد ۱، ص ۷۱۱، رقم ۸۷۱)

(مسند الحارث، باب فی ولاۃ السؤ، جلد ۱، صفحہ ۳۸۷، رقم ۶۱۶)

(اتحاف الخیرہ المھرۃ للبوصیری، کتاب الفتن، جلد ۸، ص ۸۵، رقم ۷۵۳۳)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "ھو یزید بن معاویہ"

(فیض القدیر، جلد ۳، صفحہ ۱۲۲، تحت رقم الحدیث ۲۸۴۱)

چونکہ راقم کا مستقل موضوع افضلیت شیخین ہے اس لیے بوجہ خوف طوالت یزید (لعین) کے متعلق صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

اب خرد خوردہ بین و عقل نکتہ چین اس نکتہ کے ملاحظہ اور وجوہ واحادیث مذکورہ کے مطالعہ کے بعد مضطرانہ غور و تامل کرتی ہے کہ در حقیقت حافظ و ناصر اپنے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا حضرت حق ہے۔ جل مجدہ وعز جدہ ۔ عالم اسباب میں کہ یہ کام دوسرے کے متعلق کریں دست تقدیر حکمت جلیلہ کے مطابق اسے اپنا جارحہ فعل و آلہ تصرف بناتا ہے۔ فیض ازلی نے جو داعیہ نصرت و حمایت رسول اللہ ﷺ کا دل صدیق میں ڈالا، اور مصائب ہائلہ و شدائد غائلہ میں انہیں بالتخصیص جارحہ اپنے حفظ و کفالت کا فرمایا، آیا یہ داعیہ ڈالنا اور جارحہ بنانا محض جزافاً بے ملاحظہ استعداد ولیاقت۔ یا بالقصد اس کام کے لیے اسے چنا جو اس کی قابلیت اور نیابت حفظِ الٰہی کی صلاحیت نہ رکھتا تھا، دوسرا شخص ان سے الیق وانسب جو ان سے بہتر اس کام کو انجام دیتا موجود تھا، اسے چھوڑ کر ان کے سپرد کیا۔ یا جب تک علمِ الٰہی نے صدیق اکبر کو سب سے زیادہ اس نیابت و آلیت کے قابل اور سب سے بڑھ کر رسول کا انیس و دمساز و محرم راز و عاشق جانباز نہ سمجھ لیا ازل الآزال میں اس کارِ خطیر کے واسطے مخصوص نہ کیا تھا۔

یاللمنصفین! نجار جس کام کو باسلوب خوب انجام دینا چاہتا ہے سب تیشوں سے عمدہ تیشہ پسند کرتا ہے، اور مبارز جب میدانِ قتال میں جولان کرتا ہے حتی الوسع شمشیر بے نظیر قبضہ میں لیتا ہے، پھر حکمتِ الٰہی تو حکمتِ الٰہی ہے۔ ﴿لیس کمثلہ شیءٌ وھو السمیع البصیر﴾۔ (۱)

اب وجدانِ سلیم کی طرف مراجعت ضرور ہے کہ ایسے کام کی لیاقت میں کیا کیا درکار ہیں۔

اولاً: محبّ ناصر کی صفات واخلاق نفسانیہ محبوب منصور کی عادات واوصاف سے غایت تشبہ و مماثلت بلکہ کمال اتحاد و یک رنگی پر واقع ہوں، اس کی رضا اس کی رضا ہو اور جو اسے ناپسند ہو اسے مکروہ تاکہ محبوب اس سے مالوف و مانوس ہو اور وابستگی تام پیدا کرے (۲)

۱۔ اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا اور دیکھتا ہے۔

۲۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم سے کمال اتحاد و یک رنگی اور باہمی مماثلت کو اس حدیث مبارکہ کے تناظر میں دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے کہ جب "صلح

اور یہ بوجہ اولیٰ اتحاد و یکجہتی کے ہر کام میں اس کی مرضی کے مطابق چلے، ورنہ تخالف مزاج سیل تنافر سے بنیان تناصر کو از ہم ریختہ کر دیتا ہے۔

....

حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی سخت اور صبر آزما شرائط تسلیم فرمائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت مضطرب ہوئے اور آقا کریم ﷺ سے عرض کی کیا کیا آپ نبی برحق نہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا ہم دب کر شرائط کیوں مانیں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں اُس کی نافرمانی نہیں کرتا وہ میری مدد فرمائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ نے ہمیں فرمایا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن میں نے اس سال طواف کرنے کے لیے کہا تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر فرمایا میری خبر سچی ہے اور میں (جلد ہی) بیت اللہ جا کر اس کا طواف کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس اضطراب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے (من وعن) وہی سوالات پوچھے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا آپ ﷺ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق نے جواب دیا کیوں نہیں۔ کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہے۔ کہا۔ کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے کہا۔ ہم دب کر شرائط کیوں مانیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ آپ استقامت رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ انہوں نے نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کیوں نہیں۔ لیکن کیا انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے۔ کہا نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا پھر یقین رکھو ان کی خبر سچی ہے اور وہ (جلد ہی) ضرور بیت اللہ جا کر اس کا طواف فرمائیں گے۔

(الصحیح للبخاری، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة) اهل الحرب، جلد ۱، ص ۶۰۹، رقم ۲۵۸۱)

(مصنف عبدالرزاق، باب غزوه الحديبية، جلد ۵، ص ۳۳۰، رقم ۹۷۲۰)

(المعجم الکبیر، من اسمه مسور، جلد ۱۲، صفحه ۳۱۹، رقم ۱۶۷۷۰)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے امام نحاس اور امام ابن المنذر جیسے آئمہ کرام نے اعلمیت صدیق اکبر پر استشہاد فرمایا ہے امام نحاس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"فضل أبی بکر رضی اللہ عنہ وانہ اعلم الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باحکام اللہ عزوجل و شرائع نبیہ علیہ السلام لانہ اجاب عمر رضی اللہ عنہما بمثل جواب رسول اللہ"

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے احکام اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے جاننے والے تھے کیوں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواب کی مثل جواب ارشاد فرمایا۔

(الناسخ والمنسوخ للنحاس، صفحہ ۷۳۳)

اسی طرح امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"ففی جواب أبی بکر بمثل ما اجاب بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیل علی آن ابابکر کان اعلم الناس باحکام اللہ واحکام رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و دینہ بعد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم علیہ السلام کے جواب کی مثل جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رسول اللہ علیہ السلام کے بعد احکام الٰہی اور احکام نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

(الاوسط لابن المنذر، جلد ۱۰، ص ۲۳۳، تحت رقم الحدیث ۳۳۲۴)

اس حدیث مبارکہ سے جہاں اعلمیت صدیق اکبر ثابت ہوتی ہے وہاں یہ بات بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذہن سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فکر کا ترجمان اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کی مظہر ہوگئی تھی گویا کہ رنگ وروپ جمال کمال سب آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایک ایسا آئینہ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا عکس جھلکتا تھا۔ ابوبکر صدیق اور رسول

ثانیاً: محبوب کواس پر وثوق واعتماد تام حاصل ہو' اور سب کاموں میں اسے اپنا مرجع بنائے، پردۂ تکلف درمیان سے بالکل اٹھ جائے

ورنہ ایک ہاتھ سے تالی بجنا معلوم۔

ثالثاً: آتشِ محبت سینہ محبّ میں اس درجہ مشتعل ہو کہ ماورا ان کا نسیا منسیا اور اس کی ادنی تکلیف پر اپنی جان دے دینا بطوع ورغبت گوارا ہو، ورنہ جان نثاری سے معذور اور آلہ حفظ ہونا بہت دور۔ (۱)

رابعاً: اسے صبر تام عطا فرمائیں کہ اہوال وشدائد اس کی زمام استقلال کو ہاتھ سے نہ لے جائیں۔ (۲)

خامساً: شجاعت وہمت وجرأت وسخاوت (۳)

إلى غير ذلك من الأمور التي لايخفى على اللبيب (۴)

پس بالیقین ثابت ہوگیا کہ ابوبکر صدیق اللہ کے نزدیک چہرۂ مصطفی ﷺ کے سپر ہونے کے لیے سب سے زیادہ لائق تھے، اور حضور کی غم گساری ورازداری واخلاق نفسانیہ میں عادات کریمہ سے یک رنگی اور سید المرسلین ﷺ پر انتہا درجہ کی شیفتگی میں کوئی ان کا مماثل نہ تھا، اور جو انس ومیلان حضور کو ان سے تھا کسی سے نہ تھا، اور جو اطمینان ووثوق ان پر تھا کسی پر نہ تھا۔

....

اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیات میں کس قدر قوی استنباط تھا یہ صاحبانِ علم ودانش اور منصف مزاج لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔

۱۔ جیسا کہ ہجرت مدینہ کے موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کی خاطر غار میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔

۲۔ جیسا کہ ابتدائے اسلام کے زمانہ کے مصائب وتکالیف سے ظاہر ہے۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ''اشجع الناس'' تھے۔

(مسند البزار، جلد ۱، صفحه ۴۳۷، رقم ۶۸۹)

(فضائل الخلفاء الراشدين لابی نعيم، صفحه ۳۶۵، رقم ۲۳۷)

۴۔ اس کے علاوہ اور امور جو عقلمند پر مخفی نہیں ہیں۔

یـالیت شعري: کیا ایسا شخص افضل امت اور قربِ الٰہی میں سب پر فائق اور جنابِ عدن میں سب کا سردار ہوگا ـــــ یا جو لوگ تفضیلِ صدیق میں مرتاب اور اذعانِ حق سے سرتاب ہیں مضامین اس فصل کے غیر صدیق کے لیے بھی ثابت کر دکھائیں گے، إن ذلك لا یتأتّی لهم، بحمدالله هذا ما ألهمني ربي، إن ربي لذو فضل عظیم (۱)

کلام طویل ہے اور فرصت قلیل وقصیر، اور مزاج سامعان کے ناز دامنگیر، ورنہ ہم اس دلیل کو چند تبصروں میں بیان کرتے، وفیما ذکرنا کفایة لأولی النهٰی۔ (۲)

فصل دوم:

دربارِ نبوت میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے جاہ وثروت میں

قرآن عظیم ووحی حکیم باعلیٰ ندامنادی کہ معاملہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا عین معاملہ اطاعتِ الٰہی ہے، اس جناب کی اطاعت ربانی اور عیاذاً باللہ نافرمانی ان کے خدا کی نافرمانی، جو ان کا محبوب ومقبول ہے اللہ کا محبوب اور مقبول، اور جو ان کا مخذول ومقہور ہے اللہ کا مقہور ومخذول۔ جسے جس قدر قرب ان سے حاصل اسی قدر حضرت حق سے واصل، اور جتنا ان سے دور اتنا ہی رحمتِ الٰہی سے مہجور، اور اس معنی کا انکار نہ کرے گا مگر دشمنِ اسلام۔

اب حجابِ تعصب نگاہِ بصیرت سے اٹھا کر غور کرنا چاہیے کہ آیا دربار در بارِ نبوت میں جو قرب ووجاہت حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل ہے دوسرا بھی اس میں شرکت رکھتا ہے؟ جس قدر نگاہ غامض کی جائے گی اسی قدر جاہ ومنزلت شیخین سب سے بلند وبالا نظر آئے گی۔ اب ہم اس مضمون کو انتیس (۲۹) وجہ سے ثابت کرتے ہیں جس سے حجتِ الٰہی قائم ہو جائے اور مخالف وموافق کو جائے تردد وانکار باقی نہ رہے۔

فنقول: وبالله التوفیق،

۱۔ اور بحمد اللہ وہ ایسے مضامین نہیں لاسکیں گے یہ میرے رب نے مجھ پر ظاہر کیا ہے بے شک میرا رب عظیم فضل والا ہے۔

۲۔ جو ہم نے ذکر کیا وہ عقل والوں کے لیے کافی ہے۔

وجہ اول: مہاجرین وانصار واصحاب سید ابرار ﷺ سے مجلس ملائک نشان میں کوئی حضور والا کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکتا سوا ابوبکر و عمر کے، کہ یہ حضور کو دیکھتے حضور انہیں،

"إن رسول الله ﷺ كان يخرج على أصحابه من المهاجرين والأنصار وهم جلوس وفيه أبوبكر و عمر فلا يرفع إليه أحد منهم بصره إلا أبو بكر و عمر ،فإنهما كان ينظران إليه وينظر إليهما ويتبسمان إليه ويتبسم إليهما۔(۱)

وجہ ثانی: سید المرسلین ﷺ انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے اور یہ حضور والا کو دیکھ کر مسکراتے، اور یہ معنی غایت ملاطفت ونہایت وجاہت سے مخبر اور حضرات شیخین سے مخصوص کمافي الحديث المذكور.

وجہ ثالث: عموماً مہاجرین اپنے نام سے پکارے جاتے اور صحابہ کرام سب کا نام لیتے۔ عمر نے فرمایا: عثمان نے کہا: علی نے کہا: ۔ رضی الله تعالیٰ عنهم ۔ مگر صدیق کہ یہ کنیت ولقب سے ذکر کیے جاتے، اور خود سید المرسلین ﷺ اسی طرح ان کو یاد فرماتے۔ اور یہ بات فقیر نے اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ ایک صحابی کا ارشاد ہے کہ وہ ان وقائع کے مشاہد اور ان کے وجوہ واسباب پر مطلع تھے۔ فصل صحابہ میں حضرت ابو الہیثم بن التیہان کا شعر گزرا۔ وسميت صديقا الـخ کہتے ہیں: ہر صاحب کا نام لیا جاتا ہے اور کوئی اس پر انکار نہیں کرتا سوا تمہارے کہ تمہیں صدیق کہا جاتا ہے۔(۲)

۱۔ سنن الترمذی، باب فی مناقب أبی بکر و عمر، جلد ۲، صفحه ۴۱۷، رقم ۳۶۰۱
جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر الجزری، جلد ۸، صفحه ۶۲۹، رقم ۶۴۵۹

۲۔ راقم کی تحقیق کے مطابق یہ اشعار حضرت ابو محجن الثقفی نے پڑھے تھے۔ اشعار مندرجہ ذیل ہیں

وسميت صديقا و كل مهاجر	سواك يسمى باسمه غير منكر
سبقتا الى الاسلام والله شاهد	وكنت جليسا فى العريش المشهر"

آپ کا نام صدیق رکھا گیا اور آپ کے علاوہ اور مہاجرین اپنے اپنے نام سے کہ وہ بھی برے نہیں ہیں

وجہ رابع: اصحابِ کرام خدمتِ رسالت میں حلقہ باندھ کر بیٹھتے کہ مجلس اقدس مثل کنگن کے ہو جاتی، اور ابوبکر صدیق اگر حاضر نہ ہوتے جگہ ان کی خالی رہتی اور کوئی اس میں طمع نہ کرتا، جب آتے اپنی جگہ بیٹھ جاتے، حضور والا ان کی طرف منہ فرماتے اور اپنی باتوں کا مخاطب انہیں ٹھہراتے اور لوگ سامع ہوتے۔ فقیر میگوید:

گرز مرغان خوش الحان ہمہ پرگشت چمن

جائے بلبل بکنار گل خندان سبز است (۱)

أخرج ابن عساكر عن مجمع الأنصاري عن أبيه قال: كانت حلقة رسول الله ﷺ لتشتبك حتى تصير كالأسوار، وإن مجلس أبى بكر منها لفارغ، مايطمع فيه أحد من الناس، فإذا جاء أبوبكر جلس ذلك المجلس، وأقبل عليه النبي ﷺ بوجهه وألقى إليه حديثه ويسمع الناس۔ (۲)

....

پکارے جاتے ہیں آپ نے اسلام کی طرف سبقت کی اس کا اللہ شاہد ہے اور آپ قریش میں نبی کریم ﷺ کے ہم نشین تھے۔

(أُسد الغابه، ذكر عبدالله بن عثمان، جلد ۲، صفحه ۳۰۱)

(فتح المغيث للسخاوى، باب معرفة الصحابة، جلد ۳، صفحه ۱۳٤)

(شذرات الذهب لابن العماد، جلد ۱، صفحه ۱۸)

۱۔ فقیر کہتا ہے اگرچہ ہر قسم کے خوش الحان پرندوں سے چمنستان بھرا ہے لیکن پھول کے کنارے بلبل کی جگہ سرسبز شاداب یعنی خالی ہے۔

۲۔ تاريخ دمشق لابن عساكر، ذكر عبدالله و يقال عتيق، جلد ۳۰، صفحه ۱۳۰

تاريخ مدينه دمشق لابى القاسم على بن الحسن ابن هبة الله، ذكر من اسمه عباس، جلد ۲٦، ص ۳٤٤

تاريخ الخلفاء للسيوطى، الاحاديث الوارده فى فضله وحده، صفحه ۵۲

وجہ خامس: حضرت والا نے سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ مداحِ رسول ہیں اور مؤید بروح القدس، ارشاد فرمایا: قلت في أبي بكر شيئا، قل حتى أسمع، تم نے ابوبکر کی مدح میں بھی کچھ کہا ہے، پڑھو کہ ہم سنیں۔ حسان نے یہ اشعار عرض کیے:

وثاني اثنين في الغار المنيف وقد طاف العدو به إذ صاعد الجبلا

وكان حب رسول الله قد علموا من الخلائق لم يعدل به بدلا (۱)

حضور نے یہاں تک خندہ فرمایا کہ نواجذ شریفہ ظاہر ہوگئیں اور ارشاد ہوا: اے حسان تم نے سچ کہا، وہ ایسے ہی ہیں۔

رواه ابن سعد عن الزهري والحاكم عن حبيب بن أبي حبيب وقد مرفي فصل الأحاديث (۲)

اقول: پھر ظاہر کہ خود مدحِ صدیق کی فرمائش کرنا اور برغبت تمام استماع، پھر اس پر خندہ وسرور فرمانا غایت محبت ونہایت مرتبت کی دلیل ہے کہ غیر صدیق کے لیے ثابت نہیں۔

وجہ سادس: ایک روز مجلس مقدس میں صدیق حاضر نہ تھے، حضور نے ان کے آنے کی ان الفاظ سے خبر دی کہ اس وقت وہ آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے بعد اس کا مثل نہ بنایا، اور روزِ قیامت اس کی شفاعت مثل میری شفاعت کے ہوگی، جب حاضر ہوئے حضور نے ان کے لیے قیام فرمایا اور پیشانی صدیق پر بوسہ دیا اور گلے لگایا اور ایک ساعت انس حاصل کیا۔ (۳)

۱۔ ترجمہ: بلند غار میں دو میں سے دوسرا اور جب وہ پہاڑ پر چڑھے تو دشمن اس کے اردگرد پھر رہے تھے اور وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب ہیں تمام خلائق اس بات کا علم رکھتی ہے۔

۲۔ (المستدرك للحاكم، ذكر ابوبكر الصديق بن أبي قحافه، جلد ۳، صفحه ۸۲، رقم الحديث ٤٤٦١)

(الطبقات الكبرى لابن سعد، ذكر الغار والهجرة الى المدينة، جلد ۳، صفحه ۱۷٤)

(تفسير بحر العلوم للسمرقندی، تفسير سورة التوبه، آيت ٤٠، جلد۲، صفحه ۲۳٦)

۳۔ اس حدیث مبارکہ کے راوی خود حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے قائلین افضلیت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں شمار کیا ہے۔ یاد رہے اس مسئلہ میں جن

وجہ سابع: رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرام ایک چشمہ میں داخل ہوئے، حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص اپنے یار کی طرف تیرے، سب صاحبوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر باقی رہ گئے، پس خود سرورِ عالم ﷺ نے صدیق کی طرف شنا کی اور جا کر گلے لگایا اور فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا ایسا دوست بناتا کہ دل میں سوائے اس کے دوسرے کی جگہ نہ ہوتی تو ابو بکر کو بناتا، ولیکن وہ میرا رفیق ہے۔

فقد أخرج الطبراني في الكبير وابن شاهين في السنة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما موصولا، وأبو القاسم البغوي وابن عساكر عن ابن مليكة مرسلاً، قال: دخل رسول الله ﷺ وأصحابه غديراً فقال: ليسبح كل رجل إلىٰ صاحبه، فسبح كل رجل منهم إلى صاحبه حتى بقي رسول الله ﷺ وأبو بكر، فسبح رسول الله ﷺ إلى أبى بكر رضي الله تعالىٰ عنه حتى اعتنقه، فقال: لو كنت متخذًا خليلاً لا تخذت أبا بكر خليلاً ولكنه صاحبي. (۱)

سات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمائے ہیں وہ سب خود تفضیل شیخین کے شدومد کے ساتھ قائل ہیں لہٰذا اس مسئلہ میں علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کو تسامح ہوا ہے۔ (اللہ و رسولہ اعلم بالصواب)

(تاريخ بغداد، ذكر محمد بن العباس بن الحسين ابوبكر القصاص، جلد ۳، صفحه ۱۲۳)

(تاريخ دمشق لابن عساكر، من اسمه عبدالله و يقال عتيق، جلد ۳۰، صفحه ۱۵۵)

(الشفاعة للواعى، صفحه ۱۷۱، رقم الحديث ۱۵۲)

۱۔ (المعجم الكبير، من اسمه عبدالله بن مسعود، جلد ۱۰، صفحه ۱۰۵، رقم ۱۰۱۰۶)

(شرح مذاهب اهل السنة لابن شاهين، فضيلة لابى بكر الصديق، صفحه ۱۱۳، رقم ۸۸)

(شرح السنة للبغوى، باب فضائل أبى بكر الصديق، جلد ۱، صفحه ۹۲۴)

(معجم لابن عساكر، صفحه ۲۷۸) رقم الحديث ۵۶۲)

وجہ ثامن: امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ثنائے صدیق میں فرماتے ہیں:

أشرفهم منزلةً وأكرمهم عليه وأوثقهم عنده كما مرفى الحديث الطويل.

یعنی مرتبہ آپ کا سب سے بالا اور دربارِ نبوت میں وجاہت اور حضور کو آپ پر وثوق سب سے زیادہ تھا۔ (۱)

وجہ تاسع: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (۲) سے سوال ہوا، شیخین کی منزلت بارگاہِ رسالت میں کس قدر تھی؟ فرمایا: جواب ہے کہ وہ دونوں حضور کے برابر لیٹے ہیں، رواہ احمد وقدمر۔ (۳)

وجہ عاشر: اعظم دلائل سے یہ امر ہے کہ جب ان کا ذکر اور صحابہ کے ساتھ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرِ شیخین کو مقدم فرماتے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ثبوت کافی اس کا فصل ...... میں آئے گا۔

....

۱۔ الشريعة للآجرى جلد صفحه ۳۱۱، رقم الحديث ۱۷۸۱

السنة للخلال، جلد ۱، صفحه ۲۸٦، رقم الحديث ۳۵۱

مسند البزار، جلد ۱، صفحه ٤۲٦، رقم الحديث ۹۲۸

یہ حدیث مبارکہ بمع عربی متن، ترجمہ وتخاریج کتاب کے آخر میں نقل کردی گئی ہے مکمل متن وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا نام علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب الھاشمی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین کا لقب ملا۔

(تهذيب التهذيب للعسقلانی، جلد ۷، صفحه ۲٦۸، رقم ۵۲۱)

۳۔ عربی متن اس عبارت کا کچھ یوں ہے کہ:

"سئل كيف كانت منزلة أبى بكر و عمر عند رسول الله عليه وسلم فأشار بيده الى القبر ... قربا منه الساعة"

(تاريخ دمشق، ذكر على بن الحسين بن على بن أبى طالب، جلد ٤۱، ص ۳۸۸)

(تهذيب الكمال للمزى، من اسمه على، جلد ۲۰، صفحه ۳۹۳، رقم ٤۰۵۰)

(سيرُ اعلام النبلا للذهبى، جلد٤، صفحه ۳۹۵، رقم ۱۵۷)

وجہ حادی عشر: حجۃ الوداع سے پلٹتے میں خطبہ پڑھا اور بعد حمد وثناء ارشاد ہوا:

"أيها الناس !إن أبابكر لم يسوء ني قط، فاعرضوا له ذلك، أيها الناس! إني راض عن أبى بكرو عمرو عثمان وعلى وطلحة وزبير وسعد وعبدالرحمن بن عوف والمهاجرين الاولين فاعرضوا لهم ذلك" رواه الطبراني عن سهل (۱)

یعنی اے لوگو ابوبکر نے مجھے کبھی ملال نہ دیا سو یہ پہچان رکھو اس کے لیے، اے لوگو میں راضی ہوں ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر وسعد وعبدالرحمٰن بن عوف ومہاجرین اولین سے، سو یہ پہچان رکھوان کے لیے۔

اقول: خطبہ قریب وصال میں ذکر صدیق کو سب سے جدا فرمانا، پھر سب کے ساتھ انہیں یاد دلانا، پھر ان کا ذکر سب پر مقدم کرنا، دلیل تام ہے اس معنی پر کہ حضور کو جس قدر شانِ صدیق سے اعتنا تھا کسی سے نہ تھا، اور جو عنایت ان کے اوپر مبذول تھی کسی پر نہ تھی۔

وجہ ثانی عشر: جب روزِ فتح حضور داخل ہوئے مکہ اور ابوبکر صدیق نے اپنے والد ماجد کو حاضر کیا، ارشاد ہوا اس پیر کو تم نے گھر ہی میں کیوں نہ چھوڑ دیا کہ ہمیں اس کے پاس جاتے۔ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسی کا حاضر ہونا لائق تھا، پھر حضور نے ان کے سینہ کو مسح کر کے ارشاد فرمایا: مسلمان ہو جا، مسلمان ہو گئے:

قال محمد بن إسحاق: فلما دخل رسول الله ﷺ مكة دخل المسجد، فأتى أبوبكر رضي الله عنه بأبيه يقوده، فلمارأه رسول الله ﷺ قال: هلاّتركت الشيخ في بيته حتى أكون أنا آتيه فيه، قال أبو بكر رضي الله تعالىٰ عنه: يارسول الله هو أحق بمشي إليك من أن تمشي أنت إليه فأجلسه بين يديه ثم مسح صدره ثم قال: أسلم، فأسلمَ. الحديث (۲)

....

۱۔ المعجم الكبير، جلد ٦، صفحه ١٠٤، رقم الحديث ٥٦٥٠

أمالي ابن بشران، جلد ١، صفحه ٢٢٣، رقم ٢١١

معجم الصحابة لابن قانع، جلد ١، صفحه ٣٨٧، رقم الحديث ٤٩٦

۲۔ صحيح ابن حبان، ذكر أبى قحافه عثمان بن لعامر، جلد ١٦، ص ١٨٧، رقم ٧٢٠٨

اقول: یہ اعزاز واکرام ابوقحافہ کا ابوقحافہ کے لیے نہ تھا کہ وہ تو اس وقت مسلمان بھی نہ ہوئے تھے، اور جب ہوئے تو طلقا سے تھے مہاجر نہ انصاری۔ غرض اس وقت تک اپنی ذات میں کوئی امر باعثِ تعظیم رسول اللہ ﷺ نہ رکھتے تھے، نہ مولفۃ القلوب سے تھے کہ بنظر استمالت ارشاد ہوا، نہ فتح مکہ کے بعد تالیفِ قلوب کا صیغہ رہا، لوگ الحمدللہ دین خدا میں خود فوج در فوج داخل ہونے لگے، اور جو پیری کا لحاظ کیجیے تو ہزاروں بڈھے مسلمان ہوئے، ان ہی کی کیا خصوصیت تھی؟ پس ثابت ہوگیا کہ یہ تعظیم درحقیقت صدیق اکبر کی تھی، نہ سیدنا ابوقحافہ کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

وجہ ثالث عشر: ارشاد فرماتے آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک شدت کا حکم کرتا ہے دوسرا نرمی کا اور دونوں صواب پر ہیں اور جبریل ومیکائیل کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا اور دو نبی ہیں ایک حق اور دوسرا آمر شدت اور دونوں حق پر ہیں۔ پھر ارشاد ہوا اور میرے دو یار ہیں ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا شدت کا اور دونوں راستی پر ہیں اور ابوبکر وعمر کا ذکر فرمایا:

الطبراني بسند حسن عن أم سلمة أن النبي ﷺ قال: "إن في السماء ملكين: أحدهما يأمر بشدة والآخر باللين وكل مصيب، وذكر جبريل وميكائيل، ونبيان: أحدهما يأمر باللين والآخر يأمربالشدة، وكل مصيب، وذكر إبراهيم ونوحاً، ولي صاحبان: أحدهما يأمر باللين والآخر بالشدة، وكل مصيب، وذكر أبابكرو عمر" (۱)

....

مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، جلد ۶، صفحہ ۳۴۹، رقم ۲۷۰۰۱

غایہ المقصد فی زوائد المسند، باب فی غزوۃ الفتح، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶

۱۔ المعجم الکبیر، من اسمہ أم سلمۃ، جلد ۱۳، صفحہ ۲۱۴، رقم الحدیث ۱۹۶۶۷

مجمع الزوائد، باب فیما ورد من الفضل لابی بکر و عمر، جلد ۹، صفحہ ۳۷، رقم ۱۴۳۴۵

الحبائک فی اخبرا الملائک للسیوطی، صفحہ ۶، (وقال رجالہ ثقات)

اس سے زیادہ منزلت کیا ہوگی کہ حضور نے ان کو دو فرشتوں مقرب اور دو پیغمبر اولوالعزم سے تشبیہ دی اور جو لفظ ان کے حق میں ارشاد ہوئے ان کے لیے بھی فرمائے۔

وجہ رابع عشر: حضور والا کا معمول تھا کہ ہر روز صبح و شام دو بار صدیق کے گھر تشریف لے جاتے، اور یہ وہ مرتبہ ہے کہ نہایت نہیں رکھتا:

النجا ر عن عائشة قالت: "لم أعقل أبوي قط إلاوهما يدينان الدين، ولم يمر علينا يوم إلا يأتينها فيه رسول الله ﷺ طرفي النهار بكرة وعشية"(۱)

وجہ خامس عشر: منزلت ان کی دربارِ رسالت میں اس درجہ اشتہار کو پہنچی تھی کہ کفار بھی بعد رسول اللہ ﷺ کے انہیں کو پوچھتے، اور جس معاملہ میں گفتگو منظور ہوتی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور معاملہ ان کا اور رسول اللہ ﷺ کا واحد جانتے۔ چنانچہ تفصیل اس کی ان شاء اللہ فصل...... میں مذکور ہوگی۔

وجہ سادس عشر: اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو انتہا درجہ کی رحمت و شفقت کے ساتھ متصف فرمایا یہاں تک کہ فرماتا ہے:

﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾(۲)

اور فرماتا ہے:

﴿فبما رحمة من الله لنت لهم﴾(۳)

....

۱۔ صحیح البخاری، باب هجرة النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۲، ص ۳۸۷، رقم ۳۶۱۶
صحیح ابن حبان، ذکر صحبة أبی بکر رضی الله عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی هجرته، جلد ۱۵، ص ۲۸۳، رقم ۶۸۶۸
مسند اسحاق بن راهویه، مایروی عن عروة بن الزبیر، صفحه ۳۷۷، رقم ۷۶۰
اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، جلد ۹، صفحه ۱۴۶، رقم الحدیث ۱۱۸۲۵

۲۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے (سورة الانبیاء، آیت نمبر ۱۰۷)

۳۔ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوتے۔
(سورة آل عمران، آیت نمبر ۱۵۹

اس باعث سے حضور والا ہر قاصی ودانی سے نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آتے اور باوجود اس جلالتِ شان کے جس کا نظیر غیر متصور ہے سب سے بلطف وعنایت خطاب فرماتے مگر یہ امر غالبًا اوروں کے ساتھ بے وجہ نہ ہوتا۔ مثلاً مخاطب نے کچھ سوال کیا اس کا جواب ارشاد ہوا۔ یا کسی خدمت پر اسے مامور کرنا ہوا۔ یا جس بات کا ذکر ہے اس کی ذات سے علاقہ خاصہ رکھتی تھی۔ یا بنا بر ہدایت ونصیحت ارشاد ہوا، إلىٰ غير ذلك من وجوه الداعيه. (۱) بخلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، کہ ان سے وجہ وبے وجہ کوئی تعلق ان کا ہو یا نہ ہو خطاب فرمایا جاتا، اور بات کہنے کے لیے تمام حاضرین خدمت سے وہی مخصوص کیے جاتے۔

اے عقلِ سلیم تو بتا، اگر یہ نہایت قرب نہیں تو کیا ہے۔ بریدہ اسلمی کو جب حضور نے دیکھا ارشاد ہوا: تو کون ہے؟ عرض کیا: بریدہ، حضور نے صدیق کی طرف التفات کر کے فرمایا: اے ابوبکر ہمارا کام خنک ہوا اور بن گیا۔ پھر پوچھا: کس قبیلہ سے؟ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اسلم سے، حضور نے صدیق سے فرمایا: ہم سلامت رہے، پھر فرمایا: کس کی اولاد سے؟ عرض کیا بنی سہم سے، فرمایا تیرا حصہ نکل گیا۔

أخرج أبو عمر في الاستيعاب عن بريدة الأسلمي رضي الله تعالىٰ عنه لما تلقى النبي ﷺ بريدة الأسلمي في سبعين راكبا من أهل المدينة من بني سهم، قال رسول الله ﷺ: "من انت؟ قال: أنا بريدة، فالتفت إلى أبى بكر، فقال: ياأبا بكر! برد أمرنا وصلح، ثم قال: ممن أنت؟ قال: من أسلم، قال لأبى بكر، سلمنا، قال: ثم قال لي: من بني من؟ قلت :من بني سهم، قال: خرج سهمك". (۲)

۱۔ اس کے علاوہ اس کی طرف بلانے والی وجوہات

۲۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، من اسمہ بریدہ الاسلمی، جلد ۱، صفحہ ۵۶
اُسد الغابہ، من اسمہ بریدہ بن سفیان الاسلمی، جلد ۱، صفحہ ۱۱۰
اخلاق النبی لابی شیخ الاصبہانی، جلد ۲، صفحہ ۳۴۰، رقم ۷۳۸

روزِ بدر ارشاد ہوا: اللہ نے اپنی مدد اتاری اور ملائکہ نازل ہوئے ، مژدہ ہو اے ابوبکر میں نے جبریل کو دیکھا کہ زمین وآسمان کے بیچ میں ایک گھوڑی کو کھینچتا ہے، جب زمین پر آیا سوار ہوا، پھر ایک ساعت مجھے نظر نہ آیا، پھر جو میں نے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر غبار تھا یعنی قتال کیا۔

عن موسیٰ بن عقبة في قصة بدر قال رسول الله ﷺ: "قدأنزل الله نصره ونزلت الملائكة، أبشريا أبابكر، فإني قدرأيت جبريل يقود فرسًابين السماء والأرض فلما هبط إلى الأرض جلس عليها فتغيب على ساعة، ثم رأيت على شفتيه غبارًا"(۱)

سالِ فتح حضور نے ملاحظہ فرمایا، عورتیں اپنے دوپٹوں سے اسپہانِ جہاد کے منہ صاف کررہی ہیں، حضور ابوبکر صدیق کی طرف دیکھ کر مسکرائے، پھر فرمایا: اے ابوبکر کیسے کہا حسان بن ثابت نے؟ ابوبکر نے ان کے وہ شعر عرض کیے جن کا خلاصہ یہ ہے:

میں اپنے بیٹوں کو نہ پاؤں اگر تم اے کافرانِ مکہ ہمارے گھوڑوں کو کداء کے دونوں جانب غبار اڑاتے نہ دیکھو، لگامیں چابتے، شتابی کرتے اوران کا منہ صاف کرتی ہوں عورتیں دوپٹوں سے، حضور نے فرمایا: داخل ہو جہاں سے کہا حسان نے، یعنی کداء سے۔

....

۱۔ مرویات الامام الزهری فی المغازی، للعواجی، المبحث الثانی فی ذکر،احداث الغزوه، جلد ۱، صفحه ۲۲۶

دلائل النبوة للبیهقی، جلد ۳، صفحه ۱۱۳، رقم ۹۷۱

تفسیر الدراء المنثور فی تاویل بالماثور للسیوطی، تفسیر سورة الانفال، آیت ۷، جلد ۲، صفحه ۳۳۱

أخرج الحاكم في المستدرك عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: لما دخل رسول الله ﷺ عام الفتح رأى النساء يلطمن وجوه الخيل بالخمر فتبسم لأبی بكر رضي الله تعالیٰ عنه وقال: يأبا بكر! كيف قال حسان بن ثابت؟ فأنشده أبوبكر رضی الله عنه

عدمت بنيتی إن لم تردها تثير النقع من كنفي كداء

ينازعن عن الأعنة مسرعات يلطمهن بالخمر النساء

فقال رسول الله ﷺ: ادخلوامن حيث قال حسان"(۱)

روزِ احد جب سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے...... حضور نے ابوبکر صدیق سے ارشاد فرمایا: أوجب طلحة يأبا بكر (۲) اے ابوبکر! طلحہ نے جنت واجب کرلی۔

ورود احادیث اس بارہ میں بکثرت ہے اور منصف کے لیے اس قدر میں کفایت۔

....

۱۔ دلائل النبوة للبیهقی، جلد ۵، صفحه ۷۳، رقم ۱۷۸۳

تهذیب آلاثار للطبری، جلد ۲، صفحه ٤٦٣، رقم ٥٧٩

شرح معانی آلاثار، جلد ٤، صفحه ٢٩٦، رقم ٦٤٨٣

المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابه، جلد ٤، صفحه ١٩، رقم ٤٤٩٩

۲۔ الاستيعاب فی معرفة الاصحاب، ذكر طلحة بن عبيدالله، جلد ۱، صفحه ۲۳۱

نهاية الأرب فی فنون الادب للنويری، جلد ۲۰، صفحه ۵۲

المصباح المضی، فی كتاب النبی الامی و رسله الی ملوك الارض، جلد ۱، صفحه ۱۳٤

(جبکہ یہ حدیث متن میں "یا الکبر" کے الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔)

مسند أبی يعلی، مسند الزبير بن العوام، جلد ۱، صفحه ۲۱۹، رقم ٦٧٠

صحيح لابن حبان، ذكر طلحة بن عبيدالله، جلد ١٥، صفحه ٤٣٦، رقم ٦٩٧٩

مسند البزار، مسند زبير بن العوام، جلد ۱، صفحه ۱۷۷، رقم ۹۷۲

سنن ترمذی، باب مناقب طلحة بن عبيدالله، جلد ۲، صفحه ٤٣٧، رقم ٣٧٣٨

وجہ سابع عشر: حضوروالاصحابہ کرام کو صدیق اکبر کا ادب تعلیم فرماتے اور یہ معنی کمال وجاہت پر دال، ربیعہ بن کعب کوانہوں نے ایک کلمہ مکروہ کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں ابوبکر کو پھر نہ کہنا بلکہ ان کے حق میں دعائے مغفرت کر، رواہ احمد وقدمر فی اقوال الصحابة (۱)

ایک بار ایک صحابی کوان کے آگے چلتے دیکھا، فرمایا: تو اس کے آگے چلتا ہے جو تجھ سے بہتر ہے۔

أبو عمر في الاستيعاب قال رسول الله ﷺ لبعض أصحاب وقد رأه يمشي بين يدي أبي بكر ،قال:"تمشي بين يدي هو خير منك"(۲)

....

۱۔ اس حدیث مبارکہ کے متن کا آخری حصہ کچھ یوں ہے:

"قل يغفر الله يا ابابكر"

(المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، جلد ۲، ص ۱۸۸، رقم ۲۷۱۸)

(المعجم الكبير، من اسمه ربيعة بن كعب الاسلمى، جلد ۵، ص ۵۸، رقم ۴۵۷۷)

(اتحاف الخيره المهرة للبوصيرى، كتاب النكاح، جلد ۳، ص ۵۱، رقم ۳۱۵۹)

۲۔ الجامع الاخلاق الراوى و آداب السامع للخطيب بغدادى، صفحه ۴۴۸، رقم الحديث ۱۷۰۳

مستخرج الطوسى، باب فضيلة لابى بكر الصديق، صفحه ۸۴، رقم الحديث ۸۴

شرح مذاهب اهل السنة لابن شاهين، باب فضيلة لابى بكر الصديق، صفحه ۹۰، رقم ۸۰

اس حدیث مبارکہ کی سند ضعیف ہے (الله و رسوله اعلم بالصواب)

اقول: اس حدیث کو کریمہ ﴿یایھا الذین امنو الا تقدموا بین یدي الله ورسولہ﴾ (۱) سے ملا کر دیکھیے تو ایک عجیب لطف حاصل ہوتا ہے، اور یہ صحابی سیدنا ابو درداء ہیں۔ رضي الله عنه کما صرح به في روایة أخری۔ (۲)

وجہ ثامن عشر: دونوں زمانہ رسالت میں مرجع ناس تھے، لوگ اپنے مرض کی چارہ جوئی ان سے کرتے اور مسائل میں فتوی لیتے، اور یہ بات بے غایت ووجاہت کے معقول نہیں۔

ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے ایک خطا ہوگئی، صدیق اکبر سے حال عرض کیا، فرمایا: پردہ رکھ اور توبہ کر اور کسی سے نہ کہہ۔

اسی طرح ایک اور صحابی سے جنایت ہوگئی، ابوبکر وعمر سے کفارہ پوچھا۔

مرد اسلمی نے اپنا جرم صدیق اکبر سے عرض کیا، فرمایا: سوا میرے اور کسی سے تو نہیں کہا، عرض کیا: نہیں، فرمایا: توبہ کر اور پردہ رکھ، اللہ ستاری کرے گا کہ خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

پھر امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے عرض کیا: انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ (۳) وستأتی الأحادیث إن شاء الله في فصل الوزارة۔

۱۔ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(سورۃ الحجرات، آیت ۱)

۲۔ جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس شخص سے فرمایا تھا۔

"فَتُب الی الله واستتر"

(مصنف عبدالرزاق، باب الرجم والاحصان، جلد ۷، صفحہ ۳۲۳، رقم ۱۳۳۴۲)

(معرفة السنن والاثار للبیھقی، باب جلد البکر و نفیه، جلد ۷، ص ۵۱۰، رقم ۵۳۲۰)

(موطا امام مالك، باب ماجاء فی الرجم، صفحہ ۵۸۷، رقم الحدیث ۳۰۳۶)

وجہ تاسع عشر: روزِ بدر میمنہ لشکر صدیق اکبر کو عطا ہوا، اور جبریل ہزار فرشتے لے کر ان کی طرف نازل ہوئے۔ اور میسرہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو اور میکائیل ان کی جانب:

عن علي كرم الله تعالى وجهه قال: نزل جبريل في ألف من الملائكة عن ميمنة النبي ﷺ وفيها أبوبكر ونزل ميكائيل عن ميسرة النبي ﷺ وأنافي الميسرة۔ (۱)

اقول: میمنہ اور میسرہ کا فرق اور جبریل کا میکائیل سے افضل ہونا کسے معلوم نہیں۔ دہنی جانب اسی کو دیں گے جس کا اعزاز زیادہ ہوگا، اور افضل الملائکۃ کو اس کی طرف بھیجیں گے جس کا فضل غالب ہوگا۔

وجہ عشرون: روزِ بدر جب حضور نے مشرکین کو آتے دیکھا عرض کیا: الٰہی یہ قریش ہیں کہ اپنے کبر وناز کے ساتھ آتے ہیں تیرے رسول سے لڑتے اور اس کی تکذیب کرتے، اور حضور صدیق اکبر کا بازو تھامے ہوئے عرض کر رہے تھے: الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں جو تو نے مجھے وعدہ دیا۔ صدیق نے عرض کیا: حضور کو مژدہ ہو، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک اللہ اپنا وعدہ جو حضور سے کیا پورا فرمائے گا۔

عن موسىٰ بن عقبة فى قصة بدر لما طلع المشركون قال رسول الله ﷺ: اللّٰهم هذه قريش جاء ت بخيلاء ها وفخرها تحارب وتكذب رسولك، اللّٰهم إنّى أسالك ماوعدتني ورسول الله ﷺ ممسك بعضد أبى بكر يقول: اللّٰهم إنّى اسألك ماوعدتنى، فقال أبوبكر: أبشر فوالذي نفسي بيده، ليجزين الله ماوعدك" الحديث (۲)

....

۱۔ الطبقات الكبرى لابن سعد، باب غزوه بدر، جلد ۲، صفحه ۱۶
غزوه الرسول و سراياه لا بن سعد، ذكر غزوه بدر، صفحه ۶
الحبائك فى اخبار الملائك للسيوطى، باب ماجاء فى صفة الملائكة، صفحه ۴۳

۲۔ دلائل النبوة للبيهقى، جلد ۳، صفحه ۱۱۳، رقم ۹۷۱
مرويات الامام الزهرى فى المغازى المبحث الثانى، ج ۱، ص ۲۱۸

اقول: اس منزلت پر نظر کرنا چاہیے کہ عین وقتِ پریشانی میں ابو بکر کا بازو تھام کر اپنے رب سے مناجات کرتے ہیں، پھر وہ حضور والا کی تسکین و تسلی وناهيك به فضلا و شرفا۔ (۱)

وجہ حادی عشرون: سید عالم ﷺ جس وقت غضب فرماتے سوا شیخین کے کسی کو مجال تکلم نہ ہوتی، اور اگر کاشانۂ نبوت میں تشریف فرما ہوتے ان کے سوا کو کوئی بار نہ تھا، یہی اپنی سخنان دل آویز میں آتشِ غضب سرد کرتے، جب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین حالت ناداری میں حضور والا سے نفقہ طلب کیا، اور یہ امر خاطر اقدس پر ناگوار گزرا، ابو بکر حاضر خدمت ہوئے، دیکھا کہ لوگ درِ دولت پر جمع ہیں اور کسی کو اذن نہیں ملتا، حال آنکہ اس وقت تک حجاب نازل نہ ہوا تھا، انہوں نے اذن چاہا، عطا ہوا۔ پھر امیر المومنین عمر آئے اور انہیں بھی اجازت ملی۔

أخرج مسلم عن جابر بن عبدالله قال دخل أبوبكر يستاذن عن رسول الله ﷺ فوجد الناس جلوسا ببابه ولم يؤذن لأحد منهم، قال فأذن لأبي بكر فدخل، ثم أقبل عمر فاستاذن فأذن له" الحديث(۲)

اس واقعہ میں جب امیر المومنین عمر نے حضور کو نہایت غضب میں دیکھا کہ حضور خاموش بیٹھے ہیں، انہیں کا مرتبہ تھا کہ ایسے وقت میں دعویٰ کیا، رسول اللہ ﷺ کو بے ہنسائے نہ مانوں گا، پھر عرض کیا: یارسول اللہ ملاحظہ فرمائیے اگر بنتِ خارجہ یعنی میری بی بی مجھ سے نفقہ طلب کرے تو میں اس کی گردن ماردوں،...... اس بات پر حضور کو خندہ آ گیا اور فرمایا: یہ عورتیں بھی جنہیں تم دیکھ رہے ہو میرے گرد جمع ہیں اور نفقہ طلب کرتی ہیں۔

۱۔ تجھے ان کا فضل و شرف کافی ہے۔

۲۔ الصحيح لمسلم، باب بيان أن تخيير امراته لايكون لاقا الابالنية، جلد ۲، ص ۴۳۹، رقم ۲۷۰۳

مسند ابوعوانة، بيان الخبر الدال على ايجاب النفقة للنساء، جلد ۲، ص ۱۷۴، رقم ۴۵۸۶

مسند أبي يعلى، مسند جابر بن عبدالله، جلد ۲، صفحه ۷۱۱، رقم ۲۲۵۳

پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین صدیقہ، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو تادیب کی، اور فرمایا: ہرگز کبھی رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز نہ مانگنا جو حضور کے پاس نہ ہو۔

قال جابر في الحديث المذكور ثم أقبل عمر فاستاذن فأذن له، فوجد النبي ﷺ جالسا حوله نساء واجماً ساكتاً، قال: فقال: لأقولنّ شيئا أضحك النبي ﷺ فقال: يارسول الله! لو رأيت بنت خارجة سألتنى النفقة فقمت إليها فوجائت عنقها فضحك رسول الله ﷺ وقال: هن حولي كماترى يسألني النفقة فقام أبو بكر إلى عائشة يجاء عنقها، وقام عمر إلى حفصة يجاء عنقها، كلاهما يقولان: لاتسألان رسول الله ﷺ شيئا أبدًا ليس عنده" الحديث (۱)

پھر اسی سانحہ میں جب حضور نے حجرات مقدسہ سے عزلت فرمائی اور ایک مکان تنہا میں جہاں کھانے پینے کا سامان رہتا اور اسے خزانۂ مشربہ کہتے ہیں جلوہ افروز ہوئے، اصحابِ کرام کے پاس برآمد ہونا متروک فرمایا، مسلمانوں کو خیالاتِ فاسدہ گزرے، مسجدِ اقدس میں حیران پریشان جمع تھے مگر کسی کی تاب نہ ہوئی کہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو اور کیفیت واقعہ استفسار کرے سوا عمر کے، کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے کہا میں آج جان کر رہوں گا کہ کیا حال گزرا۔ پھر اس مکان کی طرف گیا جہاں حضور اقدس تشریف رکھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے غلام رباح کو دیکھا آستانہ والا میں زینہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں، میں نے کہا: اے رباح میرے

۱۔ الصحيح مسلم، باب بيان أن تخيير امراته لايكون طلاقا الا بالنية، جلد ۲، ص ۴۳۹، رقم ۲۷۰۳

مسند ابوعوانة، بيان الحنبر الدال على ايجاب النفقة للنساء، جلد ۲، ص ۱۷۴، رقم ٤٥٨٦

مسند أبى يعلى، مسند جابر بن عبدالله، جلد ۲، صفحه ۷۱۱، رقم ۲۲۵۳

لیے اذن چاہ، رباح نے جانب غرفہ نگاہ کی پھر مجھے دیکھا اور کچھ نہ کہا۔ میں نے کہا: شاید رسول اللہ ﷺ کو یہ گمان ہو کہ میں حفصہ کے لیے حاضر ہوا ہوں، خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ مجھے حکم فرمائیں تو اسے قتل کردوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رباح کو مجالِ استیذان نہیں، آواز بلند کی شاید حضور خود میری آواز سن کر بلالیں یہاں تک کہ اذن ملا اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ چڑھ آؤ، یہ حاضر ہوئے، خزانۂ اقدس میں دیکھا مٹھی بھر جو وغیرہ ایسی ہی چیزیں پڑی ہیں اور نشان بوریا پہلوئے والا پر بن گئے ہیں، بے اختیار نالہ کیا، حضور نے تسلی فرمائی، آثارِ غضب چہرہ جلالت سے نمایاں تھے، فاروق نے عرض کیا: یارسول اللہ! حضور کو جانب ازواج سے کیا فکر ہے؟ اگر حضور نے انہیں طلاق دے دی ہے تو اللہ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے جبریل ومیکائیل اور میں اور ابوبکر اور سب مسلمان۔

امیر المومنین فرماتے ہیں: خدا کا شکر ہے کم کوئی بات میں نے کہی ہوگی کہ اللہ سے اس کی تصدیق کی امید نہ ہوگی۔ پس کریمہ ﴿وإن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاه﴾ الآیة (۱) نازل ہوئی اور جو لفظ عمر نے عرض کیے تھے قرآن نے ان پر شہادت دی۔ پھر انہوں نے حال پوچھا، آیا حضور نے طلاق دی ہے؟ فرمایا: نہیں، عرض کیا: کہ لوگوں کو خبر دے دوں کہ ان کا گمان اس کے خلاف ہے، فرمایا: خیر اگر چاہو۔ پھر میں حضور سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ اثرِ غضب چہرہ پاک سے زائل ہوا اور حضور نے خندہ فرمایا کہ دندانِ انور جو تمام عالم کے دانتوں سے بہتر تھے روشن ہوئے، پھر حضور میرے ساتھ اتر آئے اور میں نے دروازہ مسجد پر بآوازِ بلند پکار دیا کہ لوگوں کا گمان غلط ہے۔

....

۱۔ سورة التحريم، آيت ٤

مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں ''صالح المومنین'' کی کئی تاویلات فرمائی ہیں ان میں سے ایک تاویل ''ابوبکر وعمر'' ہیں۔

(النكت والعيون للماوردی، تفسير سورة التحريم، آيت ٤، جلد ٤، ص ٢٩١

(تفسير أبی السعود، تفسير سورة التحريم، آيت ٤، جلد ٦، صفحه ٣٤٢)

(تفسير ابن عبدالسلام، تفسير سورة التحريم، آيت ٤، جلد ٦، صفحه ٤٩٤)

أخرج مسلم عن عبدالله بن عباس حديثًا طويلاً وهذا ملتقط منه قال: حدثني عمربن الخطاب قال: لمااعتزل رسول الله ﷺ نساءه دخلت المسجد فاذا الناس ينكتون بالحصى ويقولون: طلق رسول الله ﷺ نساءه، وذلك قبل أن يؤمر بالحجاب، فقلت: لأعلمن ذلك اليوم، فدخلت فاذًا أنا برباح غلام رسول الله ﷺ قاعدًا على أسكفة المشربة مدليًا رجليه على نقيرمن خشب، وهو جذع يرقى عليه رسول الله ﷺ وينحدر، فناديتة يارباح! استاذن لي عندك على رسول الله ﷺ فنظر رباح إلى الغرفة ثم نظرإليّ فلم يقل شيئا، قلت: فإني أظن أن رسول الله ﷺ ظنّ أني جئت من أجل حفصة، والله! لئن أمرني رسول الله ﷺ بضرب عنقها لأضربن عنقها، فرفعت صوتي فأومى إلي بيده أن أرقه، فدخلت على رسول الله ﷺ وهو مضطجع على حصير قدأثر في جنبه ونظرت في خزانة رسول الله ﷺ، فإذًا أنا بقبضة من شعير نحو الصاع ومثلها من قرظ في ناحية الغرفة، وإذًا أفيق بعلق فابدرت عيناي، فقال: مايبكيك؟ ياابن الخطاب! ألاترضٰى أن تكون لنا الآخرة ولهم الدنيا، قلت: بلٰى، ودخلت عليه حين دخلت وأنا أرى في وجهه الغضب فقلت: يارسول الله! مايشق عليك من شان النساء، فان كنت طلقتهن فإن الله معك وملائكة وجبريل وميكائيل وأنا وأبوبكر والمومنون معك، وقلّما تكلمت ورحمه الله إلارجوت أن يكون الله يصدق قولي الذى أقوله ونزلت هذه الآية:

﴿وان تظاهرا عليه فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المومنين والملائكة بعد ذالك ظهير عسى ربه ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن﴾[سورة:]

فقلت: يارسول الله! أطلقتهن؟ قال: لا،قلت: يارسول الله! إني دخلت المسجد والمسلمون ينكتون بالحصى ويقولون: طلق رسول الله ﷺ نساءه إذا نزل، فأخبرهم أنك لم تطلقهن، قال: نعم إن شئت، ثم لم أزل أحدثه حتى تحسر الغضب عن وجهه وحتى كشروضحك، وكان من أحسن الناس ثغرًا،فنزل رسول الله ﷺ ونزلت فقمت على باب المسجد، فناديت بأعلى صوتي: لم يطلق رسول

الله ﷺ نساء ه" الحديث انتهى بالالتقاط من الأطراف والأوساط۔ (۱)

روزِ فتح مکہ ارشاد ہوا: جو عباس بن عبدالمطلب عمِ رسول اللہ ﷺ کو پائے قتل نہ کرے۔ سیدنا ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے نکلا، کیا ہم اپنے باپ، بیٹوں، بھائی، کنبوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ خدا کی قسم اگر میں اس کو پاؤں گا تلوار کو اس کا گوشت کھلاؤں گا۔ یہ خبر حضور کو پہنچی، عمر سے ارشاد فرمایا: اے ابو حفص، اور یہ پہلی بار حضور نے انہیں کنیت سے ندا فرمائی تھی، اور کنیت لے کر پکارنا اہل عرب میں تعظیم ہے۔ غرض فرمایا: اے ابو حفص! کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرہ پر تلوار ماری جائے گی۔ امیر المومنین نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے چھوڑ دیجیے کہ ابو حذیفہ کی گردن ماردوں، بخدا کہ وہ منافق ہوگیا۔ ابو حذیفہ کہتے ہیں: میں نے جب سے یہ کلمہ کہا ہے، اپنے جی میں ڈر رہا ہوں اور ہمیشہ ڈرتا ہوں گا مگر یہ کہ شہادت اس جرم سے پاک کردے، آخر روزِ یمامہ شہید ہوئے۔

أخرج ابن اسحاق عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال لأصحابه يومئذ: من لقي العباس بن عبدالمطلب عم رسول الله ﷺ فلايقتله، فإنما خرج مستكرها قال: فقال أبوحذيفة: أنقتل أباؤنا وأبناؤنا وإخواننا وعشيرتنا ونترك العباس؟ والله! لئن لقيته لألحمته السيف قال فبلغت رسول الله ﷺ فقال لعمربن الخطاب: ياأبا حفص! قال عمر: والله إنه لأول يوم كناني رسول الله ﷺ بأبى حفص، أيضرب وجه عم رسول الله ﷺ بالسيف، فقال عمر: يارسول الله! دعني فلأضرب عنقه بالسيف، فوالله! لقد نافق، فكان أبو حذيفة يقول: ماأنا بآمن من تلك الكلمة التي قلت يومئذ، ولا أزال منها خائفا إلا أن تكفرها عني الشهادة، فقتل يوم اليمامة شهيدا(۲)

....

۱۔ مسند البزار، جلد ۱، صفحه ۲۵۸، رقم الحديث ۲۰٤

مسند ابويعلى، مسند عمر بن الخطاب، جلد ۱، صفحه ۱٤۹، رقم ۱٦٤

۲۔ دلائل النبوة للبيهقى، جلد ۱، صفحه ۵۱۱، رقم ۱۰۰۱

المعرفة والتاريخ للعنسوى، جلد ۱، صفحه ۲۷۹، رقم ۲۷۹

تاريخ الرسل والملوك للطبرى، ذكر وقعة بدر الكبرى، جلد ۱، ص ٤٤۸

اقول: یہاں سے قیاس کرنا چاہیے منزلت فاروقی کو کہ حضور نے بطور گلہ وشکایت ابوحذیفہ کے ان سے مخاطب ہوکر یہ کلمات فرمائے۔

بالجملہ احادیث اس معنی میں کثیر ہیں، اور حضرت صدیق کا اس شرف میں ممتاز ہونا محتاج دلیل نہیں کہ وہ تو بقول حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رسول اللہ ﷺ کے چین وآرام اور حضور کے مرجع کار ومعتمد علیہ ومحرم راز تھے، کمافی الحدیث الجامع۔ (۱) پھر ایسا شخص وقتِ غضب مجال تکلم نہ رکھے گا تو اور کسے ہوگی، لہٰذا اکثر احادیث ہم نے دربارۂ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے روایت کیں۔

أقول: ولا منكر عليه بماروى الحاكم في المستدرك عن أم المومنين أم سلمة رضي الله عنها أن النبي ﷺ كان إذا غضب لم يجترى منها أحد بكارمه غير علي ابن أبى طالب رضي الله عنه؛ (۲)

۱۔ جیسا کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جم غفیر میں فرمایا کہ "آپ حضور ﷺ کے نزدیک تمام صحابہ سے بڑھ کر شرف ومنزلت والے اور سب سے زیادہ مکرم ومعتمد تھے۔"

(الاحادیث المختارہ للمقدسی، جلد ۱، صفحہ ۵۰۷، رقم ۳۹۸)

(مسند البزار، جلد ۱، صفحجہ ۲۸۷، رقم الحدیث ۳۹۷)

(السنۃ للخلال، جلد ۱، صفحہ ۲۸۶، رقم الحدیث ۳۵۱)

مکمل حدیث مبارکہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ مستدرك للحاکم، ذکر اسلام امیر المومنین، جلد ۳، صفحہ ۱۴۱، رقم ۴٦٤۷

حلیۃ الاولیاء، ذکر امام احمد بن حنبل، جلد ۹، صفحہ ۲۲۷

الطبرانی فی المعجم الاوسط، جلد ۳، صفحہ ۵۸۹، رقم الحدیث ۴۳۱۴

مجمع الزوائد للهیثمی، جلد ۹، صفحہ ۱۵۲، رقم ۱٤٦۸۳۔

لأن هذا في أهل البيت خاصة كما يرشد قولها رضي الله عنها منا، ولا شك أن أمير المؤمنين عليًا كرم الله وجهه كان أحب أهل بيت رسول الله ﷺ وأكرمهم عليه وأشرفهم منزلةً لديه، وإلا فمعارض بصحاح الأحاديث التي أسلفنا ذكر بعض منها والله اعلم (١)

وجہ ثاني وعشرون: حضورِ رسالت میں کسی کی مجال نہ تھی کہ بے اجازت رسول اللہ ﷺ کے قضاوافتا میں حکم دے، إلا أبوبکرو عمر،

و سيأتي بيان ذلك إن شاء الله تعالىٰ في فصل العلم (٢)

وجہ ثالث وعشرون: اسی وجاہت کا ثمرہ ہے کہ روزِ قیامت منادی ندا کرے گا، کوئی اپنا نامہ ابوبکرو عمر سے پہلے نہ اٹھائے۔

أخرج المحب الطبري عن عبيدبن عمير عن عبد الرحمن بن عوف قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا كان يوم القيامة نادى مناد ألا لا يرفعن أحد من هذه الامة كتابه قبل أبى بكرو عمر، ورواه ابن عساكر فاقتصر على ذكر الصديق (٣)

١۔ اس لیے یہ اہلِ بیت کے لیے خاص ہے جیسا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا قول اس پر دلالت کرتا ہے بیشک حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اہلِ بیت میں سے ہیں جو کہ سرکار دوعالم کو بہت محبوب، مکرم اور صاحبِ منزلت تھے لیکن یہ ان صحیح احادیث سے معارض ہو جائے گی جن میں سے بعض کو ہم نے ذکر کردیا ہے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

٢۔ مگر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما انشاء اللہ فصل علم میں اس کا بیان آئے گا۔

٣۔ تاريخ دمشق لابن عساكر، ذكر عمر بن الخطاب، جلد ٤٤، صفحه ١٥٩

جز ابن الغطريف، لابن الغطريف الجرجانی، صفحه ٧٧، رقم ٢٩

جامع الاحاديث، مسند عمر بن الخطاب، جلد ١٤، صفحه ٦٧، رقم ٢٩٦٩٠

اقول: اس حدیث کی سند میں "فضل بن جبير الوراق" اور "داود بن الزبرقان" کے نام کے دو راوی ہیں جو کہ شدید ضعیف ہیں علامہ غماری نے اس حدیث کو موضوع کیا ہے ملاحظہ ہو۔ (المغير، ص ١٧) "والله و رسوله اعلم بالصواب"

اقول: تاخیر حساب نوعِ عذاب ہے، اور وہ بلائے جاں کاہ جس کے سبب اولین وآخرین تنگ آکر کہیں گے: کاش دوزخ میں ڈال دیے جائیں مگر حساب جلد ہو جائے، اور بے شک جس قدر حساب میں دیر ہے طبیعت کو اضطراب اور خوف ورجا کا پیچ وتاب بیشتر ہے، اور اسی قدر دخول جنت کی پروانگی مؤخر ہے۔ ابوبکر وعمر کا مرتبہ اللہ کے نزدیک اس حد کو پہنچا کہ انہیں سب سے پیشتر اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا۔

وجہ رابع وعشرون: بعد رسول اللہ ﷺ کے اول اس امت سے وہ شخص جو داخل جنت ہوگا صدیق اکبر ہیں۔

أخرج أبو داؤد والحاكم في المستدرك عن أبى هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: أما إنك ياأبابكر! أول من يدخل الجنة من أمتي (۱)

وجہ خامس وعشرون: سب سے حساب لیں گے اور صدیق سے حساب نہیں۔

أخرج ابن عساكر عن أم المؤمنين عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: الناس كلهم يحاسبون إلاأبابكر (۲)

....

۱۔ السنن لأبی داؤد، باب فی الخلفاء، جلد ۲، صفحہ ۶۳۱، رقم ۴۰۳۳

المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراهیم، جلد ۱، صفحہ ۶۱۳، رقم ۲۵۹۴

مستخرج الطوسی، باب فضیلۃ لابی بکر الصدیق، ص ۱۳۲، رقم ۹۶

اقول: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے جس طرح اس حدیث مبارکہ سے ایک فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر استشھاد فرمایا ہے ایسے ہی امام ابوعلی الحسن بن علی بن نصر الطوسی نے بھی مستخرج الطوسی میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا۔

"تفرد ابوبکر بھذہ الفضیلۃ لم یشرکہ فیھا احد"

یعنی حضرت ابوبکر صدیق اس فضیلت میں منفرد ہیں جس میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے۔

۲۔ طبقات المحدثین باصبھان، ذکر ابراھیم بن أبی یحیی، جلد ۱، صفحہ ۲۴۳، رقم ۴۹۵

تاریخ اصبھان لابی نعیم، ذکر ابراھیم بن أبی یحیی، جلد ۱، صفحہ ۹۱

وجہ سادس وعشرون: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیخین سے ارشاد فرماتے ہیں:

لایتأمر علیکما أحد بعدی (۱)

تم پر کوئی حکومت نہ کرے گا بعد میرے۔

أخرجه ابن سعد عن بطام بن أسلم

یہ امر جس قدر کمال منزلت پر دال ہے پر ظاہر۔

وجہ سابع وعشرون: سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے، اور ابوبکر و عمر صفِ اول میں حضور کے داہنی جانب کھڑے ہوتے:

أخرج أبوداؤد والحاکم عن أبی رمثة رضی الله تعالیٰ عنه "کان أبوبکر وعمر یقومان في الصف المقدم عن یمینه" الحدیث (۲)

....

تاریخ الخلفا للسیوطی، الاحادیث الواردة فی فضله وحده، صفحه ۵۲

جامع الاحادیث للسیوطی، جلد ۱۳، صفحه ۲۹۵، رقم ۲۴۹۲۹

امام سیوطی نے جامع الاحادیث میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "واسناده لا باس به" اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۔ مصنف ابن أبی شیبة، باب ماذکر فی أبی بکر الصدیق، جلد ۱۲، ص ۱۶، رقم ۳۲۶۱۸

الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر وصیة أبی بکر، جلد ۳، صفحه ۲۱۱

تاریخ دمشق لابن عساکر، ذکر عبدالله ویقال عتیق، جلد ۳۰، صفحه ۲۲۴

۲۔ السنن لأبی داؤد، باب فی الرجل ینظوع فی مکانه الذی صلی فیه المکتوبة، جلد ۱، ص ۳۱۹

المستدرك للحاکم، باب التامین، جلد ۱، صفحه ۴۰۳، رقم ۹۹۶

المعجم الکبیر، من اسمه یثربی، جلد ۲۲، صفحه ۲۸۴، رقم ۱۸۵۸۰

تحفة الاشراف للمزی، جلد ۹، صفحه ۲۱۲، رقم ۱۲۰۴۱

اقول: نماز بارگاہِ بے نیاز ہے اور مقامِ مناجات وراز اعمالِ حسنہ کی تاج اور مسلمانوں کی معراج، شیخین کا ایسی جگہ حضور کے قریب داہنی طرف کھڑے ہونا کمالِ قرب پر دلیل ہے۔

ثم اقول: صحابہ حضور کے داہنی طرف کھڑے ہونے میں جہد تام کرتے کہ حضور اول سلام جو پھیریں تو پہلے چہرہ اقدس ہماری طرف ہو۔ شیخین کو یہ مقام عطا ہونا کہہ رہا ہے کہ وہ سب سے زیادہ اس شرف کے لائق تھے۔

وجہ ثامن وعشرون: اسود بن تمیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کچھ اشعار حمدِ الٰہی کے حضور رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ میں عرض کیے کہ ایک شخص بلند بالا باریک بینی والا آیا، حضور نے فرمایا خاموش رہ، جب وہ چلا گیا، فرمایا پڑھ، میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ یہ کون ہے؟ کہ جب آیا آپ نے فرمایا ٹھہر جا، اور جب چلا گیا فرمایا لا، ارشاد ہوا: یہ عمر بن الخطاب ہے اور باطل سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

أخرج الحاكم في المستدرك من حديث إبراهيم بن سعد عن الزهري عن عبدالرحمن بن أبى بكرة عن الأسود بن سريع التميمي قال: قدمت على نبي الله ﷺ فقلت يانبي الله! قدقلت شعرًا أثنيت فيه على الله تبارك وتعالىٰ ومدحتك، قال: أما ماأثنيت على الله تعالىٰ فهاته، وما مدحتني به فدعه، فجعلت أنشده فدخل رجل طوال........ اقنى فقال: أمسك، فلما خرج قال: هات، فقلت: من هذا يانبي الله الذى إذا دخل قلت أمسك وإذا خرج قلت: هات ؟ قال: هذا عمر بن الخطاب وليس من الباطل فى شيء(۱)

....

۱۔ المستدرك للحاكم، ذكر الاسود بن سريع رضى الله عنه، ج ۳، ص ۷۱۲، رقم ٦٥٧٦

اتحاف الخيره المهرة للبوصيرى، جلد ٤، صفحه ٥٥، رقم ٣١٥٩

فضائل الصحابة، باب خير هذه الامة بعد نبيها، جلد ۱، ص ٣٣٤، رقم ٤٨١

تاريخ دمشق لابن عساكر، ذكر عبدالله ويقال عتيق، جلد ۳۰، صفحه ٢٢٤

وجہ تاسع وعشرون: اگر احیاناً صدیق اکبر اور کسی صحابی میں کچھ کلماتِ ملال درمیان میں آجاتے وہ صحابی ہر طرح ان کا ادب کرتے، اور یہ بات بغیر اس کے کہ دربارِ رسالت میں ان کی وجاہت روشن و آشکارا ہو، متصور نہیں، پھر اگر حضور والا کو اطلاع ہوتی تو اسی صحابی پر عتاب ہوتا اگرچہ زیادتی جانب صدیق سے ہوتی۔

ربیعہ ابن کعب بن اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھ میں اور ابوبکر میں کچھ کلام ہو گیا، ابوبکر نے مجھے ایک کلمہ مکروہ کہا پھر نادم ہو کر مجھ سے بولے: تم بھی مجھے کہہ لو کہ بدلہ ہو جائے، میں نے کہا: میں ایسا نہ کروں گا۔ صدیق اکبر نے فرمایا: یا تو مجھے کہہ لو ورنہ میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کروں گا، میں نے کہا: میں نہیں کہنے کا، آخر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، حضور نے فرمایا: اے ربیعہ تیرا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے ایک کلمہ مکروہ کہا تھا، اب چاہتے ہیں میں لوٹ کے کہوں، میں نہیں کہتا۔ فرمایا: ہاں نہ کہو لیکن یوں کہہ خدا تجھے بخش دے اے ابوبکر، رواه أحمد وقد مرفي فضل الصحابة۔

اسی طرح فاروقِ اعظم کو ایک معاملہ پیش آیا۔

بخاری سیدنا ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال كنت جالسا عندالنبي صلى الله عليه وسلم إذ أقبل أبوبكر آخذ بطرف ثوبه حتى أبدأعن ركبة، فقال النبي ﷺ: أما صاحبكم فقد غامر فسلم وقال: يارسول الله! إنه كان بيني وبين ابن الخطاب شيء فأسرعت إليه ثم ندمت فسألته أن يغفرلي فأبى عليّ فقلبت إليك، فقال: يغفر الله لك ياأبا بكر ثلثا. ثم إن عمر ندم فأتى منزل أبي بكر فسأل أثمّ أبوبكر؟ فقالوا: لا،فأتى إلى النبي ﷺ فسلم عليه فجعل وجه النبي ﷺ يتمعر حتى أشفق أبو بكر فجشىٰ على ركبتيه فقال: يارسول الله! والله أناكنت أظلم مرتين، فقال النبي ﷺ: إن الله بعثني إليكم فقلتم: كذبت، وقال أبوبكر: صدقت، وواساني بنفسه وماله، فهل أنتم تاركولي صاحبي؟ مرتين. فما أوذي بعدها(۱)

۱۔ صحیح البخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت، ج ۱، ص ۵۳۹،

یعنی میں دربار پرانوار میں حاضر تھا کہ صدیق آئے اپنے دامن کا کنارہ پکڑے ہوئے یہاں تک کہ زانو منکشف ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے جو یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی ارشاد فرمایا: تمہارا یار تو کہیں لڑ آیا۔ ابوبکر آداب بجالائے اور عرض کیا: یارسول اللہ مجھ میں اور عمر میں کچھ لوٹ پھیر ہو گئی، میں نے تیزی کی پھر پشیمان ہو کر ان سے معافی چاہی، انہوں نے نہ مانا، اب میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا ہوں، حضور والا نے ارشاد فرمایا: خدا بخشے تجھے اے ابوبکر۔ خدا بخشے تجھے ابوبکر۔ خدا بخشے تجھے اے ابوبکر۔ پھر امیر المومنین عمر بھی نادم ہوئے، صدیق کے مکان پر گئے پوچھا وہاں ابوبکر ہیں؟ جواب ملا نہیں۔ وہاں سے دربارِ اقدس میں حاضر ہو کر تسلیم عرض کی، انہیں دیکھ کر چہرۂ شریفہ سرورِ عالم ﷺ کا رنگ بدلنے لگا یہاں تک کہ صدیق کو ڈر ہوا مبادا عمر کے حق میں کوئی کلمہ مکروہ نہ ارشاد ہو جائے، پس ابوبکر اپنے دونوں زانوؤں پر کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ خدا کی قسم میں نے ہی زیادتی کی۔ دربارِ حضور والا نے فرمایا: مجھے اللہ نے تمہاری طرف بھیجا تم نے جھٹلایا اور ابوبکر نے کہا سچے ہیں، اور میری غم خواری کی اپنی جان و مال سے، سو کیوں تم چھوڑ دو گے میرے لیے میرے یار کو، کیوں تم میرے لیے چھوڑ دو گے میرے یار کو۔ ابودرداء فرماتے ہیں: اس کے بعد صدیق کو کسی نے ملال نہ پہنچایا۔

اے عزیز! کیا بعد ملاحظہ ان وجوہ باہرہ و حجج قاہرہ کے بھی شیخین کی وجاہت سب سے فائق و برتر نہ جانے گا۔ یا اسے باعثِ خیریت و افضلیت نہ مانے گا۔ سخن اس فصل میں نہایت وسیع ہے اور منزلتِ شیخین احاطہ بیان سے رفیع، مگر منصف سلیم العقل کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

در بند آں مباش کہ مضمون نماندہ است

صد سال سینواں سخن از زلف یار گفت (۱)

....

۱۔ اس بارے میں یہ گمان مت کرنا کہ مضمون باقی نہیں ہے بلکہ محبوب کی زُلفوں کا تذکرہ کرتے کرتے صدیاں گزر گئیں۔

فصل سوم:

ابوبکر کی سرورِ عالم ﷺ سے مشابہت میں

قال الفقیر عفا اللہ عنہ: غایت مراد و نہایت مرام اصحاب کرام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمامی اہل اسلام صرف یہی کہ اپنے اعمالِ قلب وافعالِ جوارح وکل حرکات وسکنات میں سرورِ عالم ﷺ کا حتی الوسع پورا پورا اتباع کریں تا حسبِ استعداد ہر ایک کو اس جناب سے تشبہ حاصل اور وہ باعثِ قربِ الٰہی ودرجات نامتناہی ہو، رضائے الٰہی اولاً وبالذات رسول کی طرف توجہ فرماتی ہے اور اس کی وساطت سے متبعین کو بقدرِ اتباع وتشبہ اس سے بہرہ ملتا ہے۔ مدارِ نجات ورفع درجات یہی تشبہ ہے، جس قدر اعمال واقوال انسان کے نبی کے اقوال وافعال سے بیگانہ ہوں گے اتنا ہی بارگاہِ حق سے دور پڑے گا، اور جس قدر مشابہ ویک رنگ اتنا ہی قریب ونزدیک۔ کفار نے مباینت کلیہ پیدا کی، بُعد تمام نے انہیں جہنم دائمی میں پہنچایا۔ صحابہ نے مشابہت کاملہ حاصل کی تمام امت سے مرتبہ ان کا افضل قرار پایا۔

یہاں تک تو کلام اپنے افعال اختیاریہ میں تھا اور جہاں فضلِ الٰہی خود کفالتِ کارفرماتا اور بندہ کو اعلیٰ درجہ کی ترتیب کرنا چاہتا ہے، تقدیر ازلی اس کے احوالِ غیر اختیاریہ کو بھی حالات طیبات نبی کے رنگ پر ڈھال لاتی ہے، دوسرے جب وجہ تخصیص کی فکر میں پڑتے ہیں جواب ملتا ہے" ذلك فضلي أوتيه من أشاء"(۱)

یعنی اگرچہ ہم حکیم ہیں جو کچھ کرتے ہیں مصالح نفیسہ پر مبنی ہوتا ہے، یہ مشابہتیں عطا فرمانا بھی بے وجہ نہ تھا کہ ہم نے اصل خلقت میں اس کے جوہر نفس کو نفس رسول سے نہایت مناسبت پر خلق فرمایا ہے، تو قابل اس تخصیص کے یہی تھا۔ مگر تمہیں ادراک علت کے درپے ہونا نہ چاہیے۔ مقام عبودیت وربوبیت اسی کا مقتضی ہے کہ ہمارے افعال کی تفتیش نہ کرو اور اتنا سمجھ لو

۱۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔

کہ ہم مالک و مختار ہیں۔ فضل ہمارا ہے جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ اس وقت قدر و منزلت اسبندے کی قلوبِ سلیمہ میں اور بڑھ جاتی ہے، آسمان و زمین والے اسے عظیم کہہ کر پکارتے ہیں اور سب سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بندہ خاص اور بادشاہ کا منظورِ نظر ہے، اس کی شان ہم سے ورا اور رتبہ سب سے بلند و بالا ہے۔

بعد تمہید اس مقدمہ جلیلہ کے جو ہم غور کرتے ہیں تو اصحابِ کرام خصوصاً خلفائے عظام کی مشابہتیں تمام امت سے بیش از بیش پاتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہمارا یہ حکم بہ نگاہ صحیح ہوتا ہے کہ خیر هذه الأمة أصحاب النبي ﷺ وأفضل الأصحاب الخلفاء الأربعة الراشدون (۱) اور بالقطع والیقین جیسا کہ مناط نجات سوا اس تشبہ کے دوسری چیز نہیں۔ اسی طرح مدارِ فضیلت سوا زیادتِ مشابہت کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ آیا ممکن ہے کہ ایک شخص کو نبی سے مناسبت و یک رنگی بدرجہ اتم ہو، اور فضل و شرف غیر کا زائد و اکمل۔ اب فقیر بتوفیق اللہ جل جلالہ دعویٰ کرتا ہے کہ مشابہات صدیق اوروں کی مشابہت پر بوجوہ رجحان رکھتی ہیں۔

....

۱۔ اس امت میں سب سے افضل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پھر ان میں سے سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں۔

جیسا کہ امام ابوالعون محمد بن احمد بن سالم السفارینی الحنبلی (التوفی ۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں۔

"اجمع اهل السنة والجماعة على ان افضل الصحابة والناس بعد الانبياء عليهم الصلاة والسلام ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم على ثم سائر العشره"

ترجمہ: اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ سب صحابہ اور لوگوں سے افضل بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی اور پھر حضرات عشرہ مبشرہ ہیں۔

(لوامع الانوار البهية و سواطع الاسرار، فصل فى ذكر الصحابة، جلد ۲، صفحه ۳۱۲)

اسی طرح امام شمس الدین ذھبی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"واجمعت علماء السنة ان افضل الصحابة العشره المشهود لهم و افضل العشره ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم على بن أبى طالب رضى الله عنهم اجمعين ولا يشك فى ذلك

الامبتدع منافق خبیث۔"

ترجمہ: علمائے اہلِ سنت دس صحابہ کے لیے جنت کی خوشخبری پر متفق ہیں اور ان دس میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہیں اور اس بات میں وہی شخص شک کرسکتا ہے جو منافق، بدعتی، خبیث ہے۔

(کتاب الکبائر، الکبیرۃ السبعون، صفحہ ۲۳۶)

اسی طرح شیخ عمر الحربی نے "شرح اصول السنۃ للامام احمد" میں لکھا ملاحظہ فرمائیں۔ (صفحہ ۳۳)

ایسے ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

"ان افضل الصحابۃ بعد الخلفاء الاربعۃ بقیۃ العشرہ علی ما صرح بہ السیوطی فی النقایہ"

(مرقات المفاتیح، باب مناقب العشرہ المبشرہ، جلد ۱۱، صفحہ ۴۵۸)

اسی طرح امام عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۷۵ھ) نے الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ میں لکھا۔ ملاحظہ فرمائیں

"طبقات الحنفیہ، من اسمہ ابن یعیش عبدالرحمن بن محمد بن علی، رقم ۱۱۸۹، صفحہ ۷۱۱)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین باقی تمام امت افضل و برتر اور بہتر ہیں۔

(تکمیل الایمان، صفحہ ۹۱ (مترجم)

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ:

"خلفائے راشدین صحابہ میں سب سے افضل ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے زیادہ قریبی محبوب ہیں ان کے مناقب وفضائل ومحامد مآثر اور سبقت اسلام احادیث میں احادیث بکثرت ہیں جس میں کسی بھی صحابی کو ان کے مرتبہ میں ان سے مشارکت ومساہمت نہیں ہے جیسا کہ احادیث واخبار اور آثار میں نظر کرنے سے روشن وواضح ہوتا ہے۔ (تکمیل الایمان، مترجم صفحہ نمبر ۹۴)

اولاً: من حیث الکثرۃ جس قدر مشابہتیں انہیں عطا ہوئیں دوسرے کو نہ ملیں۔

ثانیاً: من حیث القوۃ کہ اوروں کی مشابہتوں سے ان کی مشابہتیں قوی تر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے جن اوصافِ نفسانیہ عالیہ میں انہیں مشابہت حاصل ہوئی کسی کو نہ ملی۔ پس یہ دلیل قاطع وبرہان ساطع ہے ان کے افضل امت ہونے پر کہ اللہ سبحانہ نے عبدِ ضعیف کو اس کی تہذیب وترصیف اور اس کے وجوہ کو احادیث سے استنباط اور اس کے دعاوی پر اقامتِ حجج سے خاص فرمایا، وللہ الحمد.

اقول: مستعیناً باللہ، اگر اس دعویٰ پر دلیل اجمالی درکار ہے تو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا حدیث طویل مذکور سابقہ میں یہ فرمانا "کنت أشبھھم برسول اللہ ﷺ ھدیًا وسمتًا ورحمۃً وفضلاً" (۱) کافی، یعنی اے ابوبکر آپ سب سے زیادہ مشابہ تھے رسول اللہ ﷺ سے چال ڈھال اور رحمت وفضل میں۔ اور جو تفصیل چاہیے تو مشابہات اس جناب گردون قباب کے دائرۂ حد واحصا سے خارج، مگر اس وقت جس قدر خاطر فقیر میں حضور کرتے ہیں، سلک تحریر میں منتظم ہوتے ہیں، وما توفیقي إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب.

مشابہت نمبر۱: اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے نفس صدیق کو جوہر میں نفس نفیس سید المرسلین ﷺ سے نہایت ہمرنگ فرمایا تھا۔ وقائع شوریٰ میں جسے اطلاعِ تام ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تمام امور میں جس طرف رائے شریف رسول اللہ ﷺ کا میلان ہوتا رائے صدیق کا بھی اسی طرف رجحان ہوتا، جو بات رسول اللہ ﷺ کے قلبِ اقدس میں آتی دلِ صدیق میں بھی خود بخود وہی قرار پاتی۔ گویا یہ دونوں قلب دو آئینہ متقابل تھے کہ جو عکس اس میں پڑے گا اس میں بھی مرتسم ہو جائے گا، اور یہ بات سوا حضرت صدیق کے دوسرے کو حاصل نہیں۔ گلے نمونہ از چمنے ملاحظہ کیجیے:

....

۱۔ المصنف لعبدالرزاق، باب غزوہ الحدیبیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۳۰، رقم ۹۷۲۰

الاوسط لابن المنذر، باب جماع ابواب الصلح، جلد ۲، ص ۳۱۵، رقم ۳۳۱۶

صحیح البخاری، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اھل الحرب، جلد ۱، ص ۷۱۱، رقم ۲۵۲۹

أخرج البخاري في قصة صلح حديبية، قال عمر بن الخطاب: فأتيت النبي ﷺ فقلت: ألست نبي الله حقًا؟ قال: بلى، قلت: ألسنا على الحق وعدونا على الباطل؟ قال: بلى، قلت: فلم نعطي الدنية في ديننا إذاً، قال: إني رسول الله ولست أعصيه وهو ناصري، قلت: أوليس كنت تحدثنا أنا سنأتي البيت فنطوف به، قال: بلى، أفأخبرتك أنا ناتيه العام؟ قلت: لا، قال: فانك تآتيه وتطوف به، قال: فأتيت أبابكر فقلت: ياأبا بكر! أليس هذا نبي الله حقًا؟ قال: بلى، قلت: ألسنا على الحق وعدونا على الباطل؟ قال: بلى، قلت: فلم نعطى الدنية في ديننا إذاً، قال: ياأيها الرجل! إنه رسول الله وليس يعصى ربه وهو ناصره فالتمسك بغرزه، فوالله إنه على الحق، قلت: أليس كان يحدثنا أنا سنأتي البيت فنطوف به، قال: بلىٰ، أفأخبرك أنك تأتيه العام؟ قلت: لا، قال فانك تأتيه وتطوف به، محصل (۱)

یہ کہ جب صلح حدیبیہ قرار پائی اور مسلمانوں کا بے دخول مکہ وطوافِ کعبہ مدینہ طیبہ کو واپس جانا ٹھہرا، شمشیرحق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور بے نیلِ مرام واپس جانے میں بسبب اپنی حرارتِ دینی خلقی جبلی کے یک گونہ کسرشوکتِ اسلام سمجھی، اپنے درد کی درمان جوئی کے لیے دربارِ سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: کیا حضور خدا کے سچے نبی نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: کہ ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: تو جب یہ حال ہے تو ہم اپنے دین میں ذلت کیوں آنے دیں۔ ارشاد ہوا: بے شک میں خدا کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا، اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔ عرض کیا: کیا آپ ہم سے نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم کعبہ پہنچیں گے اور اس کا

۱۔ یہ حدیث مبارکہ مکمل عربی متن، ترجمہ بمع تخریج کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ ذیل میں صرف تین کتب احادیث سے تخریج پیش کی جارہی ہے۔

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة، جلد ۱، صفحه ۹۱۰، رقم ۲۰۰۵)

(التبصره لابن جوزى، المجلس الثامن والعشرون، جلد ۱، ص ۳۶۲)

(الاحاديث المختاره للمقدسى، جلد ۱، صفحه ۳۱۰، رقم ۳۹۷)

طواف کریں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں، سو کیا میں نے تجھے یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال کعبہ پہنچیں گے؟ عرض کیا: نا، فرمایا: تو تو کعبہ پہنچے گا اور اس کا طواف کرے گا، یعنی فاروق نے عرض کیا: حضور نے ہمیں یہ مژدہ دیا تھا اب ہم واپس جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: خاص اس سال کا نام کب لیا تھا۔ وعدہ بے شک سچا ہے اور جو ہم نے کہا وہ ہونے والا ہے اگرچہ اس سال نہ ہوا۔ غرض ان کے دل کو چین نہ آیا، صدیق کے پاس گئے، شاید ان کی رائے میری رائے کی موافقت کرے اور وہ حضور میں کریں اور ان کی بات سنی جائے۔ پس کہا: اے ابوبکر! کیا یہ سچے نبی نہیں ہیں خدا کے؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ کہا: جب یہ حال ہے تو ہم اپنے دین میں خفت کو کیوں جگہ دیں۔ فرمایا: اے شخص بے شک وہ خدا کے رسول ہیں اور اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ ان کی مدد کرنے والا ہے، تو ان کی رکاب تھامے رہ کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔ کہا: کیا ہم سے انہوں نے نہ کہا تھا کہ ہم کعبہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ فرمایا: کیوں نہیں۔ سو کیا تمہیں یہ خبر دی تھی کہ اسی سال کعبہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

عزیزا! دیکھا ہم رنگی صدیق کو کہ ہر سوال کا حرفاً حرفاً بعینہ وہی جواب ان کی زبان سے نکلا جو سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اور جب سلطانِ جوارح قلب ہے تو ہم زبانی بے یک دلی کے کب متصور۔

ع: فضل است مر خدارا بخشد بہ ہر کہ خواہد (۱)

مشابہت نمبر۲: رسول اللہ ﷺ اول روز سے کفر و کافرین کی مجالس سے محترز و خلوت پسند عزلت خواست تھے، صدیق اکبر کو بھی تمام جہان میں کسی کی صحبت پسند نہ آئی، اور بحکم حدیث صحیحین ''الأرواح جنود مجندة فما تعارف منها وأتلف، وما تناکر منها اختلف''(۲)

....

۱۔ یہ خدا کا فضل و کرم ہے جسے چاہے اس میں وافر حصہ عطا فرماتا ہے۔

۲۔ الادب المفرد للبخاری، باب الارواح جنود مجندة، صفحہ ۳۰۹، رقم ۹۰۰

اٹھارہ برس کی عمر سے سید العالمین ﷺ کی ملازمت اختیار کی، سفر و حضر میں ہمراہ رکاب رسالت مآب رہتے یہاں تک کہ حضور والا مبعوث ہوئے، پھر تو جن امور کو اپنی قوت فراست سے ادراک کر کے رفاقتِ والا اختیار کی تھی، اب عین الیقین ہو گئے۔ اس رابطہ اتحاد نے اور ہی استحکام پایا جس کی گرہ قیامت تک نہ کھلے گی۔

مشابہت نمبر ۳: بتوں، بت پرستوں سے تنفر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طینت میں خمیر کرتے ہیں، کبھی کسی نبی نے بچپن میں بھی بتوں کی تعظیم نہ کی (۱)

....

المستدرك للحاكم، كتاب الفتن والملاحم، جلد ٤، صفحه ٤٦٦، رقم ٨٢٩٦

السنن لابی داؤد، باب من یومر ان یجالس، جلد ٢، صفحه ٤٦٠، رقم ٤١٩٤

۱۔ جیسا کہ ذیل میں علماء کرام کی تصریحات سے ظاہر ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وھو معصوم عن الذنوب جمیعھا قبل النبوۃ وبعدھا" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب قول النبی، اللھم اغفرلی ماقدمت و أخرت، جلد ٢٢، صفحه ٤٦١)

اسی طرح امام ابوالحسن علی بن احمد البستی فرماتے ہیں کہ

"ماکفر نبی قط ولا سجد لوثن قبل النبوۃ ولا بعدھا"

یعنی کوئی نبی بھی کبھی کفر میں مبتلا نہیں ہوا اور نہ ہی کسی نے اعلانِ نبوت سے قبل اور بعد کسی بت کو سجدہ کیا۔

(تنزیه الانبیا عما نسب الیھم مثالة الاغنیاء، شرح قصه ابراهیم علیه السلام، ص ٨٦)

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"انبیاء کرام نبوت سے قبل اور بعد معصوم ہوتے ہیں اور یہ اجماع سے ثابت ہے۔

(منح الروض الازھر للقاری، صفحه ٥٧)

صدر الشریعۃ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"انبیا قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔"

(بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقہ نبوت، عقیدہ ۱۷، صفحہ ۳۹، طبع مکتبۃ المدینہ کراچی)

حضور والا نے پیدا ہوتے ہی واحد ذوالجلال کو سجدہ کیا اور توحیدِ الٰہی کی علی الاعلان گواہی دی (۱)

صدیق کو دیکھو کہ اس فضل سے کیسا بہرہ وافی پایا، اور صغر سن میں بتوں کی عاجزی اور محض بے دست وپائی سے ان کی عدم الوہیت پر استدلال اور بت شکنی کر کے شانِ ابراہیمی کا جلوہ دکھایا۔ ایک بار مہاجرین وانصار دربارِ درربار سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر تھے کہ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی زندگی کی قسم، میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا (۲)

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی قسم کھاتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا حالانکہ اس قدر عمر آپ کی جاہلیت میں گزری۔ صدیق اکبر نے فرمایا: ابوقحافہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بت خانہ میں لے گئے اور مجھ سے کہا: یہ تیرے بلند وبالا خدا ہیں، انہیں سجدہ کر، اور چھوڑ کر چلے گئے۔ میں صنم کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا، پھر کہا: میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا، تو میں نے ایک سل اٹھائی اور اس سے کہا: تیرے سر پر سل مارتا ہوں، اگر تو خدا ہے آپ کو بچالے۔ اس نے کچھ نہ کہا: جب تو میں نے وہ پتھر اس پر ڈال دیا کہ منہ کے بل گر پڑا، اور میرے

۱۔ جیسا کہ امام بکری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"انه صلى الله عليه وسلم لما وقع على الارض رفع راسه وقال بلسان فصيح لا اله الا الله وانى رسول الله" جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعداز ولادت زمین پر تشریف لائے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فصیح زبان میں فرمایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(تاریخ الخمیس للکبری، جلد ۱، ص ۲۰۳)

۲۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کو مندرجہ ذیل علماء نے اپنی کتب میں نقل فرمایا۔

امام محمد بن علی بن احمد بن حدیدة الانصاری فی المصباح المضئ فی کتاب النبی لأمّی، جلد ۱، صفحه ۳۸

مرقات المفاتیح للقاری، باب مناقب أبی بکر رضی الله عنه، جلد ۱۱، ص ۳٤

باپ آئے کہا: اے بیٹے یہ کیا کیا؟ میں نے کہا وہی جو تم دیکھتے ہو، بس وہ مجھے مری ماں کے پاس لے گئے اور ان سے حال بیان کیا۔ ماں نے کہا کہ اسے چھوڑ دو کہ اس کے بارے میں خدا نے مجھے سرگوشی فرمائی۔ میں نے کہا: اے میری ماں وہ کیا سرگوشی تھی؟ کہا جس رات مجھے دردزہ تھا میرے پاس کوئی نہ تھا کہ ایک ہاتف کو میں نے پکارتے سنا، اے خدا کی سچی لونڈی! تجھے آزاد بچے کا مژدہ ہو۔ نام اس کا آسمان میں صدیق ہے، محمد ﷺ کا یار و رفیق ہے۔

حدیث میں ہے: جب صدیق اکبر اپنا یہ قصہ بیان کر چکے، جبریل امین نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ابوبکر سچ کہتے ہیں۔ تین بار صدیق کی تصدیق کی۔ (۱)

فقد ذكر الإمام أحمد بن محمد الخطيب القسطلاني في إرشاد الساري شرح صحيح البخاري قال: نقل ابن ظفر في إنباء نجباء الأنبياء أن القاضي أباحسين أحمد بن محمد الزبيدي روى بإسناده في كتابه المسمى معالي الفرش إلى غوالي العرش أن أباهريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: أجمع المهاجرون والأنصار عند رسول الله ﷺ فقال ابوبكر رضى الله تعالىٰ عنه: وعيشك يارسول الله! إنى لم أسجد لصنم قط، فغضب عمر بن الخطاب رضي الله عنه وقال: تقول: وعيشك رسول الله ﷺ إنى لم أسجد لصنم قط وقد كنت في الجاهلية كذا و كذا(۲)

وقال تعالىٰ: ﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾(۳)

....

۱۔ اس تمام واقعہ کو بتفصیل امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(ارشاد الساری، باب اسلام أبی بکر، جلد ٦، صفحه ١٨٧، ١٨٨، طبع دار الکتاب العربی بیروت)

۲۔ ترجمہ وتخریج متصلاً گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

(سورۃ الانبیاء، آیت ١٠٧)

وقال تعالیٰ: ﴿بالمومنين رؤف رحيم﴾(۱)

ابوبکر صدیق ارحم امت ہیں بعد رسول اللہ ﷺ کے، امتِ مرحومہ پر کوئی ایسا مہربان نہیں۔قال ﷺ فی الحدیث المشہور: "أرحم أمتی بأمتی أبوبكر"(۲)

وفی لفظ "أرأف أمتي"(۳) اور رافت رحمت سے زیادہ ہے۔

مشابہت نمبر۴: اللہ جل جلالہ نے سید المرسلین ﷺ کو جامع فضائل کیا، کوئی خوبی وکمال اگلے انبیاء کو نہ ملا کہ اس کی مثل یا اس سے امثل حضور کو عطا نہ ہوا۔

قال القاضي في الشفاء وقسطلاني في المواهب وغيرهما في غيرهما(۴)

اسی طرح صدیق اکبر کو جامع خیر کیا کہ سید المرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: خیر کی تین سو ساٹھ خصلتیں، جب خدا بندے سے ارادہ بھلائی کا فرماتا ہے ان میں سے ایک عطا کرتا ہے کہ وہ اسے جنت میں لے جاتی ہے۔صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ ان میں سے مجھ میں بھی کوئی خصلت ہے؟ ارشاد ہوا شادمانی تیرے لیے اے ابوبکر کہ تو ان سب کا جامع ہے۔(۵)

۱۔ اور مسلمانوں کے لیے مہربان اور رحیم (سورة التوبہ آیت ۱۲۸)

۲۔ الجامع للترمذی، باب مناقب معاذ بن جبل و زید بن ثابت، جلد ۲، ص ۷۳۷

۳۔ مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، جلد ۳، ص ۲۱۱، رقم ۵۷۶۳

السنن الکبری للبیہقی، باب-ترجیح قول زید، جلد ٦، ص ۲۱۰، رقم ۱۲۵۴۹

المطالب العالیہ للعسقلانی، بابا ما اشترك فیہ جماعة، جلد ۳، ص ۲۹۷، رقم ٤١٠١

٤۔ المواهب اللدنيه للقسطلانی، جلد ۲، صفحه ۳۱۸

الشفا للقاضی عیاض، دسویں فصل، صفحه ۸۰،۷۹

جو قارئین اس مسئلہ کو تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہوں تفسیر کبیر اور تفسیر روح البیان تحت سورة الانعام آیت ۹۰ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔اس کے علاوہ شرح قصیدہ بردہ اور شرح مطالع المسرات میں بھی علماء نے اس مسئلہ پر شرح وبسط کے ساتھ کلام فرمایا ہے۔

۵۔ مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب افضل اخلاق اهل الدنیا والآخره، ص ۲۵،

ایک بار ارشاد فرمایا: نمازی جنت کے بابِ نماز سے بلائے جائیں گے، اور مجاہد بابِ جہاد، اور اہلِ زکوۃ بابِ زکوۃ، اور روزہ دار بابِ صیام و بابِ ریان سے۔ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ سب دروازوں سے بلائے جانے کی کوئی ضرورت تو نہیں (یعنی مقصود کہ دخول جنت ہے، ایک ہی دروازہ سے حاصل ہے) پس یارسول اللہ کوئی ایسا بھی ہے جو ان سب سے پکارا جائے۔ ارشاد ہوا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں ہوا ے ابوبکر،

أخرج البخاري في صحيحه من حديث الزهري قال أخبرني حميد بن عبدالرحمن بن عوف أن أبا هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من أنفق زوجين من شيء من الأشياء دعي من أبواب يعني الجنة، ياعبدالله هذه خير، فمن كان من أهل الصلوٰة دعي من باب الصلوة، ومن كان من أهل الجهاد دعي من باب الجهاد، ومن كان من أهل الصدقة دعي من باب الصدقة، ومن كان من أهل الصيام دعي من باب الصيام وباب الريان، فقال أبوبكر: ماعلى هذا الذي يدعى من تلك الأبواب من ضرورة، هل يدعى منها كلها أحد يارسول الله؟ قال: نعم، وأرجوا أن تكون منهم ياأبا بكر (۱)

....

تاريخ دمشق لابن عساكر من اسمه عبدالله و يقال عتيق، جلد ۳۰، ص ۱۰۳

مختصر تاريخ دمشق لابن منظور، جلد ٤، صفحه ۲۷٤

۱۔ صحيح البخارى، باب الريان للعائمين، جلد ۱، صفحه ٦٧٠، رقم ۱۷۹۸

سنن ترمذی، باب فی مناقب أبی بكر و عمر، جلد ۲، صفحه ۲۷۳، رقم ٤٠٣٧

اللصحيح لمسلم، باب من جمع الصدقة و اعمال البر، جلد ۲، ص ۸۱، رقم ۲٤۱۸

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

”لانه رضى الله عنه كان جامعا لهذه الخيرات كلها“

کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان تمام نیکیوں کے جامع تھے۔

(مرقات المفاتيح، باب فضل الصدقة، جلد ٦، ص ۱۹٤)

اسی طرح علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں: جو کسی قسم کی عبادت بکثرت کرے گا کہ اس سے ایک خصوصیت خاصہ اسے حاصل ہوگی جس کے سبب سے اسے بالتخصیص اسی عبادت کی طرف اضافت کریں اور اس کا اہل کہیں وہ خاص اس دروازہ سے ندا کیا جائے گا جو اس کے مناسب ہو، اور جو تمام عبادات کا جامع ہو اور تمام اعمال اس کے درجہ نہایت میں واقع ہوں کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے سکیں وہ ازراہِ تشریف وتکریم سب دروازوں سے بلایا جائے اگرچہ دخول ایک ہی دروازہ سے ہوگا۔ اور رجا نبی ﷺ کی واجب ہے جس امر میں فرمائیں مجھے امید ہے کہ ایسا ہو، لاجرم ویسا ہی ہوگا۔ پس بالیقین ثابت ہوگیا کہ یہ جامعیت صدیق اکبر کو حاصل ہے، وھو المقصود۔

مشابہت نمبر ۵: رسول اللہ ﷺ جوامع الکلم عطا فرمائے گئے (۱)، تھوڑے لفظوں میں اتنا مضمون ارشاد فرماتے جس کی شرح وبسط میں کتابیں تصنیف ہوسکیں:

من ذلك قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنيات (۲)

وقوله ﷺ: أسلم تسلم (۳) أخرجه الشيخان.

وقوله ﷺ: الخراج بالضمان (٤) إلى غير ذلك.

....

"فدل هذا على فضيلة أبى بكر رضى الله عنه و على أنه من اهل هذه الاعمال كلها۔"

پس یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ میں یہ تمام نیکیاں پائی جاتی تھیں۔ (عمدۃ القاری، باب الصوم کفارۃ، جلد ١٦، ص ٢٥١)

۱۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارکہ ہے کہ: "انی قد اوتیت جوامع الکلم"
(مسند ابی یعلی، مسند الاعرج عن أبی هريره، جلد ٣، ص ١٨٧، رقم ٦٢٨٧
(مسند امام احمد، مسند ابوهريرة، جلد ٤، ص ١٠٩، رقم ٧٠٩٦)

۲۔ صحیح بخاری، باب بدء الوحی، جلد ١، صفحه ٣، رقم ١
مسند الحمیدی، احادیث عمر بن الخطاب، جلد ١، صفحه ١٦، رقم ٢٨
مسند الربیع، باب فی النية، صفحه ٢٣، رقم ١

۳۔ مسند الحارث، جلد ١، صفحه ١٥٨، رقم ١٣

٤۔ السنن لابی داؤد، باب فیمن اشترا عبداء، جلد ٢، صفحه ٣١١، رقم ٣٠٤٤

ابوبکر صدیق پر بھی اس کا پرتو پڑا اور فصل خطاب وحسن کلام میں پایہ رفیع عطا ہوا، یہاں تک کہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حدیث طویل میں فرماتے ہیں:

كنت أمثلهم كلامًا وأحولهم منطقًا وأطولهم صمتًا وأبلغهم قولًا (۱)

اے ابوبکر! آپ کا کلام سب سے بہتر تھا، اور گفتار سب سے زیادہ درست، اور طول خاموشی وبلاغت کلام میں آپ کا مثل کوئی نہ تھا۔ اسی طرح امیر المومنین فاروق اعظم۔ یا ام المومنین رضی اللہ عنہما نے انہیں ابلغ الناس کہا، اور امیر المومنین عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگوں کے اجتماع اور انصار کے دعویٰ خلافت کے قصہ میں فرمایا: میں نے فکر کر کے ایک کلام اپنے جی میں بنا رکھا تھا کہ انصار سے یوں یوں کہوں گا، اور مجھے خوف تھا شاید ابوبکر ایسا نہ کہہ سکیں مگر جب ابوبکر نے کلام کیا میری مہیا کی ہوئی باتوں میں سے ایک کلمہ نہ چھوڑا کہ اس کی مثل اور اس سے افضل فی البدیہہ نہ فرما دیا۔

أخرج البخاري من حديث عروة بن الزبير عن أم المؤمنين عائشة رضي الله تعالىٰ عنهما في حديث طويل، قال: واجتمعت الأنصار إلى سعد بن عبادة في سقيفة هي ساعدة، فقالوا: منا أمير ومنكم أمير، فذهب إليهم أبوبكر الصديق وعمر بن الخطاب وأبو عبيدة بن الجراح فذهب يتكلم فاسكته أبوبكر وكان عمر يقول: والله ماأردت بذلك إلاأني قدهيأت كلها قدأعجبني خشيت أن لايبلغه أبوبكر، ثم تكلم أبوبكر فتكلم أبلغ الناس (۲)

ومن حديث ابن عباس عن عمرفي حديث ذكره بطوله قال عمر: أردت أن أتكلم، وكنت زورت مقالة أعجبتني أريد أن أقدمها بين يدي أبى بكر وكنت أواري منه بعض الحديث، فلما أردت أن أتكلم قال أبوبكر على رسلك، فكرهت أن أغضبه، فتكلم أبوبكر فكان هو أحلم مني وأوقر، والله

۱۔ الاحاديث المختاره للمقدسی، جلد ۱، صفحه ۱۷۱، رقم ۳۹۸

۲۔ صحیح البخاری، باب قول النبی لوكنت متخذا خليلا، ج ۲، ص ۱۸۹، رقم ۳۳۹۴

ماترك من كلمة أعجبتنى في تزويري إلاقال في بديهته مثلها أو أفضل منها(۱)

ابوذویب شاعر ہذیلی سے اسی واقعہ میں منقول ہے:

تكلمت الأخبار فأطالوا الخطاب وأكثروا الصواب، فتكلم أبوبكر فلله دره من رجل، لايطيل الكلام ويعلم مواضع فصل الخطاب، والله! لقد تكلم بكلام لايسمعه سامع إلاانقاد له ومال إليه(۲)

یعنی انصار نے کلام وخطاب میں تطویل کی اور بہت ٹھیک کہا اور ابوبکر نے کلام کیا سو خدا کے لیے ہے، ان کی خوبی ایسے مرد کہ دراز نہیں کرتے کلام کو اور جانتے ہیں فصل خطاب کے مقامات کو۔ خدا کی قسم ایسی باتیں کیں کہ جو بننے والا سنے دل سے قبول کرے اور ان کی طرف جھک جائے۔

مشابہت نمبر ۶: جب سرورِ عالم ﷺ پر غارِ حرا شریف میں آیتیں اقرا شریف کی نازل اور حضور کو فضیلتِ رسالت حاصل ہوئی، صدمہ فشار جبریل وہیبت کلام جلیل سے دل نازک ہلتا تھا اور حضور کو پروازِ روح کا خوف ہوا۔ حضرت جناب ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بطریقِ قسم عرض کیا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا کہ آپ ذوی القربیٰ کی خبر گیری فرماتے ہیں ،اور بات سچ کہتے ہیں ،اور امانت ادا کرتے ہیں ،اور عاجزوں کا بار اٹھاتے ہیں ،اور نایاب نعمتیں عطا فرماتے ہیں ،اور مہمانوں کی مہمان داری کرتے ہیں ،اور حق حادثوں میں مدد فرماتے ہیں۔

....

۱۔ صحیح البخاری، باب رجم الحبلی من الزنا اذا حصنت، ج ۲، ص ۳۰۶،
صحیح ابن حبان، ذکر الزجرعن الرغبة عن الآباء، جلد ۱، ص ۲۵۲، رقم ۴۱۴
سنن الکبری للبیهقی، باب الائمة من قریش، جلد ۸، ص ۱۴۲، رقم ۱۶۳۱۲

۲۔ أسد الغابه، اخبار ابوذؤیب الهذلی، جلد ۳، صفحه ۵۰۱، رقم ۵۸۶۵
الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، باب الذال، ذکر ابوذؤیب الهذلی، جلد ۲، ص ۲۶

فقد أخرج البخاری ومسلم فی صحیحهما حدیث بدأ الوحی بطوله عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فیه فجاء الملك فقال: اقرأ فقال: ماأنا بقاری (۱)

....

۱۔ الصحیح للبخاری، باب بدء الوحی، جلد ۱، صفحه ۵، رقم۳
الصحیح لمسلم، باب بدء الوحی الی رسول الله، جلد ۱، ص ۳۸۱، رقم ۲۳۱
مسند امام احمد، مسند عائشه رضی الله عنها، جلد ٦، ص ۲۳۲، رقم ۲٦٠٠۱
الذریة الطاهرة للدولابی، جلد ۱، صفحه ۲٦، رقم ۲۰

یہاں غالب گمان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے وہ حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہوگی جس میں ایک موقع پر جب حضرت ابو بکر کفار کی سختیوں اور مصائب سے تنگ آ کر مکہ چھوڑ کر جانے لگے تو ابن دغنہ نے آپ سے کہا کہ: "ان مثلك لا یخرج ولا یخرج فانك تکسب المعدوم و تصل الرحم و تحمل الکل و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق"

ترجمہ: آپ جیسے شخص کو یہاں سے نہ جانا چاہیے۔ نہ ہم اسے جانے دیں گے کیونکہ آپ کمزوروں کی مدد کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔

(صحیح البخاری، باب جوار ابی بکرِ فی عهد النبی، جلد ۲، ص ۲۱۱، رقم ۲۱۳٤)

قابل غور بات یہ ہے کہ جو پانچ صفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائیں من وعن وہی پانچ صفات ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے بیان فرمائیں یعنی جب محبت درجہ کمال پر ہو تو مزاج اور طبیعت یکساں ہو جایا کرتے ہیں۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت آئینہ جمال مصطفی ﷺ تھی۔ مذکورہ بالا احادیث ابو بکر اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیات میں کس قدر قوی ارتباط پر دال ہیں وہ صاحبانِ عقل و دانش سے پنہاں نہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام
قانون شریعت
حدائق بخشش
خطبات محرم
رسائل امام احمد رضا
اسلامی تعلیم
کتاب العقائد
رکن دین
شرح مشکوۃ
عشق غیور
سچا خواب نامہ
فاتحہ
کی شرعی حیثیت
شادی
خانہ آبادی؟
احکام شریعت